

حیات قدسی



یعنی

سوانح عمری جناب نواب گوہر بیگم صاحبہ المعروف بہ نواب بیگم صاحبہ قدسیہ تاج ہند

مرتبہ

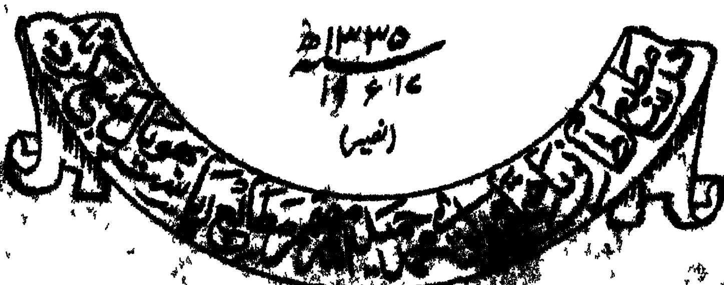
علیاحضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی سی ایس آئی

و جی سی آئی ای فرمان روائے بھوپال ادام اللہ بالعزو الاقبال

۱۳۳۵ھ

۱۹۱۷ع

(نصیر)



وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنت تجری من تحتها الانهر

حیاتِ قدسی



یعنی

سوانح عمری جناب نواب گوہر بیگم صاحبہ المعروف بہ نواب بیگم صاحبہ قدسیہ تاج ہند

مرتبہ

علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی سی ایس آئی

وجی سی آئی ای فرمان روائے بھوپال ادام اللہ بالعز والاقبال

(کتبہ نصیر الدین)

در مطبع سلطانی باہتمام مولوی محمد حمید اللہ مہتمم مطابع ریاست بھوپال طبع شد

فہرست مضامین حیات قدسی

باب	نام مضمون	صفحہ
	دیباچہ	الف ب
	حصہ اوّل	
	از ولادت تا وفات	
۱	ولادت	۱
۲	تعلیم و تربیت	״
۳	شادی	۲
۴	اولاد	۷
۵	بیوگی	״
۶	مختاری ریاست	۱۵
۷	ابتداے فساد	۳۲
۸	ترک پردہ	۱۲۱
۹	واقعات مابعد تفویض ریاست	۱۲۴
۱۰	غدر	۱۴۳

باب	نام مضمون	صفحہ
۱۱	سفر	۱۴۰
۱۲	ایک زنانہ ڈیوڑھی کے استقلال کا خیال	۱۵۱
۱۳	نواسی کے ساتھ شکر رنجی اور صفائی	۱۵۳
۱۴	انتقال	۱۵۹
	حصہ دوم	
۱۵	انتظام ریاست	۱۶۴
۱۶	جاگیر اور اُس کا انتظام	۱۷۳
۱۷	طریقہ دربار و ملاقات	۱۸۰
۱۸	اعزاز ذاتی	۱۸۲
۱۹	امور رفاہ عام	۱۸۹
۲۰	تعمیر عمارات	״
۲۱	واٹر ورکس و ریلوے	۱۹۲

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۲۲	اخلاق وعادات	۱۹۴
۲۳	معمول اوقات	〃
۲۴	غذا	۱۹۵
۲۵	لباس	〃
۲۶	سواری	۱۹۶
۲۷	دعوتیں	〃
۲۸	زندہ دلی	〃
۲۹	خوف خدا	۱۹۸
۳۰	عبادت	۲۰۰
۳۱	مجاہدۂ نفس	۲۰۱
۳۲	زکوٰۃ	۲۰۲
۳۳	فیاضی	〃
۳۴	آسائش مخلوق کا خیال	۲۱۲
۳۵	اعزا کے ساتھ حسن سلوک	۲۱۵
۳۶	اہل شہر سے ہمدردی	۲۱۹
۳۷	بے تعصبی	۲۲۱
۳۸	علماء کا احترام	〃
۳۹	بیٹی کی محبت	۲۲۳
۴۰	بھولا پن	۲۲۶
۴۱	وصایا	۲۲۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

تاج ہند جناب نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ اپنے زمانہ کی نہایت مقدس اور باخدا خاتون تھین - اون کی نیکیون او فیاضیون رعایا پروری، اور غربا نوازی، تقدس، اور خدا پرستی کے ایسے دلچسپ واقعات ہین جو بڑے بڑے اولیاء کرام کے حالات ہی مین مل سکتے ہین - بھوپال مین اون کا نام نہایت عقیدت اور عزت سے لیا جاتا ہے اور ان کی صفات ملکوتی کے تذکرے بچے بچے کی زبان پر ہین اون کے حمیدہ اوصاف اور اعلیٰ اخلاق چراغ ہدایت ہین اور اونکے واقعات زندگی اس بات کو ظاہر کرتے ہین کہ مقدس زندگی کی کیا شان ہے، اس لئے اون کی سوانح عمری بہت ضروری چیز تھی اور مجھپر نہ صرف اس لئے کہ وہ فرمانروایان بھوپال مین سب سے پہلی بیگم ہین جن سے اس ریاست کے دور جدید کا آغاز ہوتا ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ میری جدہ معظمہ تھین اونکی سوانح عمری ترتیب دینا فرض تھا اور میری والدہ ماجدہ کی سوانح عمری

حیات شاہجہانی سے پہلے اس کو شائع ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ
ایسے زمانہ مین تھین جس کے واقعات بہت کم دستیاب ہوتے ہین
اور جس قدر امثلہ و کاغذات جن سے ان کے حالات ترتیب دئے جاتے
مرور زمانہ سے تلف و برباد ہو چکے ہین اور جو باقی ہین وہ بہت کم ہین
اس لئے اون کے حالات کی تلاش و جستجو کی وجہ سے دیر ہوگئی
بہرحال کاغذات کے معائنہ سے اور معتبر اشخاص کی زبانی جو کچھ واقعات
معلوم ہوے یا جو میرے ذاتی علم مین تھے وہ سب بعد تحقیق و تنقید
ایک جگہہ جمع کر دیے گئے ہین +

سلطان جہان بیگم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصّہ اوّل

از ولادت تا وفات

ولادت — نواب قدسیہ بیگم ۹ رجب ۱۲۱۶ھ مطابق سنہ ۱۷۹۹ء کو پیدا ہوئیں - آپ نواب غوث محمد خان بہادر کی صاحبزادی تھیں جو سلسلہ کے لحاظ سے بھوپال کے پانچویں حکمران تھے - غوث محمد خان کی کئی بیویاں تھیں جن سے ۲۰ لڑکے لڑکیاں ہوئیں - لیکن دو منکوحہ شادی والیاں تھیں - ایک امیر بیگم جن کے بطن سے حاتم محمد خان اور دوسری بیوی چاندنی بیگم کے بطن سے (جو ایک افغانی تاجر کی بیٹی تھیں) نواب معز محمد خان، میاں فوجدار محمد خان، اور نواب قدسیہ بیگم تھیں - ان کا تاریخی نام مہر تمثال تھا اور اصلی نام گوہر بیگم -

تعلیم و تربیت — ان کی تعلیم و تربیت کے حالات باوجود بے انتہا سعی و تلاش کے نہیں مل سکے لیکن پرانے کاغذات کے دیکھنے سے یہ بات

معلوم ہوتی ہے کہ ان کی تعلیم صرف مذہبی اور وہ بھی معمولی درجہ تک محدود تھی مگر اوس زمانہ مین بھونسلہ اور سیندھیا کی متفقہ طاقت کے مقابلہ مین تنہا بھوپال سرگرم کارزار تھا۔ گذشتہ چار فرمان روایان بھوپال کی جنگ وجدل اور بہادری کے قصے تازہ تھے۔ وہ زمانہ جب کہ یہ پیدا ہوئین اور اون کی نشو ونما ہو رہی تھی نہایت سخت خونریزی کا زمانہ تھا ان سے پہلے نواب فیض محمد خان بہادر مرحوم کی والدہ ممولا بی عرف ماجی صاحبہ نے کاروبار ریاست انجام دیا تھا اور ایک عورت کی حسن انتظام کی داستانین زبانون پر تھین اس لئے اون کی تربیت مین انتظام مملکت اور فنون سپہ گری کو بھی ضرور کچھ نہ کچھ دخل تھا اور اون کو چونکہ قدرت نے بیدار مغزی اور تدبیر ملکی کا خاص جوہر عطا کیا تھا اس لئے اگرچہ تعلیم نہ تھی مگر اس جوہر کا اظہار ضرور ہوتا تھا۔

شادی | جب کہ وہ پندرھوین برس مین تھین تو ۲۲- ربیع الآخر ۱۲۳۲ھ جمعہ کے دن اون کی شادی نواب نظیر الدولہ نظر محمد خان کے ساتھ ہوئی۔ اس رشتہ کے قائم ہونے کی تحریک وزیر محمد خان نے کی تھی تاکہ دونون خاندانون مین اتحاد و یکجہتی رہے لیکن ہنوز عقد نکاح نہ ہونے پایا تھا کہ وزیر محمد خان نے انتقال کیا۔

نواب نظر محمد خان، نواب وزیر محمد خان کے چھوٹے بیٹے تھے

نواب وزیر محمد خان، سردار دوست محمد خان کے پرپوتے اور
نہایت دلیر و مدبر سردار تھے، نواب حیات محمد خان اور نواب
غوث محمد خان کے زمانہ مین جس قدر لڑائیان ہوئین اون سب مین
وزیر محمد خان نے بہادری اور شجاعت کو اس طرح نمایان کیا کہ اون کی
شجاعت و بہادری اور ثابت قدمی ضرب المثل ہوگئی اُنھون نے اپنی
خداداد ذہانت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے روز افزون اثر و رسوخ
کو دیکھ کر اوس کی حمایت مین آجانے کی کوشش کی۔ اونھون نے
سب سے پہلے یہ کیا کہ سر بیری کلوز صاحب کی فوج سے جو ناگپور
کی فوج مین شریک ہوکر نواب امیر خان والی ٹونک کے مقابلہ
مین جنگ کر رہی تھی۔ مقابلہ کرنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ چونکہ
کرنل گڈرڈ Col. Goddard کی ۱۷۷۸ء مین ہمارے
بزرگون نے مدد کی ہے اور سرکار کمپنی کے مابین اتحاد ہے اس لئے
ہم انگریزی فوج سے لڑنا نہین چاہتے۔ اونھون نے روشن الدولہ
کمک Camac صاحب بہادر، تہور جنگ ناصر الملک
انتظام الدولہ جنرل [illegible]ون صاحب بہادر، مظفر جنگ وجنکنس
Jenkins صاحب بہادر ریذیڈنٹ ناگپور و نواب گورنر جنرل
لارڈ منٹو Lordminto مسٹر مٹکاف ریذیڈنٹ دھلی، کرنل

سموپل Col. Samuel وغیرہ سے اتحاد قائم کیا تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست بھوپال ہی ایک ایسی ریاست ہے جس کا گورنمنٹ برطانیہ سے ہمیشہ اتحاد رہا ہے۔

نواب نظر محمد خان اپنے باپ کے ساتھ اکثر لڑائیون مین شریک رہے اور اگرچہ اون کا عنفوان شباب تھا لیکن ہر موقع پر اُنہون نے اپنے آپ کو بطور ایک تجربہ کار سپہ سالار کے ثابت کیا نواب غوث محمد خان جو سلسلہ نوابان بھوپال مین پانچوین فرمان روا تھے محض برائے نام مسند نشین ریاست تھے۔ ان مین نہ کوئی حوصلہ تھا اور نہ کوئی اولی العزمی تھی اور نہ فطری طور پر ان مین نظم و نسق ملکی کی اہلیت تھی اصل حکومت نواب وزیر محمد خان بہادر کی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر وزیر محمد خان کا ہاتھ ریاست بھوپال کی ناخدائی نہ کرتا تو یہ ملک ناگپور اور گوالیار کے قبضہ مین چلا جاتا۔ خدا کو یہی منظور تھا کہ یہ ریاست جسکی بنیاد سردار دوست محمد خان نے ڈالی تھی اون ہی کے خاندان مین رہے اور اون ہی کی نسل کا ایک بہادر شخص اُس کو نجات دے اسلئے وزیر محمد خان کو جو ابتداے عمر مین چھوٹے خان دیوان ریاست کے حسد و سازش کے باعث جلاوطن ہو گئے تھے، جذبہ وطن نے کھینچ لیا اور اونھون نے ایسے کارہاے نمایان کئے جو بھوپال مین سب سے زیادہ

دلیری اور شجاعت کے کام[۱] ہین اون کی زندگی مین ہی اگرچہ نواب
غوث محمد خان زندہ اور متمکن ریاست تھے لیکن جگوا کی لڑائی کے بعد

---

[۱] سر جان مالکم مشہور مورخ و جنرل نے ان حالات کو نہایت تفصیل کے ساتھ اپنی
کتاب "مائر آف سنٹرل انڈیا" مین لکھا ہے۔ ان ہی حالات مین وہ لکھتے ہین :-

وزیر محمد خان کا انتقال | نو سال سے کچھ زائد عرصہ تک بھوپال پر فرمانروائی
کرنے کے بعد ۵۱ سال کی عمر مین وزیر محمد خان نے فروری ۱۸۱۶ء مین
انتقال کیا لیکن اس قلیل عرصہ مین ایک دن بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا
ان کے آغاز حکومت سے وقت مرگ تک یہ ریاست معرض تباہی مین رہی۔

وزیر محمد خان کے اوصاف | اگرچہ نسل افغان کے ایک نہایت ہی سرکش
شخص کی حیثیت اور وہ اپنی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے ایک خاص امتیاز
رکھتے تھے مگر اون کے عادات و اطوار مین حلم و دل آویزی پائی جاتی تھی۔
اسی کے ساتھ ساتھ اُن کی نگاہ اور قد و قامت سے رعب بھی برستا تھا اور اُن کے
مزاج مین ایسی سختی تھی جس سے خوف طاری ہوتا تھا۔ آخری زمانہ مین ان مین
بے احتیاطی پیدا ہو گئی تھی۔ سب لوگ اون کے انقلابات زندگی سے
واقف تھے اس لئے اس موقع پر اُن کی وفات سے سب کو رنج و الم ہوا
کاش وہ زندہ رہتے اور اپنی حب وطنی کی کوششون کا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

وہ بے اختیار اور خانہ نشین ہو چکے تھے ، اون کے اخراجات کے لئے جاگیر تھی اور اونھون نے اسی پر قناعت کر لی تھی اصل حکومت وزیر محمد خان کی تھی ۔ اُنھون نے جب انتقال کیا تو اپنے دو صاحبزادون کو چھوڑا بڑے امیر محمد خان اور چھوٹے نظر محمد خان تھے ۔

نواب نظر محمد خان مین وہ تمام صفات موجود تھے جو ایک بیدار مغز حکمران مین ہونے چاہئین ۔ اس کے علاوہ اونھون نے اپنے باپ کے ہمراہ بھوپال کی محافظت مین جو جو دلیریان کی تھین اون کے باعث ایک عام گرویدگی تھی اس لئے جمہورِ بھوپال کی اتفاق راے سے وہ رئیس بھوپال منتخب کئے گئے اور مسند نشین ریاست ہوے ۔ یہ انتخاب ایسا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ثمرہ دیکھتے اور اس سرزمین کے باشندون کو جس سے اون کو محبت تھی تباہی سے محفوظ پاتے اور ان لوگون کو اپنے اوس نظام حکومت سے محفوظ اور سرسبز پاتے جس کی ان کو تمام عمر آرزو رہی اور جس سے اون کے آخری دم تک اون کی تمام امیدین وابستہ تھین ۔
لیکن یہ بات اوس خداوند کے مقسوم مین لکھی تھی جس کا وہ انتخاب کر چکے تھے جس کو اُنھون نے تعلیم دی تھی اور جس نے بہمہ وجوہ اپنے آپ کو اپنے والد ماجد کے شایان شان ثابت کر کے دکھا دیا ۔

ضروری تھا کہ بغیر اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ نواب غوث محمد خان حکومت کے بالکل ناقابل تھے اور امیر محمد خان جو وزیر محمد خان کے بڑے بیٹے تھے ان مین صلاحیت نہ تھی - لامحالہ وہ رئیس تسلیم کئے گئے اور باضابطہ رئیس ہونے کے بعد نواب قدسیہ بیگم سے اون کی شادی ہوئی -

اولاد | ۲۸ - شوال ۱۲۳۳ھ ہجری کو بمقام بھوپال ایوان گوہر محل کے بالائی کمرہ مین ولادت دختر (نواب سکندر بیگم) کی مسرت ہوئی -

بیوگی | نواب سکندر بیگم صاحبہ صرف ایک سال تین ماہ کی تھین اور نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کی شادی کو کل دو برس نو مہینے ہوے تھے کہ ۲۲ - محرم ۱۲۳۴ھ ہجری کو داغ بیوگی نصیب ہوا - نواب نظر محمد خان کی افسوسناک وفات کے متعلق دو روایتین مشہور ہین - ایک یہ ہے کہ موت کے دن نواب نظر محمد خان اسلام نگر[1] مین اتفاقاً پاترا ندی کے پل پر سے گذرے تو دیکھا کہ وہ کیچڑ اور مٹی سے اٹ گیا ہے - اونھون نے چاہا کہ وہ اسی وقت صاف ہو جائے ، چار بجے دن تک وہ خود اسکے

---

[1] اسلام نگر بھوپال سے جانب شمال چھ میل کے فاصلہ پر ہے - سردار دوست محمد خان نے سنہ ۱۱۲۸ھ مین یہان ایک مسجد اور ایک قلعہ تعمیر کیا تھا -

صاف کرنے مین مصروف رہے۔ اس کے بعد محل مین آئے۔ چونکہ تکان زیادہ تھی پلنگ پر لیٹ گئے اور لیٹتے ہی سو گئے۔ سوتے ہی مین بھرے طپنچہ سے اون کا سر ٹکرایا وہ طپنچہ چل گیا۔ گولی سر سے نکل کر دیوار مین لگی اور انتقال ہو گیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ وہ نواب سکندر بیگم (خلد نشین) کو محل کی مسجد مین بیٹھے اپنے زانو پر کھلا رہے تھے۔ پہلو مین طپنچہ بھرا ہوا رکھا تھا، فوجدار محمد خان اون کے سالے نے جن کی عمر آٹھ سال کی تھی اُسے اُٹھایا اور عمداً یا سہواً وہ سر ہو گیا اور گولی اون کے سر سے نکل گئی اور مسجد کی دیوار مین جا کر لگی۔

غرض تین سال نو مہینے اونہون نے حکومت کی۔ اوس وقت نواب قدسیہ بیگم کی عمر اٹھارہ سال چھ مہینے ۱۴ دن کی تھی۔ وفات کے وقت نواب نظر محمد خان نے یہ وصیت کی کہ:-

---

لہ نواب نظر محمد خان بہادر کے حالات اور نیز اون واقعات کے متعلق جو اوس زمانہ مین پیش آئے سر جان مالکم صاحب بہادر نے بھی اپنی کتاب ممائر آف سنٹرل انڈیا مین جس کا کچھ اقتباس پہلے بھی دیا گیا ہے حسب ذیل تحریر کیا ہے جو بہت کچھ قابل اعتبار و استناد ہے کیونکہ وہ اوس وقت سنٹرل انڈیا مین رزیڈنٹ تھے اون کو بھوپال کے معاملات اور

(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

"خیر خواہ اراکین ریاست جس طرح میرے زمانے مین انتظام

ملکی مین مساعی جمیلہ انجام دیتے رہے اُسی طرح آیندہ بھی انجام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اوسکی بہتری سے خاص دلچسپی تھی، وہ لکھتے ہین کہ:۔

"نظر محمد خان کی نسبت ہم بیان کر چکے ہین کہ نوعمری کے زمانہ مین وہ اپنے والد کے پہلو بہ پہلو بھوپال کے قابل یادگار محاصرہ کے وقت لڑ چکے تھے اور اپنا خون بہایا تھا - وزیر محمد خان اپنے فرزند اکبر (امیر محمد خان) سے ہاتھ دھو چکے تھے کیونکہ آخر الذکر اپنی بے اعتدالیون اور کاہلی کے غلام تھے اور جسکی وجہ سے اون کا دماغ اور جسم کمزور ہوچکا تھا - اس لئے وزیر محمد خان نے اپنے جانشین کے انتخاب کا پہلے ہی سے فیصلہ کرلیا تھا اور اوس کی تعلیم و تربیت کی دل سے لگی ہوئی تھی منجملہ دیگر قابلیتون کے نظر محمد خان نے فنون سپہ گری پر اس خوبی و لطافت کے ساتھ عبور حاصل کرلیا تھا کہ اون کے انتقال کے وقت ایک شخص بھی اون کی شہرت مین اون کا ہم پایہ نہ تھا - لوگون کے دلون مین اون کے والد کی عزت تو پہلے ہی سے تھی اب خود اون کی خوبیان اور اوصاف اس قدر پسندیدہ تھے کہ تمام سرداروں نے حکومت بھوپال کے قبول کرنے کے لئے اونکو مجبور کیا -

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آیندہ)

دیتے رہین اور میری بیوی نواب قدسیہ بیگم کو اپنا آقا سمجھ کر
حسب مرضی اون کے کار و بار کرتے رہین اور جب میری بیٹی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) غوث محمد خان جو اس وقت کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے اور اگرچہ وہ نواب کے لفظ سے منسوب کئے جاتے تھے مگر اونہون نے بھی نظر محمد خان کے اس مرتبہ پر فائز کئے جانے پر اعتراض نہین کیا اور نظر محمد خان کے سب سے بڑے بھائی امیر محمد خان نے (جو کثرت بے اعتدالی سے اپنی عقل کھو بیٹھے تھے) سب سے پہلے علانیہ طور پر اپنی نالیاقت کا اقبال کر لیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو معاملات ریاست کے انتظام پر مجبور کیا نظر محمد خان نے اس کو منظور کر لیا اور اون کی سب سے پہلی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنے والد کے مدعاے عزیز کی جانب رجوع ہون یعنی انگلش گورنمنٹ سے معاہدہ صلح کر لین۔ اس طرز عمل کے اختیار کرنے کی پالیسی پر عرصے بحث ہو رہی تھی اور انگلستان مین گورنمنٹ آف انڈیا نے اس خوف سے کہ کہین اور پیچیدگیان واقع نہ ہو جائین اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ ایسا کوئی معاہدہ نہ ہونا چاہئے لیکن پنڈارون کے مظالم نے گورنر جنرل کو مجبور کر دیا کہ وہ ایسی ہی تدابیر پر عمل کرین کیونکہ ان شدہ احکام کی تعمیل ناممکن ہو گئی تھی۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

نواب سکندر بیگم سن شعور کو پہونچین تو اون کی شادی ہمارے
اقربا مین سے جو اون کا ہمسر ہو کردی جاے اور اون کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۱۸۱۷ء کی مہم کا پہلا پیش خیمہ یہ تھا کہ ریاست بھوپال
کے ساتھ ہوشنگ آباد مین معاہدہ ہوا جس کی رو سے ہوشنگ آباد اوسکے
اصل فرمانروا کے تحت مین مستحکم طور پر آگیا، اور شرط یہ ہوئی کہ ریاست
انگریزی فوج کی ایک معینہ فوج سے امداد کرے گی اور جب کوئی جنگ
ہوگی تو وہ حتی الوسع انگریزی فوج کے شریک حال ہوگی۔ کوئی معاہدہ
اس قدر تحمل کے ساتھ پورا نہین کیا گیا جس قدر یہ کیا گیا۔ نظر محمد خان
کی سرگرمی اور کوششون کے صلہ مین ان کو پنچ محال کا عمدہ علاقہ
دیا گیا۔ یہ محال پیشوا کے ایک جاگیردار سے لئے گئے تھے اور صرف
ریاست بھوپال سے ملحق ہی نہین ہو گئے بلکہ وہ پیشتر ریاست مذکور کے
ایک جزو لاینفک بھی رہ چکے تھے۔ بعد ازان قلعہ اسلام نگر سیندھیا سے
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

[1] یہان ایک بنگلہ ہے جو رنگ محل کے نام سے مشہور ہے اس مین سرکار خلد مکان کے زمانہ مین
تحصیل کی کچہری تھی۔ یہ ایک ایسی تاریخی عمارت ہے جس مین سردار دوست محمد خان کے بعد نواب نظر محمد خان
تک جس قدر رؤساء بھوپال گذرے ہین مسند نشین ہوے تھے اس لئے اب مین نے شان قدیمی کو قائم رکھکر
عمارت کی توسیع کرائی ہے، نواب یار محمد خان جو سلسلہ رؤسا مین دوسرے رئیس تھے یہین مدفون ہین۔

شوہر نواب بھوپال کہلائے "

نواب نظر محمد خان صاحب بہادر کی بے وقت موت سے اون کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لے لیا گیا اور بھوپال کو دیا گیا۔ اگرچہ اس کی کوئی زیادہ قیمت نہ تھی مگر بھوپال کے فرمانروا خاندان نے اس کی دیگر جملہ غایتون سے کہین زیادہ قدر کی۔ اس مین یار محمد خان کا مزار تھا اور چونکہ یہ ریاست کے دارالحکومت کے دروازہ ہی پر قریب قریب واقع تھا اس وجہ سے ریاست کو اس کے نکل جانے سے انتہا سے زیادہ صدمہ پہنچتا تھا وزیر محمد خان کے انتقال کے وقت اس ریاست کی حالت اس قدر پست تھی کہ اس کی اصلی مالگذاری ایک لاکھ روپیہ سے زائد نہ ہوگی بہرحال اب اس کا وقار درجہ دوم کی ریاستون سے اعلیٰ کر دیا گیا تھا جو محال کہ اسکے قبضہ مین از سر نو آئے تھے وہ تقریباً وہی تھے جو اس کے شہزادون کے قبضہ مین پیشتر رہ چکے تھے اس کے محاصل نو یا دس لاکھ روپیہ تھے۔

کسی کی توقعات اس قدر زیادہ خوش کن نہ ہون گی جس قدر کہ نظر محمد خان کی تعین کہ بدنصیبی سے ایک ایسا حادثہ ہوا جس نے اون کی جان ہی لے لی اور جس نے اون کے خاندان اور ملک کو ایک ایسے شہزادہ کی بے وقت اور ناقابل تلافی موت کا صدمہ اُٹھانے کو چھوڑ دیا

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آیندہ)

ہو ا خواہون کی نظرون مین دنیا تاریک ہو گئی اور وہ اس وقت ایسی
حالت مین تھے جس مین قدم قدم پر مشکلات اور طرح طرح کی مصیبتون کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو گویا اپنے زمانہ کی ضرورتون کے لئے پیدا ہوا تھا
اور جس سے اس امر کی امید تھی کہ وہ اپنے ملک کو اس تیزی اور کامیابی
کے ساتھ سرسبز کردے گا جس طرح کہ اس کے والد نے اس ملک کو
ہلاکت سے بچایا تھا۔ ان کی موت کا یہ باعث ہوا کہ یہ ایک طپنچہ کو جو ہر وقت
ان کے پاس رہتا تھا رکھ کر حرم سرا مین اپنی شیر خوار بچی کو کھلا رہے تھے
کہ وہی طپنچہ سر ہو کر خود انہین کے لگ گیا۔ قیاس کیا جاتا ہے
کہ میان خوجدار محمد خان ایک ہشت سالہ بچے سے جو اون کا سالہ تھا
یہ طپنچہ چھٹ گیا۔ اس افسوسناک موقع پر صرف وہی بچہ وہان موجود تھا۔ اونکی
موت سے لوگون کے دلون پر بے حد اثر پڑا اور اون کے دل مین طرح طرح
کے شکوک پیدا ہونے لگے لیکن جب خوب اچھی طرح تحقیقات ہوئی تو یہ
شکوک رفع ہو گئے اور جن لوگون پر شبہ ہو سکتا تھا یا جن کی نسبت یہ
خیال ہو سکتا تھا کہ شاید اونہون نے اپنے فائدہ کے لئے یہ فعل کیا ہوگا
تو خود اون کے طرز عمل نے بھی ان شکوک کو رفع کردیا۔ غوث محمد خان سے
لیکر ادنیٰ درجہ کے پٹھانون تک کو بھی عام طور پر یہ خیال باقی نہ رہا کہ اظفر محمد خان

(بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ)

سامنا تھا، اور نواب قدسیہ بیگم کی تو اس حادثہ جان کاہ سے جو حالت ہوئی اوس کا بیان نہین ہو سکتا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی موت کے لئے کوئی پہلے سے سازش کی گئی تھی گر ایک خیال ضرور دامنگیر تھا اور وہ یہ تھا کہ سب کو انتہا سے زیادہ رنج والم ہوا اور کسی شخص نے اس واقعہ سے اپنے ذاتی حصول مقاصد کے لئے استفادہ اٹھانے کی کوشش نہین کی۔ خاص اشخاص سرداران کی ایک مجلس مین یہ امر طے پایا کہ تا وقتیکہ برٹش گورنمنٹ کا عندیہ کسی جانشین کے انتخاب کو متعلق نہ معلوم ہو اوس وقت تک سب کو مرحوم کی بیوہ اور وزیر کی دربارداری کرنا چاہئے اور یہ عجیب بات ہے کہ کسی پارٹی نے برٹش ایجنٹ پر کسی قسم کا اثر ڈالنا نہین چاہا۔ یہ بذات خود اس بات کا بین ثبوت تھا کہ اس حسرتناک موقع پر نہ کسی نے کوئی ترکیب کی تھی اور نہ کوئی شریک جرم ہوا تھا۔

انتقال کے وقت نظر محمد خان کا سن صرف ۲۰ سال کا تھا اونھون نے بھوپال پر تین سال اور پانچ ماہ تک حکومت کی تھی لیکن اس قلیل عرصہ مین ایک ایسا نام چھوڑ گئے تھے جو معدودے چند اشخاص ہی کو بڑی سی بڑی عمر مین نصیب ہوا ہوگا۔ چونکہ ان کی تعلیم عسرت کے زمانہ مین ہوئی تھی اس لئے انھون نے قوت فیصلہ کی پختگی غیر معمولی طور پر بہت جلد حاصل کر لی تھی اون کی شکل

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

مختاری ریاست

اس وقت اون کی عمر ۱۸ سال کی تھی وہ پردہ مین رہتی تھین۔ سیاست ملکی اور انتظام ریاست سے کوئی واسطہ نہ تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وصورت سے شرافت ٹپکتی تھی۔ اون کے عادات واطوار مین وہ بات پائی جاتی تھی جو ایک شہزادہ مین ہونا چاہیئے جو اپنی رعایا کے دلون کو مسخر کرنے کی قدر وقیمت سے خوب واقف ہوتا ہے۔ وہ نہایت ہی عالی حوصلہ تھے اور اس قدر بہادر وشجاع تھے کہ خوف وہراس کا وجود تک اون کے دل مین نہین آتا تھا۔ چنانچہ فرمان روایان بھوپال کے خاندان کا خاندان جو اون کی وجہ سے فرمان روائی سے محروم رہ گیا تھا اور اون کے بڑے بھائی بھی جنہون نے اپنے پیدائشی حقوق کو ان کی جانب منتقل کر دیا تھا صرف آزادانہ زندگی ہی بسر نہین کرتے تھے بلکہ اونکے ساتھ نہایت اُنس وبے تکلفی سے برتاؤ کرتے تھے اور اون کے محل کے جس کمرے مین چاہتے تھے آتے جاتے تھے۔ نظر محمد خان کو اپنے خیال کی عام برائیون اور اشتعال بیجا سے جائز طور پر تنفر تھا۔ اون کے حرم مین صرف ایک شاہزادی تھین۔ کوئی لونڈی وغیرہ نہ تھی وہ نہایت اچھے مسلمان تھے مگر تعصب سے اس قدر دور تھے کہ اون کا ہم جلیس اور وزیر ایک عیسائی (شہزاد مسیح) تھا۔ گذشتہ دو سال سے وہ دل وجان سے اپنے ملک کی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

مگر اب اون کی زندگی کا ایک جدید دور شروع ہونے والا تھا ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بہبودی اور ترقی مین منہمک تھے - ہر معاملہ کی خود تحقیقات کرتے تھے - ہر ایک فریاد کو خود سُنتے تھے - تمام اشخاص اونکی مہربانی، دریادلی، اور انصاف کے معترف ہین - اونہون نے ایک فعل بھی ایسا نہین کیا جس مین ظلم وستم کا ذرا بھی لگاؤ پایا جاتا ہو - بھوپال کی حالت کو دیکھتے ہوئے نظر محمد خان کی موت سے بڑھکر اور کوئی زیادہ نقصان نہین ہوسکتا تھا - یہ واقعہ برٹش گورمنٹ کے لئے بھی بڑی بدنصیبی کا باعث ہوا جس سے اس نیک شہزادہ کو استحکام کے ساتھ عقیدتمندی تھی - واقعی امر یہ ہے کہ انتظام اور سرسبزی کو ازسرِنو قائم کرنے کے لئے وہ ایک ہردلعزیز شخص تھے اپنے طبقہ کے لوگون کے مقابلہ مین وہ معمول سے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لہ ان بیانات کے متعلق سرجان ملکم حاشیہ پر تحریر فرماتے ہین کہ :-

"دو سال کے عرصہ مین مجھکو نظر محمد خان سے بہت سابقہ رہا اور مجھ سے اون سے ملاقات بھی تھی مگر مین ان واقعات کی صحت کو میجر ہینلے پولٹکل ایجنٹ بھوپال پر محمول کرتا ہون جن کو اس عجیب وغریب شہزادے کے اخلاق دیکھنے اور اون کی قدر کرنے کے ہر طرح کے مواقع بخوبی حاصل تھے -

اون کی صرف ایک لڑکی تھی اور وہی اون کی مسرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) زیادہ ہوشمند تھے، اونہون نے غیر معمولی اشتیاق کے ساتھ علوم و فنون حاصل کئے تھے اور اون فنون مین بھی کچھ کم واقفیت نہین تھی جن کو اون کی زندگی کے اشغال اور اون کے منصب کے کامون سے کوئی سروکار نہ تھا۔ نظر محمد خان کی یاد اون کے جانشینون کے دل مین اون کی حوصلہ افزائی کے لئے تازہ رہے گی مگر ہم کو اس خیال سے مایوس ہو جانا چاہئے کہ کوئی اون کا مثل بھی پیدا ہوگا۔ اون کے یہ جامع صفات مثل اور دیگر بڑے آدمیون کے اون کی اوائل عمر کے مناظر سے پیدا ہوئے تھے۔ جو سبق کہ اُنہون نے حاصل کئے تھے وہ کسی تعلیم سے حاصل نہین ہو سکتے تھے۔ اپنے شریف النفس باپ کی مثال سے عالی حوصلہ بن کر اور اون کی محبت سے مالامال ہوکر اونہون نے اون کے پہلو بہ پہلو ایک ایسے ملک کو زندہ

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ؔلہ نظر محمد کو بالخصوص کلون کا بہت شوق تھا وہ خود گھڑی کے پرزے کھولکر پھر اون کو درست کر سکتے تھے جس کی ساخت کے اصولون سے وہ بخوبی واقف تھے۔ (تاریخ الکلم)

حیات کا سرچشمہ تھی - مگر لڑکی کی عمر ہی کیا تھی کُل ایک سال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رکھنے کے لئے جدو جہد کی تھی جو انتہائی مصیبت کی وجہہ سے زیادہ عزیز ہوگیا تھا، اون کا دماغ کامیابی کا وقت آنے سے پیشتر ہی نہایت خوبی و لطافت کے ساتھ نشو ونما پاچکا تھا اور چونکہ پریشانیون اور خطرون کے ماطر مین اوس پر صیقل ہو چکا تھا اس لئے اوس کی آب و تاب مین فرق آنے کا کبھی احتمال نہین ہوسکتا تھا -

نظر محمد نے اپنی بیگم سے سوا ے ایک دختر کے کوئی اولاد نہین چھوڑی اونہون نے اپنے آپ کو نواب کے خطاب سے ملقب نہین کیا تھا۔ اگرچہ انگریز برابر اون کو اسی خطاب سے مخاطب کرتے ہین - اس کی وجہہ یہ ہے کہ غوث محمد کامل طور پر کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے اور ان تعلقات کے سلسلہ مین اون کا کبھی ذکر نہین آتا تھا جو گورنمنٹ اور اصلی فرمانروا ے بھوپال کے درمیان قائم ہوئے تھے - ہوشنگ آباد کے عہد و پیمان اور بعد از جنگ کے عہد نامہ مین (جس کی رو سے ریاست کو محال دیئے گئے تھے اور ریاست کی جانب سے تعداد فوج قائم رکھنے کا کامل طور پر فیصلہ ہوچکا تھا) صرف نظر محمد اور اون کی اولاد کا ذکر ہوا تھا اور گورنمنٹ صرف اون ہی کی ضامن تھی ۔ منیر محمد خان

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

تین ماہ کی عمر تھی ۔ گرد و پیش سوائے چند وفادار اور قدیم ارکان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (جو امیر محمد خان یعنی نظر محمد خان کے بڑے بھائی کے صاحبزادے تھے) اپنے چچا کے جانشین ہوئے اور اون کی شادی نظر محمد خان کی صاحبزادی سے ہونے والی ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ خاندان کا اتحاد و یکجہتی اون کی ذات سے وابستہ ہو جائے ۔"

تحقیقات وفات نظر محمد خان | نظر محمد خان کی وفات کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے اوس کے سلسلہ مین صفحہ ۲۴۰ کے حاشیہ مین سرجان مالکم یہ تحریر فرماتے ہین کہ :-

"جو شبہ کہ غوث محمد خان کے لڑکے کی جانب کیا گیا تھا وہی اوسکی (یعنی فوجدار محمد خان) ہمشیر (یعنی نواب نظر محمد خان) کی بیوی کی جانب بھی ہو سکتا تھا مگر میجر ہینلے (پولیٹکل ایجنٹ) بیوہ مذکور کے کسی ایسے ارادہ کو بالکل بعید از ممکنات بتاتے تھے ۔ بیگم صاحبہ کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہایت نوعمر ہین صرف ۱۷ سال کا سن ہے ۔ مزید برآن وہ نہایت حلیم الطبع ہین اور وہ نواب کی نہایت دالہ و شیدا تھین جو اون کا غیر معمولی لحاظ کرتے تھے ۔ نواب قدسیہ بیگم صاحبہ سے عقد ثانی کے لئے اکثر التجا کی گئی تھی ۔ اونھون نے اس سے صرف انکار ہی نہین کر دیا بلکہ اون کا سخت حکم تھا کہ کوئی مرد خواہ وہ نوکر ہو یا غلام محل کو اندر

(بقیہ حاشیہ برصفحہ آیندہ)

ریاست کے جیسے حکیم شہزادمسیح[2]، راجہ خوشوقت[3] رائے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پاؤن نہ رکھنے پائے۔ اس شبہ کے مزید عدم ثبوت مین بیان کیا جاتا ہے کہ بیگم صاحبہ کو شوہر کے انتقال کا اسقدر زیادہ صدمہ ہوا ہے کہ اون کا حمل ساقط ہو گیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر اون کی طبیعت مین کسی اور قسم کا حوصلہ ہوتا تو اون کو اس کا واقعی طور پر ایسا صدمہ نہ ہوتا۔"

[1] شہنشاہ اکبر کے عہد سلطنت مین ایک یورپین مسمّی جین ڈی بوربون ہندوستان آیا اور شاہی فوج مین ملازم ہو گیا۔ پھر بہت جلد توپخانہ کا افسر مقرر کر دیا گیا۔ اکبر کے دربار مین اس کو بڑا رسوخ اور اعزاز نصیب ہوا۔ اس کے محل شاہی کی ایک کنیز کے بطن سے جو چار جیا کی رہنے والی تھی بڑا بیٹا الگزینڈر بوربون یا سکندر بوربون شہنشاہ جہانگیر کے عہد مین محل کے عہدۂ گورنری پر ممتاز کیا گیا اور علاقہ مالوہ مین شیر گڈھ اس کی جاگیر مین دیا گیا۔ یہ عہدہ نادرشاہ کے حملہ تک اس کی اولاد مین رہا۔ آخری گورنر فرادی بوربون تھا اس کا بیٹا سالوبڈور ملازمت ترک کر کے شیر گڈھ چلا آیا اور نوابی کا خطاب اختیار کیا۔ ۱۷۹۰ء مین اس کے جانشین بھوبا بوربون کو جو نواب موسورہ راگو خان کے نام سے مشہور تھا ایک فرانسیسی کپتان فنیسٹم نامی نے جو ریاست سیندھیا کا ملازم تھا مسند سے اُتار دیا اپنی ریاست چھن جانے کے تھوڑے عرصہ بعد بھوبا بوربون راجہ مارواڑ کے دربار مین

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

[2][3] ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ۔

میان کرم× محمد خان ، اور بخشی بہا+ در محمد خان کے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قتل کر دیا گیا اس کے بیٹے عنایت مسیح یا چوہر بوبون نے مع اپنے اہل وعیال کے میان وزیر محمد خان کے عہد مین بھوپال آکر پناہ لی میان وزیر محمد خان نے اون کو عہدۂ قلعداری پر سرفراز فرمایا اور پھر خیر خواہیون کے صلہ مین ایک بڑی جاگیر عطا کی۔ بالتھراز عرف شہزاد مسیح انہین کے بیٹے تھے۔ نظر محمد خان کے زمانہ مین وزیر ریاست ہوئے اور جاگیر پائی۔ اونہون نے ریاست مین خیر خواہیان کین اور کارہائے نمایان انجام دیئے۔ ۲۴۔ جمادی الاول ۱۲۴۴ ہجری مطابق یکم جنوری ۱۸۲۹ء مین بہ عارضۂ درد اعضا ۴۲ برس کی عمر مین انتقال کیا۔

ــــہ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) راجہ خوشوقت رائے قوم کے کایستھ تھے۔ نواب سکندر بیگم نے ۱۲۸۰ھ مین اونہین دیوان ریاست کے عہدہ پر مقرر کر کے "راجہ" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

× کرم محمد خان خاندان مرازی خیل سے تھے اور نظر محمد خان کے بہت بڑے دوست اور خیر خواہ ریاست تھے۔ نواب بیگم صاحبہ قدسیہ نے حکیم شہزاد مسیح کی وفات کے بعد ان کو عہدۂ کامداری پر سرفراز فرمایا اور چالیس ہزار کی جاگیر مقرر کی۔

+ بہادر محمد خان نواب نظر محمد خان کے زمانہ سے عہدہ بخشیگری پر ممتاز تھے۔ بہت بڑے شجاع اور ریاست کے ولی خیر خواہ تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ کلیج خان سردار دوست محمد خان کے ساتھ ولایت سے آئے تھے مفصل حال "تذکرۂ باقی" مین تحریر ہے۔

ذاتی غرض نہ رکھتا ہو - پدری خاندان مین جو لوگ تھے وہ خود دعویدار
ریاست تھے اور ان کے ہاتھون سے ریاست منتزع ہوکر ان کے شوہر کو
ملی تھی اگرچہ ان کی طرف سے کوئی کارروائی نہین ہوئی مگر پھر بھی اندیشہ
بیجا نہ تھا - شوہر کے خاندان مین میان امیر محمد خان (نواب نظیرالدولہ
مرحوم کے بڑے بھائی) اور اون کے دو لڑکے تھے - امیر محمد خان کی خواہش
اور کوشش یہ تھی کہ بجائے اپنے بھائی کے وہ رئیس قرار دیے جائین جیسا
کہ آگے معلوم ہوگا -

انتقال کے بعد جب اخوان ریاست محل پر جمع ہوئے تو میان کرم محمد خان
نے آیندہ انتظامات کے متعلق رائے طلب کی - محمد دین[۱] خان نے اپنے
داماد آصف محمد خان کی جو نواب وزیر محمد خان کا بھتیجا تھا مسند
نشین ہونے کی تحریک کی میان کرم محمد خان نے اس سے انکار کیا
پھر اس قسم کی مختلف تجویزین پیش ہوتی رہین مگر کوئی بات مختتم نہین ہوئی -
تیسرے دن بہ تقریب فاتحہ تمام ارکانِ ریاست ، فوج اور رعایا کے
سربرآوردہ اشخاص اور رشتہ دار جمع ہوئے فاتحہ کے بعد کرم محمد خان
نے کہا " خدا کی جو مرضی تھی وہ پوری ہوئی اس مین کوئی چارہ نہین لیکن اب آیندہ

---

[۱] یہ کرم محمد خان کے نواسے تھے -

کے لئے کوئی تجویز کرنی چاہیئے"

حکیم شہزادمسیح جو ایک بڑے رکن ریاست تھے اورجنہون نے نواب وزیر محمد خان اور نواب نظر محمد خان کی رفاقت مین پورے طورسے حق نمک ادا کیا تھا اس سانحہ سے نہایت افسردہ دل اور پریشان تھے اونہون نے کہا "مجھ کو آیندہ انتظامات سے کوئی سروکار نہین ہے مین صرف تین باتون سے سروکار رکھون گا۔ حضور مغفور کے باغ سے، محل سے کہ وہ اون کا ننگ وناموس ہے۔ جو کوئی محل کے ساتھ زیادتی کرے گا مین اوس کے مقابل آؤن گا۔ فوج کی تنخواہ سے اور اوس کا اگرکچھ باقی نکلے تو مین ادائی کا ذمہ دار ہون اوراسوقت تیار ہون"

سب نے متفق ہوکر کہا "بے شک نواب صاحب کے محل پر جو زیادتی کرے گا وہ کورنمک ہوگا لیکن آیندہ کے لئے کوئی تجویز ضرور ہونی چاہیئے تاکہ اون کا ننگ و ناموس برقرار رہے"

حکیم شہزادمسیح نے کہا کہ "ہان تجویز کی جاسکتی ہے اگر تم سب قدسیہ بیگم کی اطاعت کا اقرار کرو" سب نے اقرار کیا اور اُسی وقت ایک محضر تیار کیا گیا جس پر سب کی مہرین ثبت ہوئین۔

محضرنامہ کی نقل حسب ذیل ہے :-

محضــــــــــر

برادران و لواحقان ریاست - مورخہ ۲۵ محرم ۱۳۲۵ھ - مواہیر مثبتہ قاضی محمد یعقوب خادم شرع شریف ، محمد قادر بخش، امیر محمد خان جمال محمد خان، معز محمد خان ولد غوث محمد خان - شیخ عبدالقدوس کرم محمد خان ، محمد دین خان ،

باعث تحریر این چند سطور آنکہ

نواب نظیر الدولہ نظر محمد خان بہادر والی ریاست بھوپال نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ بودند ، حالاکہ نواب ممدوح بہ مشیت ایزدی از دار فانی رخت ہستی بربستہ بہ فردوس برین منزل گزیدند۔ بیگم صاحبہ نواب مغفور و صاحبزادی اولاد نواب مغفور موجود اند۔ پس از روے حقیقت کہ بہ جانب اولاد نواب مرحوم ست - و بیگم صاحبہ ننگ و ناموس نواب مغفور اند چنان معتمر یافتہ کہ بر جمیع معتمدات مالی و ملکی حکم مختاری بیگم صاحبہ نواب مغفور اجرا باشد - اکنون با جمیع خویشان و برادران و یگانگان و لواحقان در اتباع بیگم صاحبہ نواب مغفور خود را سرگرم داریم و سر مو در انحراف احکام بیگم صاحبہ بہتری خود کسی نوع نہ پسنداریم - شخصے راکہ از برادران و لواحقان و یا کار مداران نواب مغفور

بیگم صاحبہ مختاری اجرائے کاروبار ریاست خواہد بخشید مطابق
احکام بیگم صاحبہ انتظام ہر یکے امور خواہد داشت۔ بنابرین
چند کلمہ بطریق محضر نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند آئینہ
باشد۔ فقط ۲۵۔ محرم ۱۲۳۵ ہجری۔ چہاردہم نومبر ۱۸۱۹ء مطابق
۱۲۲۷ فصلی۔

جب یہ عہد و میثاق ہوگیا اور اقرار نامہ پر مہرین ثبت ہوگئین
تو اس کی ایک نقل ایجنسی مین بھیجی گئی اور یہ تجویز پیش ہوئی کہ "نواب
نظیر الدولہ کی صاحبزادی جس کے ساتھ منسوب ہون وہی مسندنشین ریاست
ہوگا، اور چونکہ ابھی صاحبزادی صغیر السن ہین اس لئے بیگم صاحبہ
مالک ریاست رہین اور جس کسی کو ریاست کا اختیار دین اوس کی
سب اطاعت کرین" صغیر السن صاحبزادی جو آئندہ دنیا کی ایک بہت
بڑی مدبّر خاتون ہونے والی تھین اس مجمع مین تشریف رکھتی تھین۔
نواب غوث محمد خان نے انکو حکیم شہزاد مسیح کی گود مین دیا اور کہا کہ
"جس طرح نواب صاحب کی زندگی مین آپ امور ریاست کو انجام
دیتے تھے اوسی طرح اب بھی دین" اونھون نے جواب دیا کہ "مجھ سے
ممکن نہین ہے سارا ولولہ نواب صاحب کے ساتھ ختم ہوگیا۔ میان
کرم محمد خان کو مختار ریاست ہونا چاہئیے" اس پر جانبین سے

بے انتہا اصرار و انکار رہا اور بالآخر شہزاد مسیح کے بہت زور دینے پر
میان کرم محمد خان مختار ریاست قرار پاے اور حکیم شہزاد مسیح نے
اون کی امداد و اعانت کا وعدہ کیا - کیسے وفادار ارکان تھے اور انکی
نیتون مین کیسا خلوص تھا اور کس قدر ایثار کی صفت رکھتے تھے -
وہ ملک اور اوس کا حکمران ہزار ہا مبارک باد کا مستحق ہے اور اوس
کے لئے بڑی خوش نصیبی ہے کہ ایسے باحوصلہ اور وفا پرست ارکان
نصیب ہون - غرض اس تجویز کو تمام رعایا اور حکام نے منظور کیا - اور
قرار پایا کہ میجر ہینلے کی آمد پر اس کارروائی کی توثیق کی جاے -

دو تین دن کے بعد میجر ہینلے آئے اور تجویز اون کے سامنے
پیش کی گئی - میجر ہینلے نے پھر اس امر پر زور دیا کہ حکیم شہزاد مسیح کو
دیوان ریاست ہونا چاہیئے - لیکن اونہون نے اس عہدہ کو تو منظور
نہین کیا البتہ اس بات کا اقرار کیا کہ مین خانہ نشین ہوکر بھی میان
کرم محمد خان کی اطاعت کرون گا - مجھ سے یہ کسی طرح ممکن نہین ہے
کہ مین دربار مین بیٹھون -

اس موقع پر میجر ہینلے نے یہ تجویز کی کہ سکندر بیگم ابھی
صغیر السن ہین اور زیادہ عرصہ تک مسند ریاست کو خالی رکھنا مناسب
نہین - مبادا کوئی نقصان پیدا ہو اس لئے بیگم صاحبہ کو ایک لڑکا انتخاب

کر لینا چاہیئے۔

غالباً عورتون کی کمزور طبیعتون کے لحاظ سے میجر ہینلے اور ارکان ریاست کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے پُرآشوب زمانہ مین بجائے عورت کے ریاست مردون کے ہاتھ مین رہے۔ چونکہ اعزاے ریاست مین سب سے قریب تر عزیز امیر محمد خان تھے اور اون کے دو لڑکے موجود تھے اس لئے انہین پر سب کی نظر گئی لیکن نواب قدسیہ بیگم کو اس انتخاب پر اطمینان نہ تھا کیون کہ وہ نواب امیر محمد خان کی طبیعت اور سرشت سے واقف تھین اس لئے اونہون نے پہلے انکار کیا مگر دوسری طرف وہ خود کم سن تھین۔ میجر ہینلے اور وفاداران ریاست و خاندان بالاتفاق اس انتخاب کو مناسب سمجھتے تھے اس لئے نواب قدسیہ بیگم کو منظوری دینے کے بغیر چارہ نہ تھا۔

جب یہ مسئلہ طے ہو گیا تو حکیم شہزاد مسیح نے امیر محمد خان سے اون کے فرزند اکبر منیر محمد خان کے لئے درخواست کی۔ اونہون نے پہلے تو منظور کیا۔ پھر خود مدعی ریاست ہو گئے اور اس کے متعلق میجر ہینلے سے مراسلت شروع کی۔ میجر صاحب موصوف نے عہد نامہ کا حوالہ دیکر اون کو چشم نمائی کی اور حسب ذیل خط لکھا:۔

"آپ کو اوس عہدنامہ کا حال بھی معلوم ہوگا جو خود نواب صاحب
اور اون کی اولاد اور برٹش گورنمنٹ مین ہوا تھا، نواب صاحب
کے بھائی اور وزراجنھون نے اس عہدنامہ کے متعلق خط وکتابت
کی تھی یعنی کرم محمد خان بہادر و اسمٰعیل محمد خان و حکیم
شہزادمسیح، نواب وزیر محمد خان کے وقت سے انتظام ریاست پر
مامور ہین اور ان لوگون نے بہمہ وجوہ ریاست کی سرسبزی مین
ترقی دی ہے۔ جو انتظامات کہ اس وقت تجویز کر رہے ہین وہ
ایسے ہین جو اوس مقصود کے لئے بہترین متصور ہو سکتے ہین اور
چنانچہ برٹش گورنمنٹ کی راے سے بھی مطابقت رکھتے ہین جن کا
مقصود بھی یہی (یعنی سرسبزی ریاست) ہے۔ اور چونکہ اور کوئی انتظام
بہبودی ریاست اور آپ کے خاندان کے لئے ان سے زیادہ
سودمند نہین ہو سکتا لہذا ان وجوہ سے آپ کی قوت ممیزہ
سے اس امر کی امید ہے کہ آپ فی الفور انہین پر کاربند ہونگے۔

۲۴ رنومبر ۱۸۱۹ء مطابق ۳ر صفر ۱۲۳۵ھ"

اس خط سے فی الجملہ نواب امیر محمد خان متنبہ ہو گئے۔ اونھون نے
منیر محمد خان کو نواب قدسیہ بیگم کی فرزندی مین دیدیا۔ اور
امور ریاست مین عدم مداخلت کا اقرارنامہ بھی تحریر کردیا۔

اس حادثہ اور آیندہ انتظامات کی باقاعدہ اطلاع نواب قدسیہ بیگم کی طرف سے بھی بذریعہ خرائطہ رزیڈنسی اور گورنر جنرل بہادر کشور ہند کو دی گئی۔

سر جان مالکم صاحب بہادر (ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا) نے جو جواب اس خریطہ کا دیا اوس مین اس حادثہ پر اظہار افسوس اور صبر و سکون کی تلقین کی گئی تھی اور نواب قدسیہ بیگم کو یون مطمئن کیا گیا تھا کہ:۔

"این جانب را در ہر باب بہ نحو سابق حامی خود دانستہ رشتہ ریاست خود را بہ عنایت الٰہی و توجہات سرکار کمپنی بہادر دام اقبالہ العالی قوی و مستحکم دانند و بہ ہر صورت خاطر قرین اطمینان دارند"

اس کے بعد اسی خریطہ مین آیندہ انتظامات کے متعلق لکھا تھا:۔

"و این کہ منیر محمد خان برادر زادہ نواب جنت مکان را محافظ ریاست و کرم محمد خان را حارس ملک قرار دادہ اند۔ آفرین بر دانائی و خردمندی عالیہ باد۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہیچ تخلل در ارکان ریاست عالیہ راہ نخواہد یافت و میجر ہینلے صاحب بہادر بیش از بیش متوجہ تنقید حال و احوال خواہند بود"

مارکوئس آف ہسٹنگس Marquis of Hastings

صاحب بہادر گورنر جنرل کشور ہند نے جو خریطہ تعزیت بھیجا (جس میں اس انتظام پر اظہار اطمینان اور آیندہ کے لئے وعدہ امداد کیا گیا ہے) حسب ذیل ہے :-

"نواب بیگم صاحبہ مشفقہ مکرمہ سلمہا اللہ تعالیٰ

مہربانی نامہ مودت طراز متضمن اطلاع عدیمی خبر ملالت اثر وقوع واقعہ
دلخراش اعنی انتقال مغفرت اشتمال نواب نظیر الدولہ نظر محمد خان
بہادر شوہر آن مشفقہ بتاریخ بست و دوم شہر محرم ۱۲۳۲ھ در قلعہ
اسلام نگر از ضرب طپنچہ کہ آن مرحوم ہمیشہ عادت نگاہ داشتنِ آن
با خود می داشتند ناگہان بہ تحریک انامل قضاے ایزدی ازپشیان
خالی و باعث این حادثہ روح فرسا ہجوم افواج غم و الم پیرامون
خاطر شریف گردیدہ این کہ بتاریخ بست و پنجم شہر مزبور روز فاتحہ
سوم آن مرحوم و مبرور جمیع اسر با خویشان و رئیسان شہر حاضر شدہ
بہ تسلی و تشفیِ آن مشفقہ و دیگر غمزدگان این مصیبتِ کبریٰ پرداختہ
ہمگی یک دل و یک زبان کمر بہ اطاعت و فرمان برداری آن مشفقہ
و دختر سعادت اختر آن مرحوم بدستور عہد قدیم بستند۔ لاکن آن مشفقہ
نظر برین کہ اجراے امور ریاست و حکم احکام بدون یک کس زہیں

و سردار با هوش و وقار صورت نمی تواند گرفت نظیر الدوله
منیر محمد خان بهادر برادرزادهٔ کلان نواب مرحوم را در آغوش فرزندی
خود امتیاز بخشیده بر مسند ریاست متمکن و به جهت سن طفولیت ایشان
کرم محمد خان عم نواب مرحوم بهرور را در نیابت نواب موصوف
بپاس واقفیت و اطلاع داشتن شان از پیشتر در هر یک امور مالی و
ملکی مقرر نمودند و جمیع اهلکاران و رفقاے سابق را بدستور بحال و
مستقل داشتند با دیگر مراتب توقعات شفقت و عنایت این سرکار
دولتمدار مثل عهد آن مرحوم جنت نصیب و اظهار لوازم خلوص و محبت
و صدق ارادت موصول شده به مندرجات مشرح و مطلع ساخت
مشفقهٔ من ! چون این جانب را به پاس دوستی و اخلاص و
هواخواهی و خیر سگالی و رضاداری نواب مغفرت مآب نسبت بهالی
این سرکار بدل الفت و محبت حاصل بود ، الحق که ازین واقعهٔ
جان فرسا چه قدر غم و اندوه ، حسرت و افسوس عاید حال مخلص گشته
علاوه ازو یاد غم و الم و مصیبت و ملال خاطر آن مشفقه دوبالا گردید لاکن
چون سنوح این سانحهٔ ناگزیر محض از مشیت ایزد قدیر است و هر
متنفس را همین شاهراه در پیش ، ناچار به صبر و اصطبار پرداخت -
انسب که آن مشفقه نیز به حبل المتین مصابرت متمسک شده غبار این

اندوہ و ملال از خاطر خود دور ساختہ نائرۂ آلام دیگر غمزدگان را نیز اطفا
تسلی و تسکین فرونشانند و آن مشفقہ کہ بعد از حدوث این واقعۂ ہائلہ
از راہ صواب آرائے خود ہمگی مہام ریاست و امارت را از رو
فرزندخواندن نواب منیر محمد خان و متمکن ساختن ایشان بر
وسادۂ ریاست و عم نواب مرحوم را بہ نیابت ایشان مقرر ساختن
حسن انتظام و بند و بست بوجہ اتم نمودند، مخلص آن را از دلائل
کمال فہم و فراست و دانائی و ہوشیاری آن مشفقہ متصور نمودہ نہایت
بجا و مستحسن و باعث مسرت و خوشنودی خاطر انگاشت۔ حق سبحانہ تعالیٰ
ظہور این امر میمنت آغاز فرخی انجام را بہ آن مشفقہ و جمیع اصدقا و احبا
مبارک و مہیا گرداناد و آن مشفقہ از این وادی مطمئن و دل جمع باشند
کہ اہالی این سرکار در حفظ و صیانت لوازم خیر و خوبی و ازدیاد رونق
و سرسبزی امور ریاست آن مہربان دریغ نہ خواہند کرد بلکہ حتی الوسع
والامکان ہمت والا نہمت در آن متوجہ و مصروف خواہند داشت
مترصد کہ مخلص را پیوستہ خواہان مژدہ خیریت مزاج مودت امتزاج
انگاشتہ بہ ارقام آن مسرور و مبتہج می ساختہ باشند۔ زیادہ چہ برطرازد

ابتدائے فساد | منیر محمد خان کو فرزندی میں لینے اور جدید انتظام حکمرانی کو
ابھی چند ہی سال ہوئے تھے کہ امیر محمد خان کا رنگ طبیعت کھلنے لگا

اور نواب منیر محمد خان کو ترغیب دی کہ وہ اپنے مشیرون کے خلاف عمل کرین۔ جمال محمد خان نے سینہ زوری شروع کی اور چاہا کہ چند محالات پر قابض ہو جائین۔ منیر محمد خان نے اون کو مدد دی لیکن اُنکو حکیم شہزاد مسیح سے بھی خوف تھا اس لئے سب سے پہلے یہ سازش کی گئی کہ حکیم شہزاد مسیح قتل کئے جائین۔

حکیم شہزاد مسیح کا معمول تھا کہ وہ عاشورہ کے دن میر غلام شاہ کے تعزیہ کے ساتھ کربلا جایا کرتے تھے۔ میر غلام شاہ کا تعزیہ نواب نظیر الدولہ کے مقبرہ پر بنتا تھا اور اس موقع پر اون کے ہمراہ صرف ایک رسالہ ہوتا تھا جو نواب سکندر بیگم کا باڈی گارڈ تھا۔

میر غلام شاہ شیعہ مذہب رکھتے تھے مخالفین نے ارادہ کیا کہ مذہبی جھگڑا اُٹھایا جاے۔ اور جب شہزاد مسیح حمایت کرین تو وہ قتل کر دیے جائین۔ شہزاد مسیح کے قتل کے بعد بیگم صاحبہ کے قبضہ سے ریاست نکل جانا بہت آسان ہے۔ جب حکیم شہزاد مسیح کو یہ اطلاع ہوئی تو انھون نے کچھ پروا نہ کی اور حسب معمول کربلا گئے۔ مخالفین نے کثرت سے ولائتیون کو نوکر رکھا تھا اور فوج کے بھی بہت سے آدمیون کو اپنے ساتھ شریک کرلیا تھا۔ جب سرکار قدسیہ بیگم کو اس سازش کی خبر ہوئی تو اونھون نے احتیاطاً نواب سکندر بیگم کو نواب معز محمد خان کے

محل پر بھیجدیا اور شہزادہ مسیح نے اپنے منجھلے لڑکے امداد مسیح کو ہدایت کی کہ اگر مین قتل کیا جاؤن تو خاندان کی عورتین بھی قتل کردی جائین تاکہ اون کا ننگ و ناموس محفوظ رہے۔

حکیم شہزادہ مسیح جس طرح ایک مدّبر، بہادر اور دلیر آدمی تھے اوسیطرح وہ جذبات انسانی کو بھی کامل طور پر پہچانتے تھے۔ وہ اپنے محبوب نامی گھوڑے پر سوار تھے، اُنھون نے منیر محمد خان کے غول کی طرف باگ موڑی اور اپنے ہمراہیون کو چھوڑکر آگے بڑھے۔ خدمت گارون کو حکم دیا کہ سائیسون سے کہو کہ نیزون کی " نے " لیکر حاضر ہون۔ یہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ ان پر ہتیار اُٹھائے جائین۔ جب سائیس حاضر ہوئے تو اونھون نے کہا کہ ان کو نیزون کی " نے " سے پسپا کرو۔ یہ کہنا تھا کہ مخالفون کے دل پر ہیبت طاری ہوئی اور جو لوگ کہ سرغنہ تھے وہ بے تحاشا بھاگے حتی کہ نواب صاحب نے بھی بھاگ کر کرم محمد خان کے مکان مین پناہ لی۔ حکیم شہزادہ مسیح نے تعزیہ تالاب مین ٹھنڈا کیا اور معمول کے مطابق کربلا سے واپس آئے۔

اس واقعہ کے بعد منیر محمد خان نے کُھلم کُھلا امور ریاست مین دست اندازی شروع کی۔ نواب قدسیہ بیگم اون کی اس مداخلت کو ناپسند کرتی تھین کیونکہ اول تو منیر محمد خان کی عمر ہی کیا تھی

۱۴ - ۱۵ سال کے نوجوان تھے - اوس پر مفسد بد اندیش اور عقل سے
بے بہرہ لوگ اون کے ہم نشین اور ہم صحبت تھے - اون کی بے اعتدالیان
حد سے گذر گئین - میان کرم محمد خان اور حکیم شہزاد مسیح بھی کنارہ گیر ہوے
اور باوجود نواب قدسیہ بیگم کے اصرار کے بھی انھون نے کام نہ کیا -
جب یہان تک نوبت پہونچی تو صاحب پولیٹکل ایجنٹ نے حکیم شہزاد مسیح کو
لکھا کہ "نواب صاحب ابھی واقف نہین ہین اور بغیر میان کرم محمد خان اور
تمھاری راے کے وہ ریاست کا کام نہین کر سکتے ہین - لہذا دست کشی
مناسب نہین ہے اور اگر یہی حالت رہی تو بہت ابتری پیدا ہو جائیگی
اور اس کا الزام دونون پر ہوگا" ان دونون نے چار ناچار پھر کام انجام
دینا شروع کیا - لیکن نواب منیر محمد خان کی بداطواریان روز بروز زیادہ
ہونے لگین - نواب قدسیہ بیگم نے اون کو اپنے محل کے متصل رکھا تھا
اور اس مین یہ مصلحت تھی کہ اون کے چال چلن کی ہر وقت اطلاع ہوتی رہیگی
اور وہ خود بھی دیکھتی رہین گی - لیکن منیر محمد خان نے ابتدا ہی سے ایسی حرکتین
کین کہ نواب قدسیہ بیگم کے دل کو سخت صدمے پہونچے - اسکے علاوہ
اخلاق و عادات کے لحاظ سے وہ ناقابل اطمینان ثابت ہوئے اور یہ
امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ اون کی صحت خراب ہے - اب نواب قدسیہ بیگم کو
اور بھی تردداتِ پیدا ہوئے وہ دیدہ و دانستہ اپنی بیٹی کو دائمی مصیبت مین

مبتلا نہین کرنا چاہتی تھین اور نہ یہ ممکن تھا کہ وہ ریاست کی بربادی کو اپنی آنکھون سے دیکھین۔ میجر ہینلے جو بھوپال و خاندان رئیس کے حقیقی محسن تھے انتقال کر چکے تھے۔ غرض نواب قدسیہ بیگم کو بالآخر تمام امور پر نظر کرنے کے بعد یہی مناسب معلوم ہوا کہ پر نسبت فسخ کرین۔ اونہون نے نہایت مایوسی کے ساتھ ان حالات کی اطلاع مسٹر ٹامس ہربرٹ ماڈک صاحب (Thomas Herbert Madocks) پولیٹکل ایجنٹ کو دی اور لکھا کہ:-

"نواب نظر محمد خان بہادر مرحوم نے اس ریاست کے قائم رکھنے مین بے انتہا کوششین کی ہین۔ اونہون نے پنڈارون کے فتنہ کے وقت ملک کو محفوظ رکھا ہے اور اون کے حُسن ارادت کی بنیاد پر نواب گورنر جنرل مارکوئیس آف ہسٹنگ Marquis of Hasting کے درمیان معاہدہ ہوا اور جب سے عہد نامہ ہوا نواب صاحب نے سرکار انگریزی کا متوسل ہوکر اور عہد نامہ پر وثوق رکھ کر کوئی دقیقہ صفائی و محبت مین اُٹھا نہین رکھا اور جب اون کا انتقال ہوا تو تمام اخوان و ارکان ریاست نے میرے اور میری اولاد کے حقوق کو دل و جان کر اطاعت اختیار کی اور ایک اقرار نامہ تحریر کیا گیا جس پر قاضی اور مفتی اور برادران ریاست کی مہرین ثبت ہین جس کی نقل ارسال ہے

کارپردازان قدیم مثل کرم محمد خان اور حکیم شہزادہ مسیح کے جو مختار
عہد نامہ تھے اُنھون نے یہ خیال کیا کہ مسندِ ریاست کے لئے ایسا آدمی
چاہئے کہ آیندہ نواب صاحب مرحوم کی لڑکی کے ساتھ شادی کرے تاکہ
اور سرکار انگلشیہ کا عہد نامہ نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ قائم رہے۔
میجر صاحب بہادر (میجر ہینلے) متوفی بھی اس تجویز مین شریک تھے
جب اس کام کے لئے نواب منیر محمد خان کی تجویز ہوئی تو مین نے انکار
کیا اور خیال کیا کہ اونکی اور اون کے والدین کی فسادی طبیعت سے
آیندہ اتفاق رہنے کی امید نہین اس لئے اون کو فرزندی مین
لینا اور مسند پر بٹھانا مجھے منظور نہین ہے مگر اس خیال کے دور کرنے
کے لئے کارپردازان ریاست نے منیر محمد خان کے والدین سے
ایک اقرار نامہ لیا جس پر قاضی، مفتی، اور بھائی بندون کی مہرین
ثبت تھین اور جس مین میری اطاعت اور عدم سرکشی کا اقرار تھا
نواب منیر محمد خان باوجود ۱۴ سال کی عمر کے عقل سے بے بہرہ ہین
میری اطاعت سے اون کو انکار ہے اور سرکشی و کوتاہ اندیشی شروع
کر دی ہے لہذا اپنے اور نواب مغفور کی اولاد کے خیال سے
جو سرکار انگلشیہ کے ظلِ عاطفت مین ہے اور اون وثوق و عہود
قدیمہ کے لحاظ سے جو ہوئے ہین مجھے امید ہے کہ آپ نواب

منیر محمد خان کی حکومت کو بحال نہ رکھین گے کیون کہ اس صورت مین
خیرخواہان ریاست کی بربادی کرنی ہے اور اس خاندان کی
تباہی بھی آپ کو منظور نہ ہو گی کیونکہ دفعہ اول عہد نامہ مین مندرج ہے
کہ دوست و دشمن ایک جانب کے دوست دشمن جانبین کے ہونگے
جمال محمد خان نے جو منیر محمد خان کا مشیر ہے پہلے سات آٹھ ہزار
روپیہ کھایا اور پھر ہماری پناہ مین آیا اور اب باغی ہو گیا۔ اور منیر محمد خان
کو اغوا کرتا ہے کہ ریاست برباد کر دی جاے چنانچہ وہ اپنی کوشش مین
سرگرم ہے اور مین سرکار کمپنی اور آپ پر اعتماد کرتی ہون "

مسٹر ہربرٹ ماڈک صاحب نے کپتان جے جانسٹن
(Capt. J. Johnstone) اسسٹنٹ پولٹیکل ایجنٹ کو بھی
بھوپال بھیجدیا تاکہ وہ فساد کے انسداد مین کوشش کرین اور اگر ضرورت
ہو تو نواب قدسیہ بیگم کو مدد دین۔ اونھون نے منیر محمد خان کو فہمائش
و ہدایت اور تنبیہ کرنے مین بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا اور ایک
مراسلہ مین صاف صاف لکھدیا :-

" تمام اختیار سرکار بزرگ کو ہے آپ کو چاہئے کہ اون کی صلاح
سے کام کرین اور اگر ریاست مین دخل دینے کا منشا ہے تو وہ اس
سرکار مین ہرگز قابل قبول نہین۔ آپ نے تمرد اختیار کیا ہے اور اگر آپ

ترک کردی ہے اور یہ خواہش ہے کہ حسب راے خود ریاست مین

تغیر وتبدل کرین ؟

اسی سلسلہ مین اُن دونون دستاویزون کا بھی حوالہ دیا جو ارکان و برادران ریاست نے نواب قدسیہ بیگم کے اختیارات اورامیر محمد خان نے منیر محمد خان کے تفویض نامہ کی بابتہ لکھی ہین۔ اس کے بعد انہون نے اسی مراسلہ مین جتا دیا کہ :۔

"اس تفویض نامہ مین صاحبزادی صاحبہ (نواب سکندر بیگم) کی نسبت کا کوئی ذکر نہین ہے بلکہ یہ تحریر ہے کہ اگر آپ وقت بلوغ نواب قدسیہ بیگم کی اطاعت سے انحراف کرین گے تو یہ تجویز باطل ہو جاے گی ؟

پھر کپتان جے جانسٹن کی بھی ایک تحریر کا حوالہ دیکر لکھا کہ :۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم صاحبہ اور کارپرداز باہم موافق ہین اور آپ نے اون سے علیٰحدہ ہو کر نئی فوج بھرتی کی ہے اور آپ کا ارادہ ہے کہ تمام ملک قوت کے ذریعے قبضہ مین لایا جاے۔ یہ نہایت نا ملائم بات ہے اور خدا جانے کس بداندیش کے کہنے سے یہ حالت ہوئی ہے۔ آپ مطلع ہون کہ جو شخص بیگم صاحبہ کی مرضی کے خلاف ملک بھوپال مین دست اندازی کرے گا و

سرکار انگلشیہ کا مخالف ہے اور اب جب کہ یہ خرخشہ درپیش ہے
تو جنگ کی نوبت ضرور پہونچے گی اور اگر ایسا ہوا تو اس طرف سے
بیگم صاحبہ کی اعانت ناگزیر ہے۔ اس صورت مین کیونکر جائز ہے کہ
آپ نئی فوج ملازم رکھین۔ آپ کے آدمی ناحق ناکہ جات اور قلعہ جات
کی مزاحمت کرتے ہین اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہر طرح ہنگامہ
آرائی کے لئے مستعد ہو سکئے ہین۔ اگر بیگم صاحبہ اور اونکے کارپردازوں کی
طرف سے طرح دہی نہ ہوتی تو غالباً فساد ہو جاتا۔"

اس کے بعد ملازمان جدید کی برطرفی اور بغیر اجازت امور ریاست مین
دست اندازی کی ممانعت پر زور دیکر تحریر کیا کہ :-

"اوس عہد نامہ مین جو سرکار انگلشیہ اور نواب نظر محمد خان
کے درمیان ہوا ہے درج ہے کہ یہ عہد و پیمان نواب صاحب اور اون کی
اولاد کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ قائم رہین گے اور اون کی اولاد مین بالفعل
یہی ایک صاحبزادی ہین اور کوئی نہین ہے۔ پس ممکن نہین ہے کہ
سرکار انگلشیہ کی طرف سے اس عہد کے خلاف کیا جاے ریاست
موروثی بھوپال اونہین پر مسلم رہے گی اور بعد شادی جو اولاد اون سے
ہوگی وہی مالک ریاست ہوگی۔ غرض کہ آپ یہ سب مراتب معلوم
کرین گے کہ مخلص کی تجویز کا کیا مطلب ہے اور اس بات کے سمجھنے

کے بعد کپتان صاحب کی صلاح سے جو مرضی ہوگی تحریر کرین گے۔"

اسی سلسلہ مین ایک اور مراسلہ بھی بھیجا جس مین وہ لکھتے ہین کہ:۔

"اس سے قبل مین نے دو خطوط مورخہ یکم و ہفتدہم ستمبر ۱۸۲۷ء مین صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ جملہ امور ریاست کا اختیار جناب نواب بیگم صاحبہ کو ہے آپ کو اون کی صلاح و رضاجوئی کے ساتھ رہنا چاہئے اور اگر اون کے خلاف استمزاج اور بغیر رضامندی کے دخل دہی کا ارادہ ہے تو اس سرکار (سرکار انگریزی) مین ہرگز منظور نہ ہوگا آپ کے پاس اوس دستاویز کی نقل جو برادران خرد و کلان ریاست بھوپال نے ملکیت و مختاری بیگم صاحبہ کے لئے لکھی ہے۔ آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیجدی گئی ہے اور نیز میان امیر محمد خان جو آپکے والدین اون کی تحریر موسومہ بیگم صاحبہ سے بھی صاف روشن ہے کہ بالغ ہونے کے بعد اطاعت و فرمانبرداری بیگم صاحبہ سے انحراف کی صورت مین آپ کی فرزندی مین لینے کی تجویز باطل ہو جائے گی اوران دستاویزات کی بنا پر بیگم صاحبہ کے اختیارات مین کوئی شک نہین رہتا اور امور ریاست مین خلاف رضامندی اون کے کوئی دخل جائز نہین ہے۔ اور اس کاغذ مین بیگم صاحبہ کی اطاعت و استمزاج صاف طور پر درج ہے اور اس بنا پر اون کو اختیار ہے کہ آپ کی مسند نشینی کو

باطل کردین اور اس خیال سے کہ یہ بہت اہم باتین ہین ضرورت ہے
کہ آپ کو سمجھا دی جائین اور جو عہدنامہ کہ مابین سرکار دولتمدار کمپنی
انگریز بہادر دام اقبالہ اور نظیرالدولہ نواب نظر محمد خان بہادر کے
ہوا ہے اوس مین مرقوم ہے کہ یہ عہدنامہ نواب صاحب اور اون کی
اولاد سے نسلاً بعد نسلٍ قائم رہے گا۔ اور سوائے صاحبزادی صاحبہ
نواب مغفور سکندر بیگم کے دوسری کوئی اولاد موجود نہین ہے اور
ممکن نہین ہے کہ اوس سرکار دولت مدار سے اوس عہدنامہ کے خلاف
کچھ ظہور ہو۔ صاحبزادی صاحبہ کے حق مین ریاست بھوپال موروثی ہے
اور صاحبہ موصوفہ کی شادی کے بعد جو اولاد ہوگی وہ بھی ریاست کی
مالک رہے گی ؎

باوجود اس کے نواب قدسیہ بیگم نے رفع فساد کے لئے یہان تک تجویز کیا کہ
نواب منیر محمد خان سے اقرارنامہ لیا جاے کہ وہ کوئی جھگڑا نہ کرین گے اور
اگر وہ اپنے پاس سے مفسدون کو نکال دین اور شائستہ آدمیون کو رکھین
تو مصارف ذاتی کے لئے انتظام کردیا جاے گا۔ لیکن نواب منیر محمد خان کا
ارادہ ہی اور تھا۔ اون کے چارون طرف مفسد موجود تھے اور یہ خیال تھا
کہ جس طرح ممکن ہو جنگ و جدل سے ریاست پر قبضہ کرلینا چاہئے اون پر
باوجود ایسی صریح و صاف فہمائش کے بھی کوئی اثر نہین ہوا اور بالآخر وہی

خطرہ پیش آگیا جس کا کہ اندیشہ تھا- اکثر نمک حرام سپاہی بہ طمع زر و جاگیر
اون کی طرف ہو گئے- سازش کے ساتھ قلعہ رائسین پر قبضہ کر لیا-
اور اسی طرح قلعۂ اسلام نگر مین جہان جاٹ آباد تھے سازش کی- پھر
کچھ نئی فوج بھرتی کر کے بڑی بھاری جماعت فراہم کر لی- ہر روز تزک شاہانہ
اور جلوس خسروانہ کے ساتھ سواری نکلتی اور لڑائی شروع کرنے کی تدبیرین
کی جاتین- اسی طرح کچھ شہر پناہ کے لوگ بھی مل گئے تھے-

ایک دن جمال محمد خان اور نواب منیر محمد خان نے تمام فوج کو
تیار کیا اور شاہانہ کر و فر کے ساتھ بھوپال مین گشت کر کے اپنے محل مین
داخل ہوئے- جمال محمد خان، محمد دین خان اور ابراہیم خان نے
اپنے ہمراہی اوبھاونین کو ایک جگہہ جمع کر کے تجویزین سوچنا شروع کین-
بہت رد و کد کے بعد یہ طے پا گیا کہ پچھلی رات کو تمام لوگ اپنے اپنے گھرون کا
انتظام کر لین اور صبح صادق سے پہلے شہر کی ناکہ بندی اور کوچہ بندی
کر لی جائے تاکہ کوئی کہین آنے جانے نہ پائے- پھر یکبارگی مع تمام
جمعیت کے نہایت اطمینان کے ساتھ حملہ کر کے سارا شہر لوٹ لیا جائے
اور جو جو معزز اور شریف ہین اون کی عورتین بے عزت کی جائین تاکہ یہ
سب کے سب منتشر ہو جائین اور جو رہ جائین وہ گھرون مین جانے نہ پائین
اور ایسا انتظام کیا جائے کہ نہ تو اون کو پانی مل سکے اور نہ دانہ- اس صورت سے

ایک ہی روز مین فیصلہ ہو جائے گا۔

اس مشورہ کے بعد نواب منیر محمد خان ہے مددگار نواب صاحب سے رخصت ہو کر اپنے اپنے گھرون پر انتظام کرنے کی غرض سے چلے گئے جب مخبر نے بعد عشا اس مشورہ کی اطلاع حکیم شہزاد مسیح سے کی تو اونہون نے تمام ارا کین ریاست کو جمع کر کے شورے کیا۔

سرداران ریاست اور اقربا نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ سب کے سب فوراً اپنے اپنے گھرون پر جائین اور کافی بندوبست کر کے نواب قدسیہ بیگم کی ڈیوڑھی پر جمع ہو جائین - اور جس وقت مفسدین حملہ آور ہون اون کا مقابلہ کیا جاے - اتنے مین بخشی بہادر محمد خان کو چوبدار بلا کر لایا اور اون کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی اور مشورہ چاہا گیا اونہون نے متفقہ راے سے اختلاف کیا - اور کہا کہ "جس وقت مفسدین شہر کا بندوبست کر کے لوٹ لین گے اور ایک جانب سے ناکہ بندی اور کوچہ بندی ہو چکیگی اوس وقت کوئی تدبیر بن نہ آئے گی اور تدارک ناممکن ہو گا کیونکہ بمقابلہ ہمارے اون کے پاس جمعیت بہت زیادہ ہے علاوہ ازین یہان کے آدمی جان کے خوف اور شہر کے غارت ہو جانے اور لوٹ کے مال مین حصہ ملنے کی وجہ سے اون مین جا ملین گے اوس وقت کچھ نہ بن آئے گی اور پھر کوئی یہان مددگار و معاون نہ ہو سکے گا" حکیم شہزاد مسیح نے کہا۔

"تو آپ ہی بتلائیے کہ کیا کیا جائے" اوس پر بخشی صاحب نے جواب دیا
کہ "قبل اس کے کہ وہ اپنی تجویز کی تکمیل کرین ہم خود ناکہ بندی اور کوچہ
بندی کرلین اور رات ہی مین شب خون مارا جاے اور اس کی نوبت
ہی نہ آئے کہ شہر غارت ہو۔ اور اس طرح ہم کو یقینی فتح حاصل ہوگی" سب نے
اس مشورہ سے اتفاق کیا اور اس کی تعمیل و تکمیل بخشی بہادر محمد خان
کے ہی ذمہ رکھی گئی۔ بخشی صاحب نے بھی اس کو منظور کرلیا۔ اور حکیم صاحب
سے کہا "تمام معززین کو آپ اپنے یہان جمع رکھئے مین صرف علاقہ بخشیگری سے
جہان میرے معتمدین فوج کو ہمراہ لے جاؤن گا۔ آپ صرف اس امر کی اطلاع
حاصل کرتے رہین کہ اگر کوئی دگرگون بات ہو تو فوراً کمک لے کر پہنچ جائین"
بخشی صاحب نے علاقہ بخشیگری سے (۱۵۰) آدمی اور ڈھائی سو سکھ
مع کان سنگھ اور ڈیڑھ سو لائیتیون کو آستانہ خاص پر جمع کردیا اور
گولی بارود تقسیم کردی۔ اس کے بعد میان جمال محمد خان اور محمد دین خان
کے گھرون کی ناکہ بندی کی تاکہ وہ نواب منیر محمد خان کے شریک ہوکر اونکی
امداد نہ کرسکین۔ کرم محمد خان اور حکیم شہزادہ مسیح کے یہان الگ الگ مدد
کے لئے رسالہ خاص اور ایک جمعیت موجود رہی۔ صرف بخشی بہادر محمد خان علاقہ
بخشیگری کے (۵۰۰) آدمیون کی جمعیت لے کر گھڑیالی دروازہ دیوان خانہ
کے قریب پہونچے اوس وقت دیوان خانہ مین ۱۷۰۰ ولائیتیون کی جمعیت

موجود تھی اور دو تین ولایتی پہرہ دے رہے تھے۔ بخشی صاحب نے حوالدار کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور ہدایت کردی کہ اگر پہرہ والا پوچھے اور تم کو روکے تو اوس کو مار ڈالنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تین جوانون کو جو پہرہ دے رہے تھے اسی طرح قتل کر دیا۔ بخشی صاحب نے آگے بڑھ کر چند کو بیٹھے اور باقی کو سوتے دیکھا۔ اونھون نے کل ہمراہیون کو حکم دیا کہ چونکہ دشمن کے تمام آدمی سو رہے ہین کوئی بندوق سر نہ کی جاے تاکہ فیر خالی نہ جائین جس وقت یہ ہوشیار ہون اوسوقت یکایک باڑھ ماری جاے۔" اسکے بعد اونھون نے غنیم کو ہوشیار کرنے کی غرض سے پستول سر کیا۔ جس وقت سب ہوشیار ہو گئے ایک بارگی حملہ آور ٹوٹ پڑے جس نے مقابلہ کیا اوسکو قتل اور جس نے ہتیار ڈالدئے اوس کو گرفتار کر لیا۔ اس اثنا ہین ایک شخص بخشی صاحب کے سامنے آیا اونھون نے چاہا کہ اوس کو قتل کر دین وہ رونے لگا اوس کی گریہ وزاری پر اون کو رحم آیا اور اُس سے کہا کہ ہتھیار رکھدے اور مقتولین کے ساتھ لیٹ جاے اوس نے ایسا ہی کیا۔ لیکن جب وہ چند قدم بڑھے تو اوس شخص نے اسی حالت مین اون پر طنچہ سر کیا جس کی گولی سے سر کے کچھ بال اوڑ گئے۔ اونھون نے پلٹ کر تلوار سے اوسکے دو ٹکڑے کر دیے۔ اسی طرح لڑتے ہوے آگے چلے گئے اور کسی سے اپنے زخمی ہونے کا حال بیان نہین کیا اور برابر لڑتے اور مجرمون کو گرفتار

کرتے رہے۔ جمال محمد خان اور دین محمد خان بھی بہ سبب کچہ بندی کے اپنے
رفقاء کی امداد نہ کر سکے لیکن چار پانچ روز تک بندوقین اور توپین جانبین
سے سر ہوتی رہین۔ نواب قدسیہ بیگم کے محل پر فیر کئے گئے اور وہان
سے بھی فیر ہوئے۔ قلعہ فتح گڈھ سے گولہ باری کی گئی اور بالآخر گولہ باری سے
دست بدست شمشیر زنی کی نوبت پہونچی۔ چار پانچ دن شدید جنگ رہی۔
نواب منیر محمد خان کی فوج کو نہ رسد پہونچ سکی اور نہ پانی مل سکا۔ کپتان
جانسٹن صاحب کو نواب قدسیہ بیگم کی طرف سے اطلاع دیدی گئی کہ
وہ اس لڑائی مین مداخلت نہ کرین۔ آخرالامر نواب منیر محمد خان رسد کے
نہ ملنے سے عاجز ہو گئے اور غلہ اور پانی کے لئے نواب قدسیہ بیگم سے نہایت
عاجزی کے ساتھ درخواست کی۔ اللہ اکبر! کیسی رحمدلی تھی اور کس قدر
اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا کہ نواب قدسیہ بیگم کو رحم آگیا اور فوراً غلہ اور پانی
محصورین کے لئے بھیجدیا۔ محصورین عاجز ہو چکے تھے اور اونہون نے اپنے
آپ کو سپرد کر دیا۔ نواب قدسیہ بیگم نے اون لوگون کو صرف یہی سزا
دی کہ وہ شہر بدر کر دیے جائین۔ نواب منیر محمد خان جس وقت حاضر ہوئے
تو اونہون نے معافی قصور کی درخواست کی اور درخواست کرتے وقت بہت
روئے۔ نواب قدسیہ بیگم نے بہت خاطرداری کی۔ اون کا مُنھ دھلوایا
اور اون کے ہمراہیون کا جنھون نے اون کو بغاوت کی صلاح دی تھی

شہر سے اخراج کر دیا - اس کے بعد میان جمال محمد خان بھی خارج البلد
کئے گئے - اور کان سنگھ مع اپنی فوج کے قلعہ رائسین کو خالی کرانے
اور میان امیر محمد خان کا اخراج کرنے اور نمک حرامون کو سزا دینے
کے واسطے روانہ کیا گیا - جب وہ دروازہ قلعہ کے قریب پہونچا تو میان صاحب
نے اوس کی طرف توپون کا مُنہ سیدھا کر دیا اور بندوقین سر کرنا شروع
کر دین کان سنگھ ناکام واپس آیا اور تالاب کے کنارے خیمہ زن ہوا
پھر میان کرم محمد خان نے حکمت عملی کے ساتھ امیر محمد خان سے قلعہ
خالی کرا لیا - امیر محمد خان فرار ہو کر سرونج پہونچے اور وہان سے
ٹونک چلے گئے - اس کے بعد قلعہ اسلام نگر بھی جاٹونسے خالی کرا لیا گیا
اونھون نے جان بخشی چاہی - اور نواب قدسیہ بیگم کے حضور مین درخواست
پیش کی کہ نواب منیر محمد خان کے ذمہ جو تنخواہ واجب الادا ہے وہ ازراہ
ترحّم عطا کر دی جاوے - بیگم صاحبہ نے جان بخشی بھی کر دی اور اون کی تنخواہ
بھی دیدی - البتہ بدھ سنگھ جاٹ کو جو باغیون کا مغرور سرغنہ تھا جلاوطن کر دیا
نواب قدسیہ بیگم نے اس کے بعد نواب منیر محمد خان کے ساتھ نسبت
فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیا - اونھون نے شادی اور ریاست کا دعویٰ چھوڑ دیا
اور ایک اقرار نامہ بلا شرط داخل کیا - اوسی وقت تمام اراکین نے
یہ تجویز کی کہ نواب جہانگیر محمد خان کا ساتھ جو منیر محمد خان کے چھوٹے

بھائی تھے نسبت قرار دی جاے۔ اس تجویز پر منیر محمد خان کی بھی تحریری رضامندی حاصل کی گئی۔ ٹامس ہربرٹ ماڈک صاحب کو اس کی اطلاع دی گئی اور وہ بھوپال آئے۔ اون کے سامنے اوس کی تصدیق اور توثیق کی گئی۔ نواب منیر محمد خان کی چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر ہوئی۔ اور اب بجاے منیر محمد خان کے نواب جہانگیر محمد خان فرزندی مین لے لئے گئے۔ امیر محمد خان اور اون کی بیوی نے بھی اقرارنامے داخل کئے۔ امیر محمد خان نے لکھا کہ:-

"مین نے جہانگیر محمد خان کو اپنی رضامندی سے نواب قدسیہ بیگم کی فرزندی مین دیا ہے اور حقوق والدین سے دست برداری کی جہانگیر محمد خان کے لئے یہی سبیل ہے کہ نواب قدسیہ بیگم کو مادر حقیقی جانین کسی قسم کی سرکشی نہ کرین اور حقوق مادرانہ کو اپنی زندگی کا فرض سمجھین اور وہی اون کی مالک ہین"

نواب قدسیہ بیگم نے بھی اقرارنامہ لکھا جس مین تحریر کیا کہ:-

"چونکہ سکندر بی بی کی نسبت جہانگیر محمد خان سے ہوئی ہے اور ریاست بھوپال وحکومت جمیع مہمات برخوردار موصوف کے سپرد کردی ہے اس لئے میرے دونون فرزند (جہانگیر محمد خان وسکندر بیگم) مالک ریاست ہین برخوردار مذکور کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ہماری اطاعت ورضاجوئی مین

سعی و کوشش کرے اور رسم خطبہ ساعت سعد مین ہوگی ؎

لیکن امیر محمد خان نے پھر اس طے شدہ معاملہ مین رخنہ اندازی شروع کردی مگر پولیٹکل حکام کے اثر سے اس تازہ جھگڑے نے کوئی طول نہین کھینچا میان کرم محمد خان بدستور نائب ریاست رہے ۔منگنی کی رسمین ادا کی گئین اور جہانگیر محمد خان کو "نواب نظیر الدولہ" کا خطاب دیا گیا ۔اور چونکہ اوس وقت اون کی عمر ۸ - ۹ سال کی تھی اون کی تعلیم و تربیت کے لئے چند قابل اشخاص مقرر کئے گئے اور قرار دیا گیا کہ ۱۹ یا ۲۰ سال کی عمر مین اختیارات دیے جائین گے ۔اس کے بعد ان تمام انتظامات کی باقاعدہ اطلاع پولیٹکل حکام کو دی گئی ۔ اور نواب گورنر جنرل بہادر کے یہان سے با ضابطہ منظوری بذریعہ میجر ایلوز (Major Alves) صاحب پولیٹکل ایجنٹ صادر ہوئی کہ :-

"جب جہانگیر محمد خان سے صاحبزادی کی نسبت اور اون کی مسند نشینی بیگم صاحبہ (نواب قدسیہ بیگم) کے اختیار سے ہوگی تو اوس وقت نواب جہانگیر محمد خان نواب بھوپال مقرر کئے جائین گے "

نواب جہانگیر محمد خان کی ابتدائً معمولی تعلیم جاری رہی اور پھر نظم و نسق ملکی کی تعلیم بھی شروع کردی گئی ۔ نواب قدسیہ بیگم نے یہ امر بھی ملحوظ رکھا کہ جس طرح نواب جہانگیر محمد خان کی تعلیم ہو اوسی طرح نواب

سکندر بیگم کی بھی تعلیم کی جائے۔ چنانچہ اون کا بھی باقاعدہ دربار ہوتا تھا اور وہ ریاست کے کاغذات پر دستخط کیا کرتی تھین۔ نواب جہانگیر محمد خان پوری توجہ نہین کرتے تھے جس سے نواب قدسیہ بیگم متاسف رہتی تھین۔ اسکی اطلاع صاحب پولیٹکل ایجنٹ کو پہنچی اور اونھون نے نواب جہانگیر محمد خان کی چشم نمائی کی۔

اب نواب جہانگیر محمد خان کا بچپن جارہا تھا اور تمیز وشعور کے دن آرہے تھے اور یہی زمانہ تھا کہ اون کی تربیت اس طریقہ سے کی جائے کہ آیندہ زمانہ مین کوئی واقعہ مثل واقعات گذشتہ کے پیدا نہ ہو۔ لیکن مسٹر ہربرٹ مادک کا اور اون کے بعد میجر ایلوز کا بھی تبادلہ ہوچکا تھا۔ حکیم شہزاد مسیح انتقال کرچکے تھے۔ نواب جہانگیر محمد خان کی تربیت زیادہ تر اون کے باپ، بھائی، اور ماموں اسد علی خان کے ہاتھ مین تھی اور اسکے اثرات نمایان ہونے لگے تھے۔ ان وجوہ سے نواب قدسیہ بیگم کا تردد روز بروز بڑھتا جاتا تھا اس لئے اونھون نے نواب جہانگیر محمد خان سے ایک اقرار نامہ لیا اور اس کی توثیق کے متعلق ایجنسی سے خواہش کی۔ اس وقت مسٹر ولکنسن (Mr. Wilkinson) پولیٹکل ایجنٹ تھے جن کو چارج لئے ہوے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا، امیر محمد خان، اور اسد علی خان جو کہ مشہور سازشی تھے اور جن کے وجود نے نہ صرف خاندان کی مسرتون اور

خوشیون کو برباد کیا بلکہ ریاست کو بھی تباہ کر ڈالا ایجنسی مین نواب قدسیہ بیگم کے منشاء کے خلاف کوششین کر رہے تھے اس لئے ناکامی ہوئی اور مسٹر ولکنسن نے لکھا کہ :۔

آپ کو یہ امید نہین رکھنا چاہئے کہ جو باتین نواب صاحب نے اپنی صغرسنی مین لکھی ہین اون کی حمایت سرکار انگلشیہ سے کی جائیگی کیون کہ صغرسنی کے سبب سے مناسب اور نامناسب باتون کا اونکو امتیاز نہین تو دستخط خواہ رضامندی کے ساتھ ہون خواہ بلارضامندی برابر ہے پس کیونکر وہ خود بھی تسلیم کرین گے البتہ جو باتین اون کی بہبودی کی ہون گی اون کو طیب خاطر کے ساتھ تسلیم کرین گے "

درصل نواب قدسیہ بیگم کی یہ کارروائی ایک اضطراری کارروائی تھی اور جو کچھ صاحب پولیٹکل ایجنٹ نے لکھا وہ بہت صحیح تھا مگر کیا کیا جاتا وہ یہ سمجھتی تھین کہ مثل سابق صاحبان پولیٹکل ایجنٹ کے مسٹر ولکنسن بھی حمایت کرین گے اور یہ اقرارنامہ آیندہ فسادات کو روکنے کا باعث ہوگا۔

کاش مسٹر ولکنسن کے اس انکار مین نواب قدسیہ بیگم کے ساتھ کچھ ہمدردی بھی ہوتی۔ مگر ان کی تمام ہمدردانہ توجہات کو تو اسد علی خان وغیرہ نے نواب جہانگیر محمد خان کے مقاصد کی طرف مبذول کر دیا تھا ان کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ وہ ہر بات مین نواب صاحب کی حمایت کرتے تھے

کبھی ان کو سیہور مین قیام کرنے کے لئے بلاتے کبھی ان کی تعلیم کے انتظام
اور اتالیقون کے تقرر پر اعتراض ہوتا۔ کبھی ان کے اخراجات کی بابت
شکایت کی جاتی۔ غرض اسی قسم کے خفیف خفیف واقعات تھے جو ایک
عظیم الشان خطرہ کی جانب اشارہ کر رہے تھے۔

تین چار سال اسی طرح بسر ہو گئے۔ ۱۸۳۲ء مین لارڈ ولیم بنٹنگ
(Lord William Bentinck) گورنر جنرل ہند کی ساگر مین
تشریف آوری کی باضابطہ اطلاع ملی نواب قدسیہ بیگم نے نواب
جہانگیر محمد خان کو ملاقات کے لئے بھیجنا مناسب سمجھا کیونکہ آیندہ یہی
بھوپال پر حکمرانی کرنے والے تھے۔ اور اسی مدعا کے ساتھ یہ فرزندی مین
لئے گئے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت کی جا رہی تھی۔ غرض وہ جنوری ۱۸۳۳ء
مین نہایت تجمل و شان کے ساتھ مع تحف و ہدایا روانہ کئے گئے۔ اُن کی
ہمراہی مین نواب اسد علی خان، راجہ خوشوقت رائے۔ میان
کرم محمد خان، بخشی صدق محمد خان (خلف میان کرم محمد خان) امجد بیگ
وکیل اور دیگر معتمدین ریاست تھے۔ ساگر جانے کے قبل کچھ دنون کے لئے
پھر میجر ایلوز (Aloes) صاحب بہادر ایجنسی سیہور پر آگئے تھے
اور اون کو اس امر کا تردد تھا کہ مبادا نواب جہانگیر محمد خان وہان
کوئی ایسی حرکت کرین جو باعث رنجش ہو اور اونہون نے اس تردد کا

اظہار نواب قدسیہ بیگم پر بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب بھوپال کیمپ مین نواب گورنر جنرل ملاقات بازدید کے لئے تشریف لائے تو رخصت ہوتے وقت نواب جہانگیر محمد خان نے کہا "مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے"۔ نواب گورنر جنرل نے فرمایا "بیان کیجیے" اُنھون نے کہا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ مین تخلیہ مین آکر عرض کرون، اُن کی یہ استدعا قبول کی گئی۔ اور اسی دن تیسرے پہر کو تنہا جا کر ملے۔ البتہ میجر ایلوز صاحب وہان موجود تھے، اونھون نے نکاح اور حقوق ریاست کی درخواست کی، نواب گورنر جنرل نے میجر ایلوز سے کہا کہ نواب قدسیہ بیگم کو فہمائش کر کے نواب صاحب کا نکاح کرا دو۔ اور خود نواب صاحب کو اختیارات کے بارہ مین صبر کرنے کی ہدایت کی۔ جس وقت نواب صاحب نے یہ درخواست کی ہے اوس وقت ان کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ اس عمر اور اس درخواست سے یہ قیاس کرنا کسی طرح بیجا نہین ہے کہ نواب جہانگیر محمد خان ایسے لوگون کے ہاتھون مین تھے جو اُن کے نام سے خود بھوپال مین فرمانروائی کرنا چاہتے تھے اور اُن کی یہ خواہش تھی کہ جہان تک جلد ممکن ہو نواب قدسیہ بیگم کو معزول کر کے نواب جہانگیر محمد خان کو مسند نشین کردین۔ اور خود حکمرانی کرین۔

جب نواب صاحب بھوپال واپس آئے تو نواب قدسیہ بیگم نے

اس خیال سے کہ پہلے بھی میان امیر محمد خان کی وجہہ سے فسادات اُٹھے تھے ان کا پاس رہنا کسی طرح مناسب نہین یہ تجویز کی کہ وہ علحدہ رہین اور اُن کو مثل سابق رئیسین رہنے کا حکم دیا جن لوگون پر فتنہ پیدا کرنے کا شبہہ تھا وہ قید اور خارج البلد کئے گئے ۔ نواب صاحب کو اپنے پاس رکھا ۔ چند معزز و دانشمند اشخاص کو ان کا ہم جلیس بنایا تاکہ ہر وقت ان کے نزدیک حاضر رہین ۔ یہ بھی حکم دیا کہ بعض خاص قسم کے مقدمات کا تصفیہ ان کے سامنے ہوا کرے اور روزمرہ کے احکام بھی اُن ہی کے سامنے جاری ہون نواب جہانگیر محمد خان کے دل مین اس کارروائی سے کدورت پیدا ہوئی اور اونھون نے گورنر جنرل کے یہان کچھ شکایتین بھی کین ۔ اسی عرصہ مین میجر اپلوز کی جگہہ پھر و لکنسن صاحب آگئے تھے ۔ اسی کے ساتھ یہ افواہ بھی سُننے مین آئی کہ صاحب پولیٹکل ایجنٹ چاہتے ہین کہ نواب جہانگیر محمد خان کی دوسری جگہہ شادی ہو جائے اور اُن کو اختیارات ریاست دلوادئے جائین اس افواہ کی صاحب پولٹکل ایجنٹ نے تردید کرتے ہوئے یہ تحریر کیا کہ :-

"ناگپور سے صدق علی خان نے خواہش کی تھی ۔ ان کے خط آئے تھے مگر مین نے اون کو سمجھا دیا کہ یہ ناممکن ہے "

بس افواہ کی یہ اصلیت معلوم ہوئی اسی دوران مین نواب قدسیہ بیگم نے

اسلام نگر مین کچھ جاگیرین چند خیر خواہون کو عطا کین تھین ۔ نواب جہانگیر محمد خان نے اس پر اعتراض کیا ۔ رزیڈنٹ صاحب کی خدمت مین ایک خریطہ بھیجا اور صاحب پولیٹکل ایجنٹ کی وساطت سے نواب گورنر جنرل کو توجہ دلائی۔ اگرچہ صاحب پولیٹکل ایجنٹ نے ان کو یہ جواب دیا کہ "بالفعل نواب قدسیہ بیگم ریاست کی مالک اور وارث ہین اونہون نے جو کچھ دیا ہے وہ اپنی صوابدید سے دیا ہے ان کو خود اپنی رعیت اور فوج کی فکر ہے مگر اسی کے ساتھ نواب قدسیہ بیگم کو بھی لکھا کہ ان جھگڑون کے مٹانے کے لئے مناسب ہے کہ شادی جلد کر دی جائے اور جس طرح کہ پہلے انعام و جاگیر عطا کرنے کا طریقہ تھا کہ نواب منیر محمد خان کی مہر سند پر ثبت ہوتی تھی اسی طرح اب بھی نواب جہانگیر محمد خان کی مُہر اور دستخط سے مزین ہونا چاہئے"۔

اس کے بعد دوسرے مراسلہ مین لکھا کہ :-

"وارث محمد خان وغیرہ نے فتنہ انگیزی کو لئے چاہا تھا کہ نواب صاحب بہادر کو یہان سے لے جائین ۔ لیکن چونکہ تدابیر صائبہ کی گئین اور سرونج و بھیلسہ مین سخت ممانعت کی گئی اس لئے فتنہ دب گیا اس کی کیفیت گورنر جنرل کو لکھی گئی اونہون نے میری ممانعت و تدبیر کو بہ نظر استحسان دیکھ کر ہدایت کی ہے کہ :-

جب تک نواب صاحب کی شادی نہ ہو گی اس قسم کے فسادون سے

اطمینان حاصل نہ ہوگا کیونکہ ان کے حاشیہ نشین ہمیشہ اس قسم کے
شبہات پیدا کرتے رہین گے کہ اس معاملہ مین بیگم صاحبہ کی لیت ولعل کیا
معنی رکھتی ہے۔ پس اگر یہ کام ہو جائے تو کوئی شبہ نہین رہتا اور یقیناً
اب وقت آگیا ہے کہ بیگم صاحبہ اس کام سے فارغ ہو جائین "
مخلص کی بھی تمنا ہے کہ جس طرح اس کام کے لئے ایک وقت
مقرر کیا ہے اوس کو خوشی و مسرت کے ساتھ پورا کرین "

اس خریطہ کے بعد ہی رزیڈنٹ صاحب کی تاکید موصول ہوئی۔ نواب قدسیہ بیگم کو
یہ تاکیدین ناگوار گذرتی تھین اور گذرنی بھی چاہیئے تھین۔ کیونکہ ان کا منشاء
تھا کہ وہ نواب جہانگیر محمد خان کے عادات و اطوار کے متعلق پہلے ہر قسم کا
اطمینان حاصل کرلین۔ اس کے بعد اس تقریب کو انجام دین مگر چونکہ ایجنسی
ورزیڈنسی کے پولیٹکل عہدہ دار اور خود نواب گورنر جنرل عجلت
کے ساتھ اس تقریب کے انصرام پر زور دیتے تھے اس لئے
نواب قدسیہ بیگم نے متذکرہ بالا خریطہ کے موصول ہونے کے دو ایک
دن بعد فوراً نکاح کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح بہ تعمیل
ہدایت تھا۔ اس لئے وہ خوشدلی نہ تھی جو ایسی تقریبون مین ہوتی ہے
نہ کچھ سامان شادی ہی تھا اور نہ کسی کو اطلاع ہی کی گئی تھی۔ ایک چوبدار
کی زبانی نواب جہانگیر محمد خان سے کہلا بھیجا کہ "آج تمھارا نکاح ہے،

مسجد مین آؤ مین بھی سکندر کو لباس پہنا کر لاتی ہون" چنانچہ نواب سکندر بیگم کو
بہت ہی معمولی طور پر روزمرہ کا لباس پہنا کر ماجی صاحبہ کی مسجد مین لے گئین
اور وہان پہونچکر راجہ خوشوقت رائے کو طلب کیا وہ مع اپنے رفقار اور
رسالۂ خاص کے حاضر ہوے۔ وہین نواب معز محمد خان اور میان
فوجدار محمد خان کو بھی بلوایا اور تمام ارکین ریاست بھی حاضر ہوئے
لیکن تمام متحیر و سراسیمہ تھے کہ ماجرا کیا ہے۔ نواب قدسیہ بیگم نہایت
خشمناک تھین۔ نواب سکندر بیگم اور نواب جہانگیر محمد خان اور جملہ
ارکین ریاست کو سخت و سست کہتی تھین۔ ظہر کے وقت سے عشار کے وقت تک
یہ سارا مجمع مسجد مین رہا۔ لیکن باوجود کئی دفعہ بلوانے کے نواب جہانگیر محمد خان
نہ آئے اور عشار کے وقت جواب دیا کہ "میری جوان بہن گھر مین بیٹھی ہے جب تک
اُس کی شادی نہ ہوگی مجھے شادی کرنا نازیبا ہے، اور اسی وجہ سے
مین حاضر نہین ہوسکتا"۔ اس جواب کے ملنے پر مجبوراً تقریب ملتوی کرنی
پڑی۔ اب ایک یہ دقت پیدا ہوگئی تھی کہ نواب سکندر بیگم اُس عمر کو
پہونچ گئین تھین کہ شرعاً اون کی رضامندی نہایت ضروری تھی اور وہ
نواب جہانگیر محمد خان سے شادی پسند نہین کرتی تھین کیونکہ آیندہ خطرات
(جو بعد مین ظہور پذیر ہوئے) اُن کے پیش نظر تھے وہ بدرجۂ آخر اس امر پر
بھی راضی ہوئی تھین کہ نواب صاحب سے اقرارنامہ لیا جاے، اور

اس کی تصدیق ولکنسن صاحب کرین۔ لیکن وہ تصدیق کرنے پر راضی نہین ہوے۔ کیونکہ ان معاملات کے متعلق اقرار نامہ کی سرکاری تصدیق و توثیق مناسب نہین سمجھتے تھے۔ مگر صورت معاملات کو دیکھتے ہوئے ان کو جلد شادی ہو جانے پر اصرار تھا اور اس قدر اصرار تھا کہ درجۂ ضد کو پہونچ گیا تھا۔ نواب جہانگیر محمد خان کی جانب سے پوری سرگرمی کیساتھ کوششون کا سلسلہ جاری تھا۔ نواب قدسیہ بیگم جن وجوہ سے دیر کر رہی تھین اون وجوہ کو وہ لیت ولعل اور حیلہ جوئی سے تعبیر کر کے طرح طرح سے اپنی مظلومی کا اظہار کر رہے تھے بالآخر یہ نوبت پہونچی کہ ایک دن مسٹر ولکنسن نے نواب قدسیہ بیگم کو صاف لکھدیا کہ :-

"امروز نکاح بکنید و رسوم شادی از عقب نمائید و تا صدائے نقارۂ شادی نواب صاحب بگوش خود نہ شنوم بہ سیہور نہ رویم ہمین جا بمانیم"

اس کے علاوہ ولکنسن صاحب نے نواب سکندر بیگم کے پاس اپنے میر منشی کو بھیجکر فہمائش کی۔ بلکہ ایک حد تک گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف دلایا لیکن وہ راضی نہین ہوئین اور ہر بات کا معقول جواب دیا۔ جب ان جوابات کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے راجہ خوشوقت راے کو طلب کیا اور چندا جانے کیا کھلوایا کہ نواب قدسیہ بیگم بیٹی پر بہت ناراض ہوئین

اور کہا کہ" اگر تم رضامندی ظاہر نہین کروگی تو قلعہ مین قید کی جاؤ گی،
تمھارے آدمی جلاوطن کئے جائین گے اور عجب نہین کہ ریاست بھی
ہاتھ سے نکل جاے" جب نواب سکندر بیگم نے یہ حالت دیکھی تو ایک
مسودہ اقرارنامہ پیش کیا کہ اس پر نواب جہانگیر محمد خان کے
دستخط کرائے جائین۔ اور آپ (نواب بیگم صاحبہ قدسیہ) تصدیق کردین
اونھون نے یہ بھی عرض کیا کہ" مین ہرگز نہین چاہتی کہ میرے سبب سے
حضور کو کوئی ذلت یا تکلیف ہو اور ریاست قبضہ سے نکل جاے، لیکن
حضور کو ہر حال مین شریک رنج و راحت رہنا ہوگا۔ نواب قدسیہ بیگم نے
اس بات کو منظور کرلیا اور ہر قسم کا اطمینان دلایا مگر تاہم یہ تمام حالات
ایسے تھے جن سے نواب قدسیہ بیگم متردد و مجبور تھین تاہم وہ مستقل مزاج
رہین۔ شادی سے نہ اونھون نے پہلے مخالفت کی تھی اور نہ اب مخالف
تھین البتہ ان کا بڑا منشا، یہ تھا کہ شادی ہو تو ایسی ہو کہ شوہر و زوجہ کی
زندگی خوشی و مسرت کے ساتھ بسر ہو، ایک دوسرے پر اعتبار کرے
آپس مین ہمدردی رہے۔ نزاعات نہ پیدا ہونے پائین اور اس
مقصد کے لئے کسی قدر دیر، استمالت، تجربہ، اور تدابیر کی ضرورت
تھی۔ اس کے علاوہ نواب جہانگیر محمد خان کی عمر قریب ۱۶ سال کی تھی
اور عمر کے لحاظ سے اس عجلت کو کسی طرح مناسب تصور نہین کرتی تھین اور نہ

یہ عمر ایسی تھی کہ اس عمر کے آدمی کو ایک ملک کی حکومت تفویض ہو سکے
مگر نواب جہانگیر محمد خان کی یہ عجلت محض ریاست پر قبضہ و اقتدار
حاصل کرنے کے لئے تھی ۔ اونھون نے ولکنسن صاحب کو بھی اپنا حامی
بنا لیا تھا ۔ تاہم یہ ایک عجیب معما معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے کون سے
اسباب تھے اور مسٹر ولکنسن کو کیا وجوہ بتائے گئے تھے کہ جن پر صاحب
موصوف نے ایسی عجلت کی اور اس خانگی معاملہ مین اس طرح بیجا دھمکیان
دین ۔ حالانکہ نواب نظر محمد خان نے جو معاہدہ کیا تھا ان پر ان کی بیگم صاحبہ
جو فرمان روائے ریاست تھین قائم تھین ۔ ریاست مین کوئی بدنظمی نہ تھی
ذمہ دار عہدہ دار مسلّمہ قابلیت کے تھے انتظام ملک بوجوہ احسن ہو رہا تھا
تو پھر ایسی صورت مین ایک پولیٹکل عہدہ دار کو ایسی کارروائی کی کیا ضرورت
تھی ۔ بجز اس کے کیا تصور کیا جائے کہ دونون کی اصلاح اور ریاست کے
جھگڑون کو مٹانا چاہتے تھے جو یہان کے ارکان کی جلد بازی سے پیدا
ہو گئے تھے ۔ یا یہ بات ممکن ہے کہ ان کو نواب صاحب نے مغالطہ مین
رکھا ہو اور خلاف واقعہ باتین بیان کین ہون لیکن اگر نواب قدسیہ بیگم
اور ارکین دولت اس سبق کے بعد جو منیر محمد خان سے حاصل ہوا تھا
نواب سکندر بیگم کی نامزدگی مین جلدی نہ کرتے تو یہ دقتین جو ولکنسن صاحب
کو اصلاحات مین پیش آئین تھین نہ آتین ۔ بہرحال جو کچھ ہو یہ راز راز ہی رہا

اور کچھ پتہ نہ لگا - لیکن بعد کو جو واقعات پیش آئے - جو جو نزیزیان ہوئین اور جو جو تکلیفات پہونچین وہ سب اسی عجلت اور غلط فہمیون کا نتیجہ سمجھنا چاہیے

بہر حال اب جانبین کی رضامندی سے اپریل ۱۸۳۵ء مطابق ۱۷ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ کو عقد ہوا، یک شنبہ کے روز برات رخصت ہوئی اور حکیم شہزادمسیح کے باغ سے نواب نظر محمد خان کے باغ مین جاکر چوتھی کی رسم ادا ہوئی۔ شادی سے قبل نواب جہانگیر محمد خان نے ایک اقرار[1] نامہ اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے دیا تھا جس مین نواب قدسیہ بیگم کے احسانات کا تذکرہ کر کے آئندہ طریق عمل کا اظہار، نواب بیگم کی خاطرداری و دلجوئی، اپنے اعزہ کی سکونت کا انتظام اور اطاعت کا اقرار تھا۔

---

[1] نواب بیگم صاحبہ قدسیہ بدل توجہ فرمودہ بہ تعین اشخاص سنجیدہ و اتالیق پسندیدہ از بدو عمر ہشت سالگی تربیت و تعلیم برائے امضائے امور ریاست و اقامت مہمات ملک و مال با حفظ مرتبہ ہر کدام از خیر خواہان تا حال فرمودند و می فرمایند و چون از ناصیۂ سعادتم شاہد رشد و اہلیت کردہ اند می خواہند کہ کتخدائیم با صبیہ رضیہ خود فرمایند لیکن از انجا کہ حصول این مامول منحصر بر امرے چند کہ مضمر ضمیر شان است بودہ است لہذا بہ طوع رغبت خود بے اجبار و اکراہ احدے می نگارم کہ چون عقدم با دختر شان شود زن دیگر نخواہم و نکاح دیگر نہ کنم بلکہ ذکرش ہم درمیان نیارم و جناب ممدوحہ را مالکہ و حاکمہ خود دانستہ ملوکانہ در امتثال اوامر شان در ہر جزوی و کلی کوشم و تخلف و تجاوزے اندران (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

لیکن یہ اقرار نامہ اور یہ مصالحت محض ایک ایسی ظاہرداری کی کارروائی تھی جس کو صداقت سے ذرہ برابر بھی تعلق نہ تھا، چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ نواب جہانگیر محمد خان کے دل مین جو حکومت کا جوش اور جو فرمان روائی کا شوق بھرا ہوا تھا اس نے اون کو اقرار اور اداے حق اور خاندانی محبت سب کو بالاے طاق رکھنے اور دونون بیگمات کے قتل کی سازش کرنے اور تمام خاندان کی بربادی پر اُبھارا۔

گیارھوین شریف کی تقریب کے دن جابجا مسلح سپاہی خفیہ طور پر متعین کیئے گئے، شہر کے باہر حملہ آور سپاہ تیار رکھی گئی خود نواب صاحب کے محل مین ایک جمعیت آتش بار اسلحہ سے مسلح حکم کی منتظر بیٹھی ہوئی تھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہردانہ وارم و اقامت والدینم و عشائر و اقاربم کہ از قدیم زمان زیر قلعہ رائسین معین است من ہم آن را اصلح و انسب شمارم و در شادی وغیرہ رسوم اوشان را در رنگ دیگر مہمانان بشرط اجازت جناب ممدوحہ پروانگی آمد و شد بھوپال دہم مارا جناب ممدوحہ بجاے مادر و پدر اند و چون مارا این مرتبہ رفیع بدولت کتخدائی با حبیبہ رفیعہ شان دست بہم دادہ است از تہ دل خود با رضاے آن محترمہ پردازم و خوشنودی شان محکم انگارم و برین ہمہ عہود خدا را گواہ آوردہ ام اگر احیاناً ازان برگردم تمام عمر اقوالم پیش صاحبان عالیشان بہادر باطل و نامسموع گردند "

اگر اس وقت ایک وفادار افسر فوج کو اطلاع کرنے مین ذرا تاخیر ہوتی اور نواب سکندر بیگم اپنی خداداد ذہانت سے ان تمام کارروائیون کا انسداد نہ کردیتین تو یقیناً دونون بیگمات اور اون کے تمام غیر مسلح ملازمین اور ارکان ریاست تہ تیغ کردیے جاتے۔

جب یہ خطرہ رفع ہوگیا تو اونہون نے نواب سکندر بیگم کو اپنے محل مین بلا لیا، سعد اللہ خان کا تعاقب کیا گیا حتیٰ کہ وہ حدود بھوپال سے باہر ہوگیا، نواب صاحب نظر بند کئے گئے اور فوجی تحقیقات شروع ہوئی پولیٹکل ایجنٹ نے بھی اظہار لئے، اور نواب جہانگیر محمد خان کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"اس عرصہ مین مین نے ارکان ریاست کو فہمائش اور تدابیر صائبہ کرکے ہموار کیا تھا، اور امید تھی کہ آجکل مین میری امیدون کا ظہور ہوتا لیکن یہ ماجرا پیش آیا، اگر تم چندے صبر کرتے تو بہتر ہوتا"

لیکن نواب صاحب موصوف نے ولکنسن صاحب پر اپنی مظلومی ثابت کردی تھی کہ ان کی زجر آمیز تحریر مین بھی نواب جہانگیر محمد خان کے ساتھ ہمدردی بھری ہوئی تھی۔

اس دوران مین جو واقعات پیش آئے وہ نہایت تکلیف دہ تھے اور ان کے بیان کے لئے بڑی تفصیل کی ضرورت ہے، لیکن چونکہ آیندہ

سلسلہ قائم رکھنے کے لئے اس مراسلت کا اندراج ضروری ہے جن مین ان واقعات کا تذکرہ ہے۔ اس لئے بجاے علیحدہ اور تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بلحاظ اختصار ان ہی خرائط کے اندراج پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان سے تمام حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

نواب قدسیہ بیگم بوجوہ مذکورۂ بالا اس امر سے تو مایوس تھین کہ پولیٹکل ایجنٹ کے یہان سے انکی کوئی حمایت یا سماعت ہوگی، لیکن ان کو نواب گورنر جنرل کے یہان سے مایوسی نہین ہوئی تھی اور وہ سمجھتی تھین کہ جب نواب گورنر جنرل کو یہ تمام حالات معلوم ہون گے تو وہ ایک مستحکم انتظام کردین گے۔ اس بنا پر انھون لارڈ جارج آکلنڈ Lord George Auckland گورنر جنرل سلطنت ہند کو اس مضمون کا خریطہ بھیجا۔

سرکار انگلشیہ کا عہد نامہ نواب نظر محمد خان بہادر کے ساتھ اسطرح ہوا ہے کہ اُس مین میان وزیر محمد خان بہادر اور نواب غوث محمد خان بہادر کا کوئی دخل نہ تھا بلکہ نواب موصوف کی ذات خاص کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ لکھا گیا تھا۔ اور جب اُن کا انتقال ہوا تو اُنھون نے اپنی نسل مین صرف اس ایک لڑکی کو چھوڑا انتقال کے بعد تیسرے دن تمام اخوان وارکان دولت اور رعایا وبرایاے ریاست نے باتفاق قاضی ومفتی ایک اطاعت نامہ میری اور میری حکمرانی کی

نسبت لکھ کر مجھ کو دیا۔"

اس کے بعد منیر محمد خان کو گود لیا جانا، صدر کی منظوری، منیر محمد خان کے فسادات وغیرہ کا حال لکھا اور اس کے بعد نواب جہانگیر محمد خان کی نسبت پھر اُن کی مسند نشینی ریاست وغیرہ کا تذکرہ کیا پھر لکھا کہ :-

جس زمانہ مین کہ نواب گورنر جنرل ساگر تشریف لائے نواب صاحب بہادر نے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور اونھون نے بھی منظور کیا کہ اگر نکاح ہو جائے تو باہم صفائی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کی بابتہ میجر ایلویز صاحب اور ولکنسن صاحب کو ہدایت کی گئی اور اونھون نے مجھ کو تاکید لکھی مین نے جواب دیا کہ نواب صاحب کی طرف سے ابھی شادی کی خواہش نہین ہے کیونکہ وہ ابھی عمر بلوغ کو نہین پہونچے ہین، البتہ اون کے والدین کی خواہش ہے کہ شادی کے حیلہ سے دخیل ریاست ہو جائین۔ لهذا ان کے فساد اندیشی کے خیال سے مین نے خواہش کی کہ ایک تحریر اس امر کے متعلق کہ آیندہ میرے حق مین کوئی فساد نہ ہو اور میری اطاعت کی جائے مجھ کو صدر سے مل جانی چاہئے۔ لیکن یہ خواہش لیت ولعل مین رہی اور نواب صاحب عمر بلوغ کو پہونچے اونھون نے نکاح کی استدعا کی مین نے اُن سے ایک اقرارنامہ چاہا اونھون نے اقرارنامہ لکھدیا، مین نے خواہش کی کہ اس پر حضور کی تصدیق ہو جائے

مگر جواب ملا کہ نواب صاحب عمر تمیز کو نہین پہونچے ہین ان سے کسی
اقرار اور عہد کی خواہش نہین ہونی چاہئے۔ مین نے پھر جواب لکھا
کہ جو آدمی اپنی ریاست اور اپنی لڑکی کسی کو دیتا ہے آخر وہ اپنے اطمینان
خاطر کے لئے بھی کچھ کرتا ہے یا نہین؟ اور یہ بات کسی کی عقل قبول
نہین کریگی کہ شادی تو ابھی ہو جاے اور اقرار عمر و شعور اور عہد حکومت پر
ملتوی رہے۔ ہان اگر شادی بھی اوس زمانہ پر منحصر رکھی جاتی تو کچھ
مضائقہ نہ تھا۔ لیکن ولکنسن صاحب نے فرمایا کہ "ایسے کاغذات پر
لارڈ صاحب کے دستخطون کا قاعدہ نہین ہے بلکہ صاحبان ایجنٹ
کو بھی ایسی تحریرون پر جو فیما بین ریاست ہون دستخط کرنے کی قطعی
ممانعت ہے" اس صورت مین مین نے بھی مناسب سمجھا کہ نواب
صاحب نے تحریر تو دے ہی دی ہے اگر اس کی خلاف ورزی ہوگی
تو ارباب صدر جس کا قصور پائین گے اوس کا تدارک کرین گے۔ اور
عدم امتثال امر کو خلاف مرضی صدر سمجھکر عقد مناکحت کر دیا۔ لیکن
اُسوقت سے اِس وقت تک شادی و غم مین کوئی فرق نہین ہے اور سواے
خاموشی کے مین نے ایک حرف نہین کہا تاآنکہ نواب صاحب بہادر حسب
طلب ولکنسن صاحب بہادر طلب علم کے بہانے سے سیہور گئے
اور وہان مغویون کے اغوا سے بد رشدگان ریاست کے جمع کرنے کی

کوششین کین اور تھوڑی مدت مین گیارہ بارہ سو سوار و پیادہ جمع کرکے آمادہ ہنگامہ آرائی ہوے - ناچار معتمدان ریاست کو صاحب بہادر کے پاس بھیجا اگرچہ اُن کی حسن تدبیر سے مفسدون کی جماعت منتشر ہوگئی لیکن صرف چند مفسد نواب صاحب بہادر کے پاس باقی رہ گئے پھر صاحب بہادر کو مع نواب جہانگیر محمد خان کے مین نے بھوپال بلایا اور پندرہ بیس دن وہ یہان ٹھیرے - نواب صاحب نے صاحب موصوف کے ذریعہ سے اختیارات ریاست طلب کئے مین نے جواب دیا کہ جس وقت نواب صاحب کی طرف سے اجراے امور ریاست مین میری خاطر جمعی ہو جاے گی مین اپنی مرضی سے اُن کو اختیار دیدونگی اور اگر صاحب بہادر اس امر پر پوری طور سے مطمئن ہین تو اپنے اختیار سے اُن کو مختار بنادین -

اس کے بعد یہ قرار پایا کہ ایسا انتظام کیا جاے کہ نواب صاحب کو اُن کے معینہ مخارج و مصارف کی تکلیف نہ ہو - اُن کی تربیت کیلئے چند اتالیق مقرر کئے جائین اور چند سوار اون کی اردلی مین رہین دو ایک دن کے تفاوت سے مقدمات عدالتی وغیرہ دیکھتے رہین.

نواب صاحب بہادر نے صاحب موصوف کے ذریعہ سے ایک دفعہ کی حفاظت جان کی تحریر کی صاحب بہادر نے بھی ارکان ریاست سے

کہا کہ ایسی تحریر ہو جانی چاہئے۔ نواب صاحب نے بھی ایک تحریر لکھی کہ ہرگز
کوئی ایسی مخفی بات نہ ہوگی جو ہلاکت کا باعث ہو اور اگر ہو تو خدا و
رسول کا عاصی اور سرکار انگلشیہ کا مجرم ہون گا۔ چنانچہ ہم نے بھی دو کاغذ
لکھ کرا اور مہر کرا کر سپرد کیئے۔ اس کے بعد صاحب موصوف مع نواب صاحب کے
میرے محل پر آئے اور سیہور کو رخصت ہوے۔ نواب صاحب کی ہر طرح
دل دہی کی گئی ان کے مخارج و مصارف دیے گئے کسی قسم کی تکلیف نہین
ہوئی یہان تک کہ ۱۰ ربیع الثانی کو انہین شریک محفل کیا اور دوسرے دن
ان کے اتالیق مقرر کرنے کا انتظام کیا۔

چودھوین تاریخ کو مین مع نواب معز محمد خان بہادر اور میان فوجدار محمد خان بہادر
و راجہ صاحب اور جملہ ارکان ریاست کے ان کے مکان مین اُس نیاز کی
شرکت کے لئے گئی تھی جو میری لڑکی نے قرار دی تھی وہان ہم سب کے ہلاک
کرنے کی تدبیر تھی۔ اور نوین تاریخ ہی کو سرونج سے برسم یلغار جماعت
مفسدین کو طلب کرنے کے لئے آدمی بھیجا چنانچہ وہ جماعت مع اپنے
سرغنون کے رات کی تاریکی مین پہونچی اور شہر سے ایک زد گولہ کے فاصلہ پر
فروکش ہوئی۔

نواب صاحب نے چند ولائتیون کو شہر کے گلی کوچون مین مسافرون کے
بھیس مین منتشر کیا اور شہر کے دو سو آدمیون کو بھی اپنے ساتھ ملا کر اپنی

حویلی مین کمین گاہ مین چھپا دیا - لیکن چونکہ خدا کے علم مین ہماری

حفاظت اور اس جماعت کی ندامت مقرر تھی فتنہ اُٹھنے سے پہلے ہم

مطلع ہو گئے - اور محفوظ رہے - اور وہ جماعت سرکاری فوج کے ڈر سے

بھاگ گئی ان مین سے بعض گرفتار کر کے چھوڑ دیے گئے - بعض ابھی تک

محبوس ہین -

ستر آدمی جو اس ہنگامہ کے آغاز مین ان کے شریک تھے ۲۵ دن تک

نواب صاحب کے مکان مین مقیم رہے -

اس کارروائی کی اطلاع صاحب ایجنٹ کو کی گئی کہ نواب صاحب کی

اس حرکت کا تدارک صدر سے ہوگا - لیکن بالفعل ان پر اس امر کی

تاکید ہونی چاہیئے کہ مروم فتنہ جو کو شہر سے نکال دین اور خارج البلد

مفسدون کو یہان آنے کی ممانعت کرین - اس کے جواب مین صاحب

ممدوح نے فرمایا کہ مین نواب صاحب سے کچھ نہین کہتا اور نہ کچھ لکھتا ہون

کیونکہ اُنھون نے میری فہمائش سے انحراف کیا - بیگم صاحبہ مختار ہین

اپنے آدمیون کو بھیجکر فہمائش کرائین اور مفسدون کو شہر بدر کرائین - چنانچہ

مین نے نواب صاحب کو فہمائش کرائی - اُنھون نے ان آدمیون کیلئے

سفر خرچ مانگا وہ بھی دیا - لیکن پھر بھی بعض مفسد اون کے پاس موجود ہین

پس کہ دادرسی سرایا ورڈ سا ذمہ حضور ہے میرے اُس معروضہ پر فرود

توجہ کرنی چاہئے۔ اور دریافت کرنا چاہئے کہ مجھ سے اُنکے وابستگان
ووالدین کے حق مین کیا جور وستم ہوا ہے کہ اُس کے معاوضہ مین ہمارا
قتل روا رکھا گیا۔ اور اس بات کا خیال نہین کیا کہ ہمارے بزرگون نے
نسلاً بعد نسل کسطرح سلوک کیا ہے کہ علاوہ ایک دوسرے کی حفظ جان کے
اقرار کے اپنے عہد سے پھر کر خدا اور رسول کے گنہگار ہوئے۔ اُن کی سزا
یقیناً ان کو ملیگی۔ اور چونکہ اُس اقرار کو توڑ کر سرکار انگلشیہ کے بھی
مجرم ہوے ہین۔ اس لئے اس کی پاداش سرکار کی طرف سے
لازمی ہے کہ آیندہ کسیکو عہدشکنی کی جرارت نہ ہوسکے۔ توقع کی جاتی ہے
کہ دو چار صاحبان انگریز مثل ہربرٹ ٹامس مارک صاحب بہادر
اور دو ایک واقف کار ریاست یہان آکر ریاست کے نظم ونسق کو
رعایا کی تالیف قلب کو دیکھین اور بلا میری اور اون کی رو رعایت کے
اس ہنگامہ کی تحقیقات کرین اور اُس تحقیقات کو حضور مین پیش کرین
اس کے بعد جو کچھ حضور کا ارشاد ہوگا اوس کی تعمیل کرون گی اور جب
تک اس کارروائی کا ظہور ہو ایجنٹ صاحب بہادر کے نام ایک تحریر
بھیجدی جاے تو نواب صاحب کو اس ہنگامہ آرائی سے باز رکھین
کیونکہ وہ اس فکر مین ہین کہ ریاست پر قبضہ کرلین اور ایسی صورت مین
ہزارون کا کشت وخون ہوگا اور یہ خاندان تباہ وبرباد ہو جاے گا

اور اس خط کو ان الفاظ کے ساتھ ختم کیا :-

" اور نیک نامی سے مرنا بدنامی کے جینے سے ہزار درجہ بہتر ہے"

یہ خریطہ صاحب پولیٹکل ایجنٹ کے پاس حضور گورنر جنرل ہند کے نزدیک بھیجنے کے لئے ارسال کیا گیا - لیکن صاحب پولیٹکل ایجنٹ بہادر نے اس کے جواب میں لکھا کہ :-

" مین نے ریاست کی بہبودی کے خیال سے آپ کے اور نواب جہانگیر محمد خان کے باہمی اتفاق کی بارہا فہمائش کی ہے مگر آپ کے دل مین اون کی ناحق شناسی اور عدم ایفاے عہد کا خیال ہے اور اون کو حقوق طلبی کا دعویٰ ہے ایسی حالت مین اتفاق کیسے ہو سکتا ہے - اور دستاویز کی یہ صورت ہے کہ محض طرفین کے اطمینان خاطر کے لئے تھی کہ کسی طرف سے ایک دوسرے کی مرضی کے خلاف کوئی بات ظاہر نہ ہو اور مجھے بھوپال سے یہان آئے ہوے ایک مدت گذر گئی اور دستاویز جو ایک دن کا کام تھا آپ کی طرف سے نواب صاحب کے پاس نہین پہونچی اور نہ آپ نے اون سے مہر اور دستخط کی خواہش کی کہ ان کا اطمینان ہو جاتا ناچار ان لوگون نے جو بہانہ تلاش کرتے تھے وثیقہ نہ پہونچنے کا حیلہ اختیار کر کے نواب صاحب کو دوسرے پیرایہ مین سمجھایا اور اون کو آپ کی عدم الفت مادرانہ کا گمان ہوا - اور خدشہ کی وجہ سے اونہون نے

سعد اللہ خان وغیرہ کو اپنے انتظام کے لئے بلا یا ہوگا اور جب انہین اصل واقعہ کی اطلاع ہوئی اُن کو رخصت کر دیا۔ اب آپکے خریطہ کی نقل اور اون کے خریطہ کی نقل کے ساتھ جو اس خریطہ کا جواب ہے انگریزی ترجمہ کرا کر لارڈ صاحب کی خدمت مین بھیجا جاتا ہے جب جواب آئیگا اطلاع دی جاے گی اور مین نے ابھی تک اس واقعہ کی حقیقت نہین دریافت کی ہے اس لئے آپ راجہ خوشوقت رائے اور سید علی شاہ کو کاغذات لیکر بھیجدیجئے، آپ دونون کے جھگڑے سے مجھے سخت صدمہ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ مطابق قرار داد کے جس قدر آپ کا حق ہو آپ لیتی رہئے۔ اس صورت مین رفع تکالیف اور باہمی اتفاق متصور ہے اور اسی مین خدا کی رضا اور آپ کی نیک نامی بھی ہے،،

نواب جہانگیر محمد خان صاحب بہادر نے پولیٹکل ایجنٹ کو اپنا طرفدار بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے نواب قدسیہ بیگم کو اُن سے دادرسی کی کوئی امید نہ رہی تھی اور وہ بالکل مایوس ہوگئی تھین اونھون نے براہ راست گورنر جنرل کے پاس ایک مفصل اور مدلل عرضداشت ارسال کی اور صاحب پولیٹکل ایجنٹ کو بھی صاف لکھدیا:-

"آپ کا خط راجہ خوشوقت رائے اور سید علی شاہ کی طلبی مین پہونچا نواب صاحب کی طرفداری کی خوشبوئین سونگھین اور دادرسی سے

ناامیدی ہوگئی - ناچار معتمد کے ہاتھ صدر مین عرضداشت بھیجی ہے
سید علی شاہ حاضر ہوتے ہین اون سے استفسار کیا جاوے۔

باوجود ان چند تجربون اور مایوسیون کے پھر بھی نواب قدسیہ بیگم نے صاحب پولیٹکل ایجنٹ سے استعانت کی درخواست کی اُن کو لکھا:-

"۱۷ سال گذرتے ہین کہ صاحبان صدر نے بھوپال کی حکومت براہ حق بجانب میرے قبضہ مین چھوڑی ہے اور اس مدت مین تمام آدمیون کو کیا فوج کے کیا ریاست کے کیا رعایا کے اپنے حسن انتظام سے مین نے خوشنود رکھا ہے اور صدر سے جس قسم کا ایما ہوا اوس کی تعمیل کی اور کوئی حکم عدولی جائز نہ رکھی ۱۰ سال سے آپ بھی یہان پر ہین جو کچھ آپ نے حکم دیا یا آپ کی معرفت صدر سے صادر ہوا بلا لحاظ اپنے نفع نقصان کے مین نے اس کو قبول کیا۔ لیکن آٹھ مہینے سے آتش فساد مشتعل ہے - نواب صاحب اول سیہور پہونچکر مع اہل فساد کے ہنگامہ آرا ہوئے اور مین نے باوجود امکان کے اس کا تدارک نہین کیا - اور آپ کی راے پر منحصر رکھ کر جو کچھ آپ نے کہا وہی کیا پھر میرے اور میرے ارکان و اخوان ریاست کے قتل کی فکر کی لیکن حق تعالی نے حمایت فرمائی اور ہم سب کی جانین بچ گئین اس نوبت پر بھی اس کی کوئی تلافی نہین کی تیسری مرتبہ پھر ایک سخت سازش کی جسین ہزارون آدمیون کی جانون کا خطرہ تھا - چنانچہ اس کی اطلاع بھی آپ کو

کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ صدر کو لکھا جاتا ہے جو کچھ وہان سے حکم ہوگا
اس کی تعمیل ہوگی۔ میرے وکیل نے عرض کیا کہ اس حادثہ کی عرضداشت
آپ کی معرفت کی جاے آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ فریقین کی درخواستین
وہان بھیجنی ضرور ہین چنانچہ حسب صلاح مین نے اپنی عرضداشت بھیجی
اور یہ سننے مین آیا کہ نواب صاحب نے اپنے وکیل اندور اور آگرہ[1] بھیجے
ہین مین نے بھی دونون جگہہ وکیلون کا بھیجنا مناسب سمجھا اب مجھے
حکم کا انتظار ہے اور میری طرف سے کوئی فساد نہین ہے مگر مفسد ہر طرف
سے شورش کرنا چاہتے ہین۔

تمام حکام کی خواہش ہے کہ کسی ایک کا بھی خون رائگان نہ جاے
اور یہ رعایا پر ان کا ترحم ہے اسلئے نظر بعہود سابق کہ دوست دشمن
ایک جانب کا دوست دشمن دوسرے کا ہے، حفاظت مخلوق مین
ایسا بندوبست فرمائین کہ کوئی آدمی شر و فساد نہ کر سکے۔ بعدین صدر سے
جو کچھ اس مین ایما ہوگا اُس سے انحراف نہ ہوگا۔

اس کے جواب مین صاحب پولیٹیکل ایجنٹ نے ۲۔ نومبر ۱۸۶۲ء کو ایک
مراسلہ لکھا جس مین تحریر تھا کہ:-

[1] نواب گورنر جنرل اُس وقت آگرہ مین تھے۔

"جس وقت بھوپال کی ایجنٹی پر میری تجویز ہو رہی تھی مین گورنر جنرل صاحب بہادر کی ملازمت مین فائز ہوا تھا۔ مجھ سے حضور ممدوح نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا تھا کہ:۔

"باستماع می در آید کہ بہ نسبت دیگر ریاست ہا ے ہندوستان در ریاست بھوپال انتظام و انتساق وراست قولی و درست کرداری بہ نسبت رعایا بہ خیر اندیشی کار پردازان واقع است"

فی الواقع اس ریاست کے کارگزارون کے حسن انتظام اور آپ کی نیک نیتی سے جو اس عرصہ چھے سال مین رعیت نوازی اور عدالت آرائی بہ نسبت دوسری ریاستون کے مین نے دیکھی ہے اس کی اطلاع مشرح طور پر نواب صاحب ممدوح کے جناب مین کی گئی ہو"

اس کے بعد باہمی تکرار اور اون کے مشورون پر دونون کے عمل نہ کرنے کا افسوس کر کے نواب صاحب کی کارروائی کو بے صبری و بے استقلالی کی دلیل گردانا اور اس کی علت غائی کو حق طلبی و خودداری قرار دیا اور حکیم بہار علی کے پہونچنے اور گفتگو کرنے کا تذکرہ کر کے لکھا کہ:۔

"آپ نظر تعمق سے دیکھئے کہ نواب صاحب بہادر کے متمکن خاطر اور مرکوز باطن حق طلبی و حق جوئی ہے اور آپ نے نواب صاحب بہادر کو بہ منظوری صدر مسند آراے ریاست کیا ہے اور مضبوط معاہدے اس

مضمون کے کر کے کہ جب ان کی عمر ۱۹ سال کی ہوگی تو ان کو اختیار
حکومت ریاست سپرد کر دیا جائے گا۔ نواب گورنر جنرل بہادر کے یہاں سے
خلعت فاخرہ دلوایا۔ اب جب کہ وہ ۱۹ سال کی عمر کو پہونچکر عہود سابقہ
کی بنا پر داعیہ حق طلبی کرتے ہین تو کیونکر اُن کے ساتھ تعرض جائز ہو سکتا ہے
اور ان ہی عہود و پیمان کے سبب سے نواب صاحب اپنے آپ کو حقدار
سمجھتے ہین۔ اس صورت مین پہلے بھی ہنگامہ و فساد ہوا اور آئندہ
کے لئے بھی اندیشہ ہے۔ لیکن جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے کہ ارباب
صدر کے حکم سے کوئی عدول اور عذر نہین ہے جواب موصول ہونے تک
مفسد ہنگامہ آرا نہ ہون تو البتہ صدر سے جواب آنے تک ہنگامۂ
فساد اور خونریزی خلائق بے فائدہ ہے۔ لہذا آپ کے خریطہ کی نقل
نواب صاحب کے پاس بھیجدی گئی ہے اور ان کے وکیل سے معلوم ہوا ہے
کہ صدر سے جواب آنے تک کسی قسم کا شر و فساد نہ ہوگا۔ امید ہے کہ
جواب کے انتظار مین دونون طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہوگی"

مسٹر ولکنسن نے بعد مزید مشورون کے اپنے خط کو ان الفاظ پر ختم کیا:۔

"تمام باتین آپ کے اختیار مین ہین جو مناسب ہو وہ کیا جائے"

اسی کے ساتھ نواب جہانگیر محمد خان کو بھی ایک مراسلہ بھیجا۔ جس کے
ہمسلک نواب قدسیہ بیگم کا خط اور اپنا جواب بھی تھا۔ اس مین نواب

قدسیہ بیگم کی اطاعت اور ان کے احکام کی تعمیل کی نصیحت تہی کہ :-

"آپ ہر حال مین بیگم صاحبہ قدسیہ کی اطاعت اور بجاآوری احکام مین اپنی بہتری و بہبودی تصور کرین اور اُن کارپردازان و ملازمان قدیم ریاست کو جنہون نے کہ مدت دراز تک خیر خواہی وجانفشانی کرنے کے بعد سرفرازی حاصل کی ہے اور جن کو یہ گمان ہے کہ آپ کو اقتدار حاصل ہونے پر اُن کا تغیر و تبدل ہو جاے گا ان پر الطاف مبذول کرین تو امید ہے کہ آپ کی طرف سے بیگم صاحبہ کی طبیعت صاف ہو جاے گی - اور آپ کے خیر خواہون اور رفیقون کو وہ بھی اپنا خیر خواہ تصور کرین گی اور صلح کی تکمیل ہو جاے گی اور تمام ہنگامہ وفساد ازخود رفع ہو جاے گا - اگر دونون کینہ و بغض دلی کو اور اپنے اغراض کو چھوڑ کر آپس مین صلح پر متوجہ ہو جائین تو دونون کی نیکنامی اور دونون کے مشیرون کی خیر خواہی خلق اللہ کی بہتری اور خالق ذوالجلال کی خوشنودی ہے اور اگر خود غرضی اور خود مطلبی کو اقتضاے جانبین سے دغا و فریب ہوگا تو دنیا کے سامنے بدنامی اور خدا کی ناخوشی ہے اور ان دونون باتون مین سے جو کچھ پسند ہو کیا جاے"

نواب قدسیہ بیگم نے یہ بھی چاہا تھا کہ ولکنسن صاحب اور رزیڈنٹ اندور مسٹر کارنگ (Mr. Carna) یہان آکر تصفیہ کرین -

رزیڈنٹ صاحب نے صاف لکھ دیا کہ :-

"کامون کی زیادتی کی وجہ سے مجھے فرصت نہین ہے اور علاوہ اس کے مین نہین چاہتا ہون کہ آپ کے بھائیون کے خلاف دخل دون اور نیز میرے وہان آنے سے درستی معاملات بھی نظر نہین آتی بلکہ آدمیون مین دوسری طرح کے خیالات پیدا ہون گے ، ہان اگر کوئی ضروری کام ہوتا اور مین جانتا کہ میرے جانے سے فیصلہ ہوجاے گا تو فی الفور آتا"

جب ایجنسی ورزیڈنسی کے جوابات سے معلوم ہوگیا کہ ہر دو صاحبان اس مین دخیل ہونا پسند نہین کرتے تو نواب قدسیہ بیگم نے مجبور ہوکر یہ ارادہ کیا کہ اب پھر نواب گورنر جنرل بہادر کو تمام حالات پر صاف صاف مطلع کرین کیونکہ ایجنسی سے بالکل کوئی امید نہ رہی تھی - سچ تو یہ ہے کہ ارکین دولت نے خود غلطی کی تھی کہ نواب نظر محمد خان کے بعد نواب قدسیہ بیگم کی طرف سے یہ اقرار ہوگیا کہ نواب سکندر بیگم کا شوہر مالک ریاست ہوگا اگرچہ یہ غلطی اس قسم کی غلطی تھی جو بعض نہایت دور اندیش اور خیر سگال و وفادار ارکین ملک واقعات اور رفتار زمانہ کے اقتضا سے کر جاتے ہین جو بالکل نیک نیتی پر مبنی ہوتی ہے مگر غلطی پھر بھی غلطی ہوتی ہے جس کے نہایت سخت نتائج برداشت کرنے پڑتے ہین - نواب صاحب کو شوق حکومت مجبور کر کے

آمادۂ فساد کرتا تھا اور ولکنسن صاحب اسی اقتدار کی بنیاد پر نواب صاحب کی طرفداری کرتے تھے۔ پس بمجبوری نواب قدسیہ بیگم کو نواب گورنر جنرل بہادر کی طرف رجوع کرنا پڑا اور چند بے ضابطگیاں جو صاحب پولیٹکل ایجنٹ (مسٹر ولکنسن) سے سرزد ہوئی تھین اُن کو اپنے خریطہ مین اس طرح ظاہر کیا کہ:۔

"سرکار انگلشیہ کی باجلاس کونسل یہ مصلحت ہے کہ ملک ہندوستان مین جن جن ریاستون پر بلحاظ تعین رزیڈنٹ خراج مقرر کیا جاے وہ اس امر کے لئے ہو کہ کسی فساد کے وقت اس کے دفع کرنے سے متوسلین کو ظلم سے نجات دین لیکن اس ریاست مین اس کے خلاف مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ایسے ایسے فساد عظیم الشان اُٹھے کہ اعلیٰ وادنیٰ کی جان تک نوبت پہونچی اول اس ضلع کے صاحب ایجنٹ نے نواب جہانگیر محمد خان بہادر کو بحیلہ تحصیل علم سیہور مین طلب کیا اور دو مہینے اپنے پاس رکھکر اور نشیب و فراز سمجھا کر مفسدہ برپا کرایا۔ حالانکہ ان کا تعین اسی روز سیاہ کی درستی اور اہل حق کی اعانت کے لئے ہے نہ اس لئے کہ خود شہر کے آدمیون کو جمع کرائین اور ان کے فسادات کے تدارک سے اغماض کرین دوسرے جب مفسدین کی جماعت چھاؤنی سیہور مین جمع ہوئی تو ممانعت نہ کی تو پھر ان کی تک کیا نوبت پہونچ سکتی ہے اور یہ امر غرض وجود حاکم کا خود معافی ہے تیسری نواب صاحب کے ملازمین مستجاب خان اور بہپر سنگھ نے

علانیہ صاحب بہادر سے مشورہ کرکے مفسدین کی جماعت کو سرونج سے
طلب کرکے میرے اور میری لڑکی کے مار ڈالنے کے لئے آمادہ رکھا۔
اور وقت نزدیک تھا کہ ہزارون آدمیون کے کشت وخون کی نوبت
پہونچے اور باوجودیکہ سرکار انگلشیہ کا عہد یہ ہے کہ ایک کا دوست و
دشمن دوسرے کا دوست و دشمن ہے، صاحب بہادر نے اس مشورہ کا
باوجود علم کے کوئی انسداد نہین کیا اور نہ ہم کو اسکی اطلاع دی چھتے
کان سنگھ جس کا بوجوہ چند اس ریاست سے اخراج کیا گیا ہے اس کو
چھاؤنی مین جگہ دی اور ہنوز اون کی حمایت مین موجود ہے اور یہ ظاہر ہے
کہ جو شخص ریاست سے خارج ہوگیا اس کو ریاست سے کوئی سرکار نہین ہا!
لیکن یہ شخص نو مہینے سے اس ریاست مین ساکن ہے۔
اور فتنہ اُٹھانے کے خیال مین رہتا ہے اور یہ صاحب
بہادر کی عدم توجہی کی ایک دلیل ناطق ہے۔ پانچوین اپنے ملازم
واصل علی کو مشورون کے لئے بہ عہدہ وکالت مقرر کیا ہے اور وہ ایک
ایسا مفسد آدمی ہے کہ وہ جب سے نوکر ہوا ہے اس نے شر و فساد
برپا کر دیا ہے بلکہ مستجاب خان بھی صاحب بہادر ہی کا نوکر کرایا ہوا ہے
جو نواب صاحب کے پاس رہ کر مصدر فسادات عظیمہ ہوا۔ چھٹے شاکر علی
مفتری کو اس ریاست کا اخبار نویس مقرر کیا ہے اور باوجودیکہ اسکی

غلط نگاری اس سرکار کے حق مین ثابت ہوگئی تو بھی اس کے
تدارک سے چشم پوشی کی - غرض بوجوہ مذکورہ مفسدون کی تنبیہ سے
صاحب بہادر کا اغماض بخوبی ثابت ہے حالانکہ وہ جب سے یہان
آئے ہین کوئی رنج درمیان ہین پیدا نہین ہوا اور اُن کے تعمیل احکام
ہین سود و زیان سے قطع نظر کرکے کوئی تقصیر نہین کی جب حاکم ہی
مفسدین کی تادیب مین کوشش نہ کرے - بلکہ ان کی معاونت کرے
تو امان کہان حاصل ہو سکتی ہے اور ریاست کی تخریب ہوگی پس
حضور کے انصاف سے یہ امید ہے کہ دو چار صاحب بہادرون کو اس
ماجرے کی تحقیقات اور نواب صاحب بہادر کے واقعات کی تحقیقت
دریافت کرنے کے لئے کہ اُن کی تمام حرکتین منافی ارباب ریاست
ہین اور ہر خاص و عام ان کو جانتے ہین بھیجین اور نیز اس ۱۷ سال
کے زمانہ مین ایصال حق و دادرسی رعایا و برایا و غربا اور اقربا کی
جو کچھ مجھ سے عمل مین آئی ہے اور زبان زد خاص و عام ہے معلوم
کرکے حضور مین اطلاع کرین اور پھر نواب نظر محمد خان بہادر کے حقوق
کے لحاظ سے جو سرکار عالی پر ہین جو ارشاد ہو مجھے قبول ہے ۔

اِدھر یہ خط و کتابت ہو رہی تھی اُدھر میان امیر محمد خان نواب منیر محمد خان
اور نواب اسد علی خان سیہور مین نواب صاحب کی آزادی کی کوشش کر رہے تھے -

کئی سو سوار اور پیادے بھی نوکر رکھے تھے۔ ۲۴ ذیحجہ ۱۲۵۲ھ کو رات کے وقت اُنھون نے ایک پیغام نواب صاحب کو بھوپال مین بھیجا کہ وہ سیہور آجائین۔ اور غفور خان ملازم کے ساتھ گھوڑے بھی بھیجدیے۔ وہ قاصد آکر مولوی ضیاء الدین کے مزار[1] پر ٹھیرا۔ نواب صاحب کو خفیہ اطلاع کی وہ مع میر اسد علی کے تبدیل ہئیت کر کے پیادہ پا وہان پہونچے اور گھوڑون پر سوار ہو کر سیہور کی طرف روانہ ہوے اور آدھی رات کو دو گھنٹے مین منزل مقصود پر پہونچ گئے۔ صاحب ایجنٹ کو اطلاع ہونے پر گیارہ ضرب توپ سلامی کی سر ہوئین لیکن چھاؤنی کا ادب ملحوظ رکھکر بھوپال سے تعاقب نہ کیا گیا۔ دوسرے دن صاحب پولیٹکل ایجنٹ نے لکھا:۔

"یہ تو آپ کا خریطہ میری طلب اور دوسرے خریطہ کو رزیڈنٹ صاحب اندور کی خدمت مین بھیجے جانے کے متعلق آیا تھا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین کے ہاتھ وہ اُن کے پاس بھیجدیا گیا۔ مین نے پہلے بھی کئی مرتبہ لکھا ہے کہ آپس مین صفائی ہوجانی چاہئے۔ اور اب بھی وہی صلاح ہے۔ نواب صاحب کو بھی مین نے صبر کرنے اور عجلت نہ کرنے اور تھوڑے دن آپ کے انتظام رہنے کی بابت فہمائش کی ہے گذشتہ رات جب وہ سیہور مین آئے تو انکو پھر فہمائش کی گئی اور جلدی کرنے سے ممانعت کی آپ بھی جسطرح مناسب سمجھین معتمد بھیجکر انکو فہمائش کیجیے اور راجہ خوشوقت رائے

[1] یہ مزار اب احمد آباد مین راحت منزل کے شمال جانب پرانی مسجد کے احاطہ مین ہے۔

اگر اُن کو سمجھائیں اور ہمراہ لے جائیں تو بہت خوب ہے۔"

ادھر یہ مراسلت جاری تھی۔ اودھر نواب صاحب نے اپنے ماموں، باپ، اور بھائی کے مشورہ سے فوجی جمعیت فراہم کرنی شروع کی اور اس کے لئے مہاجنوں سے قرض لیا۔ اور نواب قدسیہ بیگم نے پولیٹکل ایجنٹ سے شکایت کی اس پر مسٹر ولکنسن نے ان کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ:۔

"آپکو جو افواہاً معلوم ہوا ہے کہ سعد اللہ خان وغیرہ مفسدین کا سیہور میں آنا میری صواب دید و صلاح سے ہوا ہے یہ دور از کار اور محض بے اصل و باطل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس جھوٹ پر اعتماد نہ ہوا ہوگا۔ میں نے نواب صاحب سے استفسار حال کیا تھا اگرچہ نواب صاحب نے انکار کیا ہے لیکن یقین نہیں ہوتا کہ بغیر اُن کے ایماء اور طلب کے یہ لوگ آئے ہوں۔ میں نے ان کو فہمائش کی ہے کہ آپ جس امر کے مستحق ہیں وہ بذریعہ سوال و جواب بہت اچھی طرح ہو جائے گا۔ اور نواب قدسیہ بیگم نے جو اقرار صاحبان ایجنٹ بہادر کے ذریعہ سے کیا ہے اور جس کی اطلاع گورنر جنرل صاحب کو ہو چکی ہے اس پر وہ قائم و مستقل رہ کر اپنے آپ ایفاء وعدہ کریں گی چنانچہ نواب صاحب کے دل میں اس جماعت کے اخراج کی تجویز ہے

مگر اس کا ظہور راجہ خوشوقت رائے بہادر کے آنے خطرات سے دلجمعی
ہونے اور بعض امور کے انتظام پر منحصر ہے اس لئے تمام مدارج مرقوم الصدر
اور جو باتین کہ مجھے نواب صاحب کی گفتگو سے معلوم ہوئین وہ اور یہ
بات کہ راجہ صاحب بہادر یہان جلد تشریف لاکر تمام خطرات دور ہمارے
نواب صاحب کی دلجمعی اور دیگر مراتب کا انتظام اور کوتاہ اندیشون کا
اخراج کرکے نواب صاحب کے ہمرکاب جائین ، حکیم بہار علی کی زبانی
مین نے آپ کو کہلوا دی ہین ۔ یقین ہے کہ اُنھون نے کہا ہوگا اور جو
کچھ اونھون نے کہا ہوگا اور جو کچھ اُنھون نے نواب صاحب کا خوبی
مافی الضمیر دریافت کیا ہوگا اُس کو بھی گزارش کر دیا ہوگا ۔ باوصف
عرصہ کثیر گذرنے کے بھی راجہ صاحب بہادر ابھی تک نہین آئے ایسے
امور مین تساہل اور تامل جائز نہین ہے ۔ کیونکہ اس سے کتنے ہی
اندیشے ہین کہ اگر مفسدین کی جماعت چند دن تک قائم رہی تو مبادا
نواب صاحب کی طبیعت اُن کے افترا کی طرف راغب ہو اور قباحت
عظیم پیدا ہو ۔ راجہ صاحب کے نہ آنے اور زیادہ دن گذرنے سے روز
بروز ان لوگون کی جمعیت زیادہ ہوتی ہے ۔ ان کا اخراج بغیر مقابلہ
اور محاربہ کے نہ ہو سکیگا اور اس کے علاوہ ان کی تنخواہ کا دعویٰ بھی
ہوگا بالآخر یہ مصارف ریاست پر پڑین گے چونکہ ریاست کی سرسبزی کو

بہتری بیرہی مکنون خاطر ہے ۔ لہذا لکھا جاتا ہے کہ اس رقیمۂ اخلاص
کے دیکھتے ہی راجہ صاحب بہادر کو یہان تشریف لانے کی اجازت
دی جاوے تاکہ وہ عزت وحرمت کی حفاظت اور خطرات سے دلجمعی
واطمینان خاطر کرین اور سمجھا دین کہ کسی قسم کی تکلیف اخراجات وغیرہ
نہ ہوگی اور بغرض تیقن وواقفیت کاروبار ریاست ورائے وغیرہ
اجراے مہمات ریاست نواب صاحب کے سامنے ہوتا رہے گا جو کسی دن
ان کے کام آوے گا اور فتنہ پردازون کا اخراج کرکے باتفاق یکدیگر
نواب صاحب کے ہمراہ آپ کی خدمت مین حاضر ہون ، تعویق وتساہل
مین نقصان متصور ہے ۔ ۴ ۔ جون ۱۸۳۶ء "

اسی کے ساتھ مسٹر ولکنسن نے نواب صاحب کو سیہور مین جمعیت فراہم کرنے سے منع کیا ۔ اور ہدایت کی کہ " اگر یہی منظور ہے تو چھاؤنی سے چلے جائین " نواب صاحب نے بجاے اس کے کہ ہدایت کی تعمیل کرتے دوراہہ ، دیبی پورہ ، اور جھر کھیڑہ پر قبضہ کرلیا ، اس لئے مسٹر ولکنسن نے نواب صاحب کو پھر حکم دیا کہ " علاقہ غیر کے آدمی علحدہ کردین اور نواب بیگم کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جس مین نواب قدسیہ بیگم پر عدم پابندی عہد کا الزام قائم کرکے تفویض ریاست کی تحریک تھی اس کے علاوہ راجہ خوش وقت راے کو بھی ایک خط بھیجا جس مین لکھا :۔

قبل اس کے کہ کوئی ایسی بات ہو جس سے حرب و پیکار شروع ہو جائے
آپ یہان آیئے اور بہ صلاح یکدیگر ایسی اصلاح کرائیے کہ موجب
رفع کدورت ہو مین کسی بارے مین مداخلت کرنا نہین چاہتا کیونکہ
گورنر جنرل کا حکم پیشتر سے ہے کہ کسی معاملہ مین سرکار انگریزی کا
دخل نہ رکھا جاے اور بیگم صاحبہ اگر اپنی رضا مندی اور محبت سے
اپنے اقرار کے مطابق ریاست نواب صاحب کو تفویض کرین
اور اپنے اکل و شرب کے لئے جاگیر کی درخواست کرین اور اپنی
جان و آبرو کی حفاظت چاہین تو ان کی درخواست حضور مین پیش
کی جاے" پس اگر یہ صورت واقع ہو تو اس کی اطلاع صدر کو
کی جاے اور یقین ہے کہ ان کی درخواست دستخط گورنر جنرل سے
مزین ہو جاے - علاوہ اس کے امور مقررہ طرفین مین سرکار
انگریزی کے دخل کی توقع نہین ہے - کیونکہ سواے اس حکم کے
جو صدر سے ہو دوسرے امر مین دخل نہین ہو سکتا - اگر باہمی
صلح طرفین کے سمجھانے سے نہ ہوئی اور نوبت لڑائی اور قتل
مخلوق کی پہونچی تو سب کا عذاب اور بدنامی و نیکنامی اپنے
اوپر سمجھنا چاہئے کیونکہ آپ رکن ریاست ہین اور آپ کی
دانائی صدر تک ظاہر ہے جنگ کی صورت مین کیا معلوم کہ کس کے

پرچم اقبال پر نسیم فتح چلتی ہے۔ اور غبار ادبار کس طرف اُٹھتا ہے کیونکہ فتح و ہزیمت کی کنجیاں قادر قدیر کے ہاتھ مین ہین نہ کسی جوان و بوڑھے کے ہاتھ مین۔ اور دونون مین سے جو کوئی غالب ہوگا تو مغلوب کی وجہ معاش اوس کے ہاتھ مین رہیگی اور مغلوب کا حال دیکھ کر مخلص کو افسوس باقی رہیگا۔ اس لئے معتمدان نواب صاحب کے نزدیک جو مناسب ہو اور جس عنوان پر کہ طرفین کی طمانیت ہو آپس مین قرار دے لین تاکہ جمہور انام مصئون رہین اور مخلص بار تفکر سے سبکدوش ہو جاے اور اون کو آخرت کی نیکی حاصل ہو۔ اس باب مین نواب اسد علی خان کو بھی رقعہ بھیجا گیا ہے کہ ہم کو صلح فیما بین منظور ہے۔ حتی الامکان جانبین کی تفہیم مین کوئی دریغ نہین کیا گیا ہے اور اگر آپ سمجھتے ہین کہ طرفین کی فہمائش بغیر اس سرکار کے ممکن نہین ہے تو لکھا جاے کہ دونون کو صلاح دی جاے۔ ورنہ این جانب کو کوئی واسطہ نہین ہے۔"

نواب قدسیہ بیگم اگرچہ جنگی کارروائی کرنے سے مجبور نہ تھین لیکن ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ نواب جہانگیر محمد خان راہ راست پر آئین مفسدین اون سے علیحدہ کر دیے جائین اور جس قتل و خونریزی کا خطرہ روز بروز

بڑھتا جاتا ہے وہ اطمینان کے ساتھ بدل جاے اس لئے انہوں نے
بھی اس مشورہ کو منظور کیا اور راجہ صاحب نے بھی کوشش کی کہ
باہمی صلح ہو جاے۔ چنانچہ راجہ صاحب بہ معیت حکیم غلام حسین۔
بیگم صاحبہ کی طرف سے۔ اور نواب اسد علی خان۔ اور میر
و اصل علی نواب صاحب کی جانب سے معتمد مقرر ہوے۔ بیگم صاحبہ
کے معتمدین تفویض ریاست کی میعاد دس سال۔ اور معتمدین نواب صاحب
تین سال مقرر کرتے تھے۔ دونوں طرف سے اپنے اپنے دعاوی تحریر
کئے گئے۔ راجہ صاحب ان کو لیکر بھوپال آئے مگر نواب قدسیہ بیگم
نے یہ مناسب سمجھا کہ ان معاملات کے متعلق صاحب رزیڈنٹ کو مطلع
کیا جاے اور خواہش کی جاے کہ وہ خود تشریف لاکر فیصلہ کریں چنانچہ
اس کے متعلق حسب ذیل مراسلہ بھیجا :-

"۷ سال گذرتے ہیں کہ نواب نظر محمد خان نے انتقال کیا اور بار
ریاست مجھ پر چھوڑا جس طرح ممکن ہوا میں نے سرسبزی ریاست،
آبادی ریاست۔ اور آسائش رعایا کی کوشش کی اور اس امید
میں کوشش کی کہ انتظام ریاست سے مطمئن ہو کر بقیہ حیات
استغفار آرام کے ساتھ بسر کروں کہ اس اثنا میں ایک سال گذرا
کہ جہانگیر محمد خان نے مفسدین کے اغواء سے سیہور میں پہونچکر

اور شریر لوگون کو جمع کر کے ہنگامہ آرائی کی۔ مگر وہ فتنہ آپ کے
ایما ر سے فرو ہو گیا۔ لیکن پھر ایک ماہ گزرتا ہے کہ فریب سے میرے
اور میری لڑکی اور دیگر ارا کین ریاست کے قتل کا ارادہ کیا اس
تہلکہ سے بھی خدا نے نجات دی۔ اب پھر اپنے مان باپ کی رائے
سے آمادہ فساد و بربادی رعایا ہین۔ مین نے راجہ خوشوقت رائے
بہادر اور حکیم غلام حسین خان کو ولکنسن صاحب کے پاس بھیجا اور
اون کو نصیحت کی کہ جو امر مخلوق خدا کی رفاہ کا سبب ہو اوس کو
اختیار کرین۔ اونھون نے میری تجویز سے بھی زیادہ فساد مٹانے کیلئے
لکھا لیکن نواب صاحب کے آدمیون نے قبول نہ کیا اور جو کچھ اونکے
دل مین تھا اسی کو تحریر کیا۔ دونون نقلین آپ کے پاس بھیجی جاتی
ہین۔ آپ دیکھین کہ اصلاح کس طرف ہے اور فساد کس جانب۔ اگر
تھوڑے دنون کے لئے آپ قدم رنجہ فرمائین اور اپنی آنکھ سے
ملاحظہ کر کے جو کچھ قول فیصل ارشاد فرمائین۔ مین وہی کرونگی
اور ہرگز آپ کے مشورہ سے تجاوز نہ کرون گی کیونکہ آپ کے
مزاج مین کسی کی طرفداری نہین۔ ہے بلکہ انصاف ہے "

صاحب رزیڈنٹ نے اس کا یہ جواب دیا :۔

مَین نے تمام حالات کی اطلاع صدر کو دی ہے اُس کے جواب کا

انتظار ہے جیسا جواب آئے گا اُسکے مطابق عمل کرون گا اسلئے

مجھے اپنے آنے مین تامل ہے ؎

نواب قدسیہ بیگم نے ایک مفصل خط بوساطت صاحب پولیٹکل ایجنٹ نواب گورنر جنرل ہند کی خدمت مین بھی ارسال کیا تھا جس مین تمام حالات کو تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا تھا اور درخواست کی تھی کہ وہ ان نزاعات مین مداخلت کرین ۔ اس کا جواب جب موصول ہوا اُس مین نواب گورنر جنرل نے ان حالات پر افسوس ظاہر کرتے ہوے تحریر فرمایا کہ :۔

سرکار انگلشیہ کا آئین قدیم یہ ہے کہ اپنے معتمدون کو اس قسم کے معاملات مین مداخلت سے روکے ۔ اور اسی لئے اب تک مناسب نہین معلوم ہوا کہ اس قضیہ کے تصفیہ مین جو بھوپال مین واقع ہے اور ہمارے ملال کا موجب ہے دست اندازی کی جاے ۔ ہان اگر یہ مناقشہ اسی طرح رہے گا تو اس سرکار کی مداخلت ناگزیر طور پر ہوگی ۔ اور تصریح کے ساتھ مین کہتا ہون کہ یہ مداخلت آپ کی حکومت کے نفع کے لئے کہ جو نواب جہانگیر محمد خان کے حق واجب کے تلف کرنے سے عبارت ہے ہرگز نہ ہوگی ظاہر ہے کہ آپ نے وعدہ موثق کیا ہے کہ جب نواب صاحب ۱۹ سالہ ہون گے تو حکومت اُن کے سپرد کی جاوے گی ۔ اس صورت مین

دوستدار کے لئے اس امر کی فہمائش کی ضرورت نہین ہے کہ اقرار موجب الزام سرکار ومواخذہ شرعیہ اور بدعہدی مذموم ہے اور جو عظیم اتہام نواب صاحب کے حق مین کیا ہے موجب ملال ہے لیکن چونکہ اُن کی جانب ایسی حرکت کی نسبت کرنا رنجش خاطر پر بنی ہے اُس لئے بہرکیف اُن کو فہمائش کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسے افعال سے کہ جو بیگم صاحبہ کے اشتباہ و اتہام کا باعث ہون دور رکھین اور وہان کے صاحب ایجنٹ بہادر نے لکھا ہو کہ آپ ان سے اس قضیہ مین میری راے کا انکشاف کرنا چاہتی ہین ہرچند اس بارے مین اظہار حکومت سے احتراز کرتا ہون لیکن سرکار بھوپال کی بہبودی پر نظر رکھ کر اور اُس اعتماد کی بنیاد پر کہ آپ داماد کے ساتھ متمنی مصالحت ہین وضاحت کرتا ہون لیکن سرکار کمپنی کی راے مین انسب یہ ہے کہ رئیس حقدار بھوپال سکنہ بھوپال کی رضامندی سے اپنا حق واجب حاصل کرے اور فتنہ وفساد باہم جن کا امور خانگی کے ساتھ تعلق ہے پیدا نہو اگر ایسا ہونا ممکن ہے اور ارادہ سے عمل مین آئے تو البتہ آپ کی آسائش وعزت کے لئے وجہ معیشت مقرر ہو جاے گی اور آپ کا داماد بھی غالباً اس امر کو پسند کرے بلکہ ضروریات سے سمجھے میری

راے ہے جس کو مین نے دوستانہ طور پر لکھا ہے۔ آپ بھی اسکو
تکلیف دہی نہ سمجھ کر وہ طریقہ اختیار کرین جس مین ہماری سرکا
کی رضامندی اور رعایا کا فائدہ ہو"

ادہر یہ مراسلت اور کارروائی ہو رہی تھی۔ اُودھر نواب صاحب نے بعض زمیندار جاگیردار اور عاملون کو اپنی طرف کر لیا۔ باڑی[1]، چینپھاڑی[2] اور چوکیگڈھ[3] کی تسخیر کے لئے اسد علی خان کو بھیجا۔ اور خود دوراہہ[4] آشٹہ[5] اکر بلا مزاحمت قلعہ مین داخل ہو گئے۔ کیونکہ قلعدار شہامت خان جس نے نواب قدسیہ بیگم کے سامنے وفاداری کا حلف اُٹھا کر خلعت حاصل کیا تھا شریک سازش ہو گیا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک واقعہ یہ ہوا کہ نواب قدسیہ بیگم کے ایک قاصد کو نواب صاحب نے پکڑ کر پٹوایا۔ اب ان کے اشتعال اک

---

[1] اسٹیشن سیہری سے ۲۵ میل پر بارنا ندی کے کنارے واقع ہے ضلع جنوب مین ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔
[2] ضلع مشرق مین ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ سٹیشن گاڑدارہ سے ۲۰ میل پر ہے۔
[3] قلعہ چوکی گڈھ ضلع جنوب مین ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہے بھوپال سے اسکا فاصلہ ۳۰ کوس ہے۔
[4] موضع دوراہہ بھوپال سے جانب شمال مغرب ۱۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔
[5] یہ قصبہ بھوپال سے ۴۴ میل پر جانب مغرب پاربتی ندی کے کنارے واقع ہے۔ یہان ۱۷۱۶ء مین سردار دوست محمد خان نے ایک قلعہ بنایا تھا۔ نظامت مغرب کا صدر مقام ہے۔

غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور اونھون نے پہلے سیوانس[1] کے قریب ایک جرار فوج بھیجی اور ہدایت کی کہ جس وقت حکم ملے فوراً باسودہ کا محاصرہ کرلین - چونکہ باسودہ[2] ریاست بھوپال کے حدود سے باہر ہے اس لئے صاحب پولیٹکل ایجینٹ نے اس بناپر روک دیا کہ :-

"اگرچہ نواب اسد علی خان علاقہ غیر کے متوطن ہین لیکن جب سے مین اس ضلع مین مامور ہوا ہون وہ نواب صاحب کے کامون مین مصروف رہتے ہین اور ان کی سفارت پر مامور ہوکر آٹھ مہینے سے ۶ قرنیزی کر رہے ہین اور جو آدمی کہ ہنگامہ سے قبل طرفین کے شامل ہین ان کا تعرض مناسب نہین ہے البتہ جدید ملازم طرفین کے جو علاقہ غیر کے رہنے والے ہین اون کی مزاحمت جائز ہے غور کیا جاے کہ اکثر آدمی ممالک روساے

---

[1] سیوانس کا جدید نام بیگم گنج ہے - اور ضلع مشرق مین ایک تحصیل کا صدر مقام ہے بھیلسہ سے ۳۰ میل کا فاصلہ ہے - یہان عہد قدیم کی ایک گڑھی ہے -

[2] باسودہ سنٹرل انڈیا مین ایک چھوٹی سی ریاست ہے اور بھوپال ایجنسی کی ماتحت ملک مالوہ مین واقع ہے ، اس ریاست کے مغرب مین ریاست ٹونک کا ضلع سرونج اور کچھ حصہ گوالیار کا ہے - جنوب مین ممالک متوسط کا ضلع ساگر ریاست ہاے پتھاری کوروائی اور محمد گڑھ ہین ، مشرق مین ضلع ساگر اور بھوپال اور جنوب مین بھوپال ہے ، اس کا رقبہ تقریباً ۰۴ میل مربع ہے -

غیر متصلہ عملداری بھوپال آپ کے لشکر مین پہلے سے شامل ہین ان کی
مزاحمت نہین کی گئی ہے۔ پس طرف ثانی کے خیرخواہون کے ساتھ کیون کر
تعرض کیا جاے۔ چونکہ ان دونون ارباب صدر کا حکم صادر ہوا ہے کہ جس
امر مین بیگم صاحبہ کی نسبت تعرض نہ کیا جاے اسی طرح نواب صاحب کی
نسبت بھی مزاحمت نہ کی جاے۔ غرض کہ دونون طرف ایک ہی قاعدہ
ملحوظ رہے گا قلعہ باسودہ پر یورش کرنے کی جو تجویز آپ نے کی ہے یہ محض خلاف
دستور ہے۔ ممالک محروسہ سرکار بھوپال مین اختیار محاربہ ومجادلہ ہے
علاقہ غیر مین جانبین سے جو شخص ہنگامہ آرائی اور فساد کریگا اُس کی جوابدہی
کرنی ہوگی ''

مجبوراً قلعہ باسودہ کا محاصرہ ملتوی کیا گیا۔ اور فوج راجہ خوشوقت راے کی ماتحتی مین آشٹہ روانہ کی گئی جس دن یہ فوج روانہ ہورہی تھی ایک شخص گرفتار کیا گیا۔ جس کے پاس تمام اراکین ریاست کے نام نواب صاحب کے بہت سے خط تھے یہ خطوط بعض تو صحیح تھے اور بعض محض شبہ ڈالنے کے لئے لکھے گئے تھے۔ نواب قدسیہ بیگم ان خطون کو پڑھ کر بہت غصہ مین آئین اور غصہ کی حالت مین جو چاہا کہا۔ اس عالم غیظ وغضب مین راجہ صاحب بہادر نے جرأت کی اور عرض کی کہ '' یہ وقت غصہ کا نہین ہے جو شخص انکے ساتھ شریک ہین ہوا کرین اور جو لوگ شریک نہین ہین انکے نام کی مراسلت محض شبہ ڈالنے کے لئے کی گئی ہے

اور اس وقت کہ سب لڑائی پر جانے والے ہین ہر شخص کے دل کا حال معلوم ہو جائے گا۔" اس کے بعد اُن کا غصہ فرو ہوگیا اور خاموش ہوگئین۔ نواب اسد علی خان کا بیان ہے جو انھون نے خود لکھا ہے کہ بیگم صاحبہ بالکل تیار ہوگئین کہ اپنی فوج کی میدان مین آپ کمانڈ کرین۔" راجہ صاحب نے بڑی مشکل سے اس ارادہ سے باز رکھا اور خود روانہ ہوگئے۔ پولیٹکل ایجنٹ نے نصیحت کی۔ بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ "آپ اور رزیڈنٹ یہان آئین اور تحقیقات کرین مجھ کو ہر طرح صاحبان صدر کے حکم کی بجا آوری منظور ہے۔" لیکن پولیٹکل ایجنٹ نے اس سے پہلوتہی کی۔ آخر راجہ صاحب مع چار ہزار سوار و پیادہ اور چار ضرب توپ کے بھوپال سے روانہ ہوئے اور ۲۲ جون ۱۸۳۷ء کو موضع مغلی پر ٹھیرے۔ نواب صاحب نے صف آرائی کی اور خود مع اپنے باپ کے صفون کے عقب مین رہے اور نانا ابراہیم خان کو راجہ صاحب کے پاس فہمائش کے لئے بھیجا کہ "بالفعل آپ موضع کوٹری مین قیام کرین، اس صورت مین ممکن ہو کہ کوئی صورت رفع فساد کی نکل آئے اور خلق اللہ کے کشت و خون کی نوبت نہ پہنچے۔" راجہ صاحب نے جواب دیا کہ "مین حکم کا تابع ہون اس لئے یہان سے نہین جا سکتا۔ اس کے علاوہ فوج بھی منزلین طے کر کے بھوکی پیاسی یہان تک آئی ہے۔ آپ ہی یہان سے آشتہ تشریف لے جائین کہ ہم یہین خیمے نصب کرین، کل جو مناسب ہوگا وہ کیا جائے گا۔"

آخر نواب صاحب کی طرف سے چند تیر چلائے گئے ادھر سے بھی اُن کا جواب دیا گیا۔ پھر ہنگامہ جدال وقتال گرم ہوگیا۔ بخشی ارادت محمد خان نانا کالنسنگھ کے ہاتھ سے کسی قدر زخمی ہو گئے۔ فوج بھوپال نے اوس کو گھیر لیا اور ایک تلوار کے وار سے اوس کا سر جدا کر دیا۔ سعداللہ خان بھی جم کر لڑا اور قریب تھا کہ توپون پر قبضہ کرے لیکن بھوپال کی فوج نے بڑی ہمت و دلاوری سے کام لیا اور سعداللہ خان کی جمعیت کو جو قریب دو ہزار سوار اور پیادہ کے تھی پیچھے ہٹا دیا اور علاقہ بخشیگری کے چند جوانون اور ولائیتون کے ہاتھ سے سعداللہ خان بھی زخمی ہوگیا اور قریب ڈ ہائی سو آدمیون کے اور بھی اون کی فوج کے مقتول ہوے جس سے اون کا فوجی شیرازہ پریشان ہوگیا۔ نواب صاحب سپاہیون کی آواز پر جو اون کی حفاظت کے لئے پیچھے کھڑے تھے بھاگ کر قلعہ مین چلے گئے۔

راجہ صاحب بہادر میدان جنگ مین ثابت قدم رہے اور لڑائی بند ہوجانے کے بعد راجہ صاحب نے مقتولون کی لاشون کی تجہیز وتکفین کا حکم دیا اور مجروحون کو جراحون کے سپرد کیا نانا کالنسنگہ کا سر بیگم صاحبہ کے حضور مین بھیجدیا۔ بیگم صاحبہ نے اس کا سر قلعہ فتح گڑھ مین آویزان کرا دیا مگر بعض اہل دربار نے عرض کی کہ وہ اپنی سزا کو پہونچ گیا اب اس کا سر آویزان کرانے سے کوئی فائدہ نہین ہے تو ازراہ ترحم کالنسنگہ کی لاش اوس کے

بیٹے کے حوالہ کردی۔ راجہ صاحب نے دوسرے روز قلعہ کے سامنے مورچے قائم کئے اور روزانہ دو تین گولے گڈھی پر مارے جاتے تھے نواب صاحب کانسنگھ کے مارے جانے اور سعد اللہ خان کے زخمی ہو جانے کی وجہ سے دل شکستہ ہو گئے تھے اور اون کا خواب وخور حرام ہو گیا تھا اور ہردم مسلح رہا کرتے تھے اور چونکہ اب اُن مین لڑنے کی طاقت نہین رہی تھی اس لئے ایجنٹ صاحب کو امداد کے لئے یہ لکھا کہ :۔

"احوال دردمندی دل بے نہایت است ، ہنگام دستگیری و وقت عنایت ہست"

نواب قدسیہ بیگم نے نواب اسد علی خان کے اخراج کے واسطے جو باڑی اور جیتھاری چلے گئے تھے اور وہان قلعدار سے ساز کر کے قلعہ پر قابض ہو گئے تھے کچھ فوج معین کی تھی وہ اس خبر کے سنتے ہی اور نواب صاحب کی محصوری کا حال معلوم کر کے باڑی کا قلعہ قلعہ دار قدیم کے سپرد کر کے باسودے چلے گئے۔ نواب صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو اور بھی متردد و متفکر ہوے۔ اور نواب اسد علی خان کو لکھا کہ :۔

"آپ ایجنٹ صاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر ہمارے حق کے داد کی التجا کرین "

ادھر نواب قدسیہ بیگم کو اسد علی خان کے جانے کی خبر ہوئی تو کچھ جمعیت اُن کے مقابلہ کے لئے قصبۂ سیوانس مین قائم کردی اور کچھ فوج

گڈھی[1]، دوراہہ، دیپ پورہ[2]، جھرکھیڑہ[3] اور قصبۂ سیہور[4]
خالی کرانے کے واسطے معین کی۔ نواب صاحب کے آدمی جو اس پرگنہ پر
قابض تھے بھوپال کی فوج آنے کی خبر سن کر گڈھی خالی کرکے آشٹہ چلے گئے
اور یہ فوج ان پرگنون پر قابض ہوگئی۔ نظر گنج[5] پر بھی نواب صاحب کے آدمیون سے
ایک لڑائی ہوئی جس مین سرکاری فوج کی فتح رہی ساتوین روز پھر آشٹہ پر
لڑائی ہوئی۔ قبل اس کے کہ فتح و شکست کا کوئی نتیجہ برآمد ہو نواب گورنر جنرل
نے مداخلت کی اور ولکنسن صاحب کو رفع فساد کے لئے ہدایت صادر ہوئی
ولکنسن صاحب نے راجہ خوشوقت رائے کو مع لشکر کے بھوپال واپس جانے پر
مجبور کیا اور نواب صاحب کو مع سپاہ کے سیہور بلوایا۔ اور آشٹہ مین
اپنی جانب سے ایک حاکم مقرر کیا، خود بھوپال آئے۔ ورلٹن رجمنٹ
نمبر ۶۸ کو بمقام گنگہ بلاکر قیام پذیر کیا۔

حکیم شہزاد مسیح کی بیوی دولہن صاحبہ سے مین نے سنا ہے کہ آشٹہ کی

---

[1] ضلع مشرق مین ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ اسٹیشن بھیلسہ سے ۲۴ میل پر ہے۔

[2] بھوپال سے جانب شمال و مغرب ۲۲ میل کے فاصلہ پر ہے جو پہلے ایک تحصیل کا صدر مقام تھا اس کا موجودہ نام احمد پور ہے۔

[3] دوراہہ کے پاس ایک موضع ہے۔

[4] بھوپال سے جانب مغرب ۲۰ میل پر ہے اور ایجنسی بھوپال کا مستقر ہے۔

[5] نظر گنج ایک بازار کا نام ہے جو نظیر الدولہ نظر محمد خان نے قلعہ آشٹہ کے نیچے بسایا تھا۔

لڑائی مین جب جہانگیر محمد خان کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہے تو اوس وقت ایجنسی سے یہ تحریک ہوئی کہ :-

"ظاہر ہے کہ جہانگیر محمد خان کو شکست اور فوج بھوپال کو فتح ہوئی لیکن چونکہ یہ خاندانی جھگڑے ہین جن کو گورمنٹ پسند نہین فرماتی قدسیہ بیگم بزرگ ہین جہانگیر محمد خان کا قصور معاف فرمائین - اور چونکہ جہانگیر محمد خان اپنی حرکت سے نادم ہین اس لئے جب تک اُن کو کوئی شخص سمجھا کر نہ لاے وہ بھوپال آنا نہین چاہتے - آپ تو بوجہ اپنی بزرگی کے خود جاکر نواب صاحب کو لانا پسند نہین فرمائین گی لیکن اگر آپ نواب سکندر بیگم کو بھیجدین تو وہ اپنے شوہر کو خود لے کر آجائینگی"

قدسیہ بیگم نے اس مشورہ کو مانا - اور نواب سکندر بیگم کو مع اپنے معتمدین کے بھیجدیا - دولہن صاحبہ بھی انکے ہمراہ تھین جب نواب صاحب کو نواب سکندر بیگم کی آمد کی خبر ہوئی تو اونھون نے بڑے تپاک سے استقبال کیا اور قلعہ کے اندر لے گئے نواب سکندر بیگم ایک دن رات وہان رہین - دوسرے روز علی الصباح نواب صاحب کو ساتھ لیکر بھوپال پہونچ گئین اس کارروائی کے بعد ۲۷ - اکتوبر ۱۸۳۷ء کو نواب قدسیہ بیگم کو بذریعہ مراسلہ صاف طور سے مطلع کیا کہ :-

"میری یہ اطلاعی رپورٹ پر پیشگاہ نواب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ"

حکم صادر ہوا ہے کہ:۔

آپ پر لازم ہے کہ سکنائے علاقہ غیر کو معزول کرین اور ارباب کونسل کی راے ہے کہ حق بینی وحق رسانی اور منصفی کا اقتضا ہے کہ بیگم صاحبہ قدسیہ نے جو ارباب صدر کی صلاح وصوابدید کو بہ تمامہ نامنظور کرکے عدول حکمی کا اقدام کیا ہے وہ اب اپنے وعدہ پر کاربند ہون اور ہر طرح امور ریاست مین نواب صاحب کے اختیار کی کلیتاً تجویز فرمائی جاوے اور اگر نواب صاحب کو اختیارات دینے مین نقصان ہے اور اون کا تدارک نہ ہوسکتا ہو تو اگرچہ چند روز توقف کیا جاے تو مضائقہ نہین ہے اور کوئی تجویز کرلی جاے اور مدت معینہ گذر جانے پر دفع الوقتی کے طور پر نواب صاحب کے لئے کوئی مناسب تجویز ہوجاے گی اور جب ریاست پر نواب صاحب کا تسلط واقتدار ہوگا تو اسی نسبت سے بیگم صاحبہ قدسیہ کے لئے تجویز ہوگی لیکن تحریر وثیقہ کی تاریخ سے حق رسانی نواب صاحب کے وعدہ کی میعاد ایک سال سے زیادہ نہ ہو۔ اور اگر بیگم صاحبہ حفاظت جان و عزت کی درخواست کفالت کرین گی اور یہ امر متصور ہوگا کہ بغیر کفالت سرکار عالی تبار کے دلجمعی نہین ہوسکتی تو کفالت کی جاے گی کیونکہ بیگم صاحبہ کی آسائش وبہتری نواب محتشم الیہ کو اسی طرح منظور ہے

کہ بصورت بجا آوری احکام صدر کوئی تکلیف بیگم صاحبہ کو نہ ہو"

اسی مراسلہ میں جلد جواب دینے کی تاکید کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"جو فوج گنگہ میں مقیم ہے اُس کے جس قدر مصارف ہون گے آپ سے لئے جائین گے"

اب یہ موقع نواب قدسیہ بیگم کے لئے بہت نازک تھا اگرچہ وہ جانتی تھین کہ جنگ مین میرا پلہ بھاری ہے ۔ تمام رعایاے بھوپال اور فوج میری حامی ہے جو عہدنامہ مابین نواب نظر محمد خان اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی ہوا ہے اس کی مصداق میری لڑکی سکندر بیگم ہین ۔ جس قدر کارروائی مین کر رہی ہون وہ تمام عہود و مواثیق کے مطابق ہے ۔ لیکن وہ اس سے بھی بے خبر نہ تھین کہ بھوپال کی ہمسایہ ریاست گوالیار[1] کی رانی بیجا بائی صاحبہ تین چار سال پہلے اپنے متبنی بیٹے کے مقابلہ مین کیسی ناکامیاب رہی ہین ۔ اور دو ڈہائی

[1] گوالیار مین مہارانی بیجا بائی نہایت قابل اور دلیر رانی تھین اور ان کی سوکنون کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور قبل اس کے کہ مہاراجہ دولت راؤ سیندھیا کسی کو متبنی کرین انتقال کر گئے مہارانی بیجا بائی نے مہاراجہ جنکوجی راؤ سیندھیا کو گود لیا اور اس کی رسم ۱۸ ۔ جون ۱۸۲۷ء کو بڑی دھوم کے ساتھ منائی گئی اور تہنیت کی رسوم ادا ہوئین ۔ جنکوجی راؤ کی عمر اس وقت ۱۲ سال کی تھی چونکہ مہاراجہ کی عمر بہت کم تھی مہارانی بیجا بائی صاحبہ اپنے بھائی ہندو راؤ صاحب کی صلاح و مشورہ سے ریاست کا کام انجام دینے لگین ۔ گو مہارانی صاحبہ کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مزاج مین کسی قدر سختی ضرور تھی۔ لیکن وہ عاقل، ذہین، اور زود فہم تھین حکومت کرنے کا ان مین مادہ تھا، ان کے زمانہ مین انتظام ریاست بہتری پر تھا۔ بائی صاحبہ کی خواہش بھی کہ ان کی زندگی تک سلطنت کی باگ اُن کے ہاتھ مین رہے۔ لہذا برٹش گورنمنٹ سے انہون نے ایک عہد نامہ کرنا چاہا اور ظاہر کیا کہ راجہ صاحب بیکنٹھ باشی کی بھی یہی خواہش تھی لیکن برٹش گورنمنٹ نے اس بات کو منظور نہین کیا اور اس امر کی ہدایت کی کہ کل احکام پر مہاراجہ صاحب کی مہر استعمال کی جاے۔ مہارانی بیجا بائی صاحبہ اور مہاراجہ جنکوراؤ سیندھیا کے درمیان شروع سے نااتفاقی رہ کر دن بدن ترقی کرتی گئی یہانتک کہ ایک روز اکتوبر ۱۸۳۲ء مین محل سے نکل کر مہاراجہ صاحب رزیڈنٹ صاحب کے پاس چلے گئے۔ رزیڈنٹ صاحب نے ہر دو فریق کو سمجھا کر صلح کرا دی۔ لیکن یہ صلح صرف ظاہری تھی۔ دلون مین صفائی بالکل نہین ہوئی۔ دسمبر ۱۸۳۲ء مین گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹنگ گوالیار تشریف لاے۔ ہر فریق نے اُن کو اپنی طرف کرنے کی کوشش کی مگر گورنر جنرل نے صاف کہدیا کہ چونکہ ریاست گوالیار خود مختار ہے لہذا ہم اس آپس کے جھگڑے مین دخل دینا نہین چاہتے اور معاملہ پہلی ہی حالت مین پڑا رہا۔ گورنر جنرل کے چلے جانے کے سات مہینے بعد یعنی جولائی ۱۸۳۳ء مین بیجا بائی اور مہاراجہ صاحب کے درمیان پھر تکرار ہوئی چونکہ اس وقت زیادہ حصہ فوج نے مہاراجہ جنکوجی راؤ کی طرفداری اختیار کی لہذا مہارانی بیجا بائی صاحبہ حسب ایماے رزیڈنٹ صاحب لشکر چھوڑ کر چلی گئین اور کچھ روز دھولپور مین قیام کر کے آگرہ پہونچین۔

(تاریخ سیندھیہ مؤلفہ بابو رگناتھ داس بی اے صفحہ ۲۹۴)

لہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ

اٹھایا اور اب وہی صورت یہان پیش ہونے والی ہے وہ اس فخر و امتیاز
کو بھی مٹانا نہین چاہتی تھین کہ بھوپال ہی ایسی ایک ریاست ہے جس نے
افواج برطانیہ کے مقابلہ مین تلوار نہین اوٹھائی اس لئے اونہون نے تمام
دعاوی اور حقوق سے دست برداری منظور کرلی اور اپنی معاش کے لئے
ایک جاگیر لیکر تفویض ریاست کے لئے آمادہ ہوگئین اُنھون نے نواب
گورنر جنرل کے خط کا جواب عملی طور پر بھی دیا کہ جو کچھ ان سے کہا گیا وہ منظور
کرلیا۔ اس کے بعد صاحب پولیٹکل ایجنٹ نے خود بھی ایک اقرارنامہ لکھا

لہ جولائی ۱۸۳۷ء مین نصیرالدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کا دفعتاً انتقال ہوگیا۔ وارث سلطنت
بادشاہ کا چچا محمد علی شاہ تھا مگر بادشاہ بیگم جو شاہ مرحوم کی والدہ تھین مناجان کو جسے
نصیرالدین حیدر اپنا بیٹا مانتا تھا گو وہ دراصل اُس کا بیٹا نہ تھا، تخت پر بٹھانا چاہتی تھین لو صاحب
رزیڈنٹ مخالف تھے اونہون نے چھاونی مین محمد علی شاہ کی حمایت کے لئے فوجی مظاہرہ
کیا اور محمد علی شاہ کو لیکر رات کے تین بجے وہان پہونچے بیگم سے اور ان سے گفتگو ہوئی
ہنگامہ تو بپا تھا اس مین لو صاحب کے ساتھ کسی نے گستاخی بھی کی تھی اونہون نے بیگم کو
اس حرکت سے باز رہنے کی ہدایت کی اور حکم دیا کہ پندرہ منٹ مین بارہ دری خالی نہ ہوئی تو
حملہ کردیا جائے گا بیگم نے ان کے حکم کی تعمیل نہ کی مجبوراً محل پر گولہ باری کی گئی اس کی تاب
نہ لاکر بیگم اور اُسکے کل ہمراہیان بھاگ گئے۔ دوسرے دن لو صاحب نے محمد علی شاہ کو تخت پر بٹھایا
اور تاج پہنایا توپون کی سلامی سر ہوئی۔ بیگم اور مناجان گرفتار ہوے اور بنارس بھیجے گئے۔

نواب قدسیہ بیگم اور نواب جہانگیر محمد خان سے اقرارنامے لئے اور پھر یہ اقرارنامے بحضور رائٹ آنریبل گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل منظوری کے لئے بھیجے گئے۔ اقرارنامے بالترتیب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

کفالت نامہ منجانب لانسلٹ ولکنسن صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۸۳۵ء

باعث تحریر چند سطور از جانب لانسلٹ ولکنسن صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ ملک بھوپال وغیرہ آنکہ۔

سابق ازین بادراک و دریافت حال قضایا فیما بین عالیہ شان عصمت نشان نواب بیگم صاحبہ قدسیہ و نواب صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے مخلصان نواب نظیر الدولہ جہانگیر محمد خان صاحب بہادر نوشتہ صاحب عالیشان میکناٹن صاحب بہادر سکتر نواب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل صاحب لارڈ صاحب بہادر دام اقبالہ مورخہ دوم ماہ اکتوبر ۱۸۳۵ء بمضمون اینکہ بہ بیگم صاحبہ قدسیہ مناسب کہ بعد اخراج ملازمان جدید تمام انتظام ریاست تمام و کمال بہ ید اقتدار نواب صاحب بہادر تفویض فرمایند

ضمانت حفظ جان و عزت و جاگیر خاص صاحبہ ممدوحہ تا حین حیات از

سرکار دولت مدار کمپنی بہادر بدوام ملکہ و اقبالہ خواہد شد فقط"

شرف نزول فرمودہ چنانچہ بذریعہ خریطہ مورخہ بست وہفتم ماہ اکتوبر ۱۸۱۷ء

اطلاع حکم مصدورہ صدر بہ صاحبہ ممدوحہ نمودہ شد۔ بجواب آن صاحبہ

موصوفہ قطعۂ خریطہ متضمن منظوری و تسلیم حکم محکم ارباب صدر ترسیل

فرمودند و چندے از ملازمان جدید اخراج یافتند۔ حالانکہ صاحبہ موصوفہ

حکومت ریاست بہ تمام و کمال تفویض نواب صاحب بہادر سیف ساختہ

برائے آسائش بہبودی شان قلمے چند بمعرض تحریر می درآید۔

اول آنکہ۔ جاگیر خاص صاحبہ ممدوحہ مع سائر قدیمہ ہر قدر کہ از

سابق است بدستور بحال و برقرار ماند و قلعۂ اسلام نگر حسب درخواست

شان مع جائداد تقریباً ہفتدہ ہیجدہ ہزار کسرے کم زیادہ کہ از روزی چند

شامل جاگیر صاحبہ موصوفہ بودہ است بہ قبض و تصرف شان ماند۔ و

پرگنۂ باڑی کہ جائداد و خالصہ اش شصت ہزار روپیہ خواہد بود مع

قصبۂ خاص جاگیر جدید مزید گردد و آنکہ صاحبہ مسبوق الصفت مالک

علاقۂ باغ بجہت خودمی فرمایند۔ دریافت شد کہ جائدادش قریب

نحاہ وسہ ہزار روپیہ خواہد بود۔ در آن سوائے اصراف معینۂ مقررۂ

مصارف واردین و صادرین و مشائخ و سیاح و پیرزادگان وغیرہ

بہ تجویز مدار المہام ریاست محسوب شدہ آمدہ است لہذا علاقہ
باغ مذکور مع جائداد قدیم تخمیناً سی وسہ ہزار چیزے کم وز بادہ خواہد بود
بدستور بہ جہت صاحبۂ ممدوحہ باشد و جائداد قریب بست ہزار روپیہ
کہ از عرصۂ قریبہ ایزاد شدہ است۔ بخالصۂ ریاست درآید و مکان
مسکونۂ محل خاص و باؤلی باغ پورہ صاحبۂ ممدوحہ و دکاکین نظر گنج و مسجد
وغیرہ تحت و اختیار شان ماند فقط نواب بیگم صاحبۂ قدسیہ نوعے
با نتظام امور ریاست ساختہ وپرداختۂ نواب صاحب بہادر دخیل نبود
روا دار ضرر و مضرت از جانب نظم و نسق ریاست بہ نسبت نواب صاحب بہادر
نباشند و نواب صاحب بہادر بہ وجہات و جاگیرات مرقومۂ بالا صاحبۂ
موصوفہ تاحین حیات شان دخل نداشتہ روا دار ضرر و مضرت از جانب
و انتظام شان نباشند بموجب حکم صدر والا قدر مورخۂ دوم اکتوبر ۱۸۵۹ء
کفالت و ضمانت امور مرقوم الصدر از سرکار دولتمدار انگریزی بوقوع آمد
بصورت تخالف و انحراف بودن از جانب احدے بازپرس آن سرکار
عالی تبار خواہد شد فقط

دوم آنکہ۔ نواب بیگم سکندر بی بی صاحبہ بہتری و بہبودی نیکنامی
خود بہ رضا جوئی و اطاعت و انقیاد نواب صاحب بہادر بہ عنوانے کہ
آئین طریق ازدواج است تصور فرمودہ استقامت ذاتہٖ بدولت سرائے

نواب صاحب بهادر اختیار فرمایند۔ و نواب صاحب بهادر به صفائی
باطن به التفات و محبت قلبی پرداخته متوجه حال شان باشند نوعے
اضرار و مضرت یکے به نسبت دیگرے به خیال نیارد فقط
سوم آنکه۔ نواب معز محمد خان صاحب بهادر۔ و میان فوجدار محمد خان
صاحب بهادر، نوعے من الانواع بامور ریاست مداخلت نداشته
مخل سلسلهٔ انتظام ریاست نواب صاحب بهادر مسبوق المدح نباشند
و نواب صاحب بهادر ممدوح حفظ مراتب و رعایت شان بدستور سابق
مرعی ملحوظ دارند فقط از انجاکه حکم ارباب صدر محض به کفالت مقدمات
بیگم صاحبه قدسیه شرف صدور فرموده است به دیگر مقدمات اجازت به
مداخلت نیست بنائً علیه در باب اطمینان و دلجمعی خاطر طرفین هر دو مقدمه
مرقومه چنان مخطور خاطر میگردد که تحریر وثائق مضمون مرقوم الصدر از جانبین
به سرکار دولتمدار انگریزیه بوقوع آید این جانب بعد انفصال مخمصهٔ
ریاست باستحصال نمائے ملازمت بندگان حضور پر نور نواب محتشم الیه
عازم بجانب اکبرآباد خواهد شد معتمدان جانبین همراه هم روانه شوند۔ حال
درخواست طرفین در بارهٔ بودن وثائق مرقومه مزین به دستخط حضور انور
گزارش نموده خواهد شد۔ معتمدان طرفین در باب منظوری آن بحضور والا
بعرض نداشت خواهم نمود که ادب به نواب صاحب بهادر مناسب ساعت

و قاعدهٔ بزرگانه نواب بیگم صاحبه قدسیه که والدهٔ ماجدهٔ شان هستند
از دل و جان ملحوظ داشته به مقدمات ریاست مستصلح بوده باشند بصاحبه
ممدوحه مناسب است که رافت و شفقتِ مادری بحال نواب صاحب بهادر
که فرزند دلبند یشان هستند از دل و جان مبذول فرموده بنظر بهتری
و سرسبزی ریاست و فارغ البالی و فوائد نواب صاحب بهادر نیکنامی
خود بایشان صلاح با مور تحسن می فرموده باشند فقط

اقرارنامہ تفویض ریاست منجانب نواب قدسیہ بیگم صاحبہ

تحریر چند سطور از جانب نواب بیگم صاحبه قدسیه آنکه۔
چونکه باوراک قضایا فیمابین این جانب و برخوردار کامگار نور الابصار
نواب نظیر الدوله جہانگیر محمد خان بہادر طولعمرهٔ حکم قضا شیم از پیشگاه
نواب مستطاب جلیل القاب نواب گورنر جنرل لارڈ صاحب بهادر
دام اقباله بذریعهٔ نوشته صاحب ذیشان مکناٹن صاحب بهادر سکتر
نواب محتشم الیه موسومه صاحب مشفق مهربان مخلصان لانسلٹ
ولکنسن صاحب بهادر پولٹیکل ایجنٹ بھوپال وغیره در باب تفویض
حکومت ریاست به تمام و کمال بنسبت برخوردار تخت جگر و دلبر کشاکشت

حفظ جان و عزت و جاگیر خاص این جانبہ از سرکار انگریزیہ پرتو صدور
افگندہ بذریعہ خریطۂ صاحب ایجنٹ بہادر ممدوح اطلاعش باین جانبہ
گردیدہ بحسال تعیین حکم صدر عالی قدر مدل و جان منظور بود حکومت
ریاست بھوپال تمام و کمال بقبض اقتدار برخوردار کامگار نواب
جہانگیر محمد خان بہادر تفویض کردہ شد بموجب تجویز صاحب ممدوح
جاگیر قدیم این جانبہ مع سائر کہ از سابق تعلق جاگیر است بدستور بحال
و برقرار ماندہ قلعہ اسلام نگر مع جائدادش قریب ہفتدہ ہیجدہ
ہزار روپیہ بقبض تصرف این جانبہ خواہد ماند و پرگنہ باڑی کہ جائداد
خالصہ است قریب شصت ہزار روپیہ خواہد بود مع قصبۂ خاص جاگیر جدید
مزید گردید و باغ مقبرہ لعلیشہ مع جائدادش قدیمہ کہ قریب سی و سہ ہزار
روپیہ خواہد بود و مکان مسکونہ محل خاص و باؤلی باغ و دکاکین نظر گنج و مسجد
وغیرہ و پورہ ای این جانبہ باختیار و اقتدار این جانبہ خواہد ماند۔ و
نواب صاحب بہادر بانتظام امور جاگیر ساختہ و پرداختۂ این جانبہ
نوعی مداخلت نہ داشتہ روادار نقصان و ضرر و مضرت از جان و نظم و
نسق جاگیرات این جانبہ نہ باشد این جانبہ نوعی روادار نقصان
اضرار و مضرت از جان و انتظام ریاست بہ نسبت نواب صاحب بہادر
نخواہم شد، بصورت وقوع مخالفت و انحراف از جانب احدے

بازپرس آن سرکار عالی تبار انگریزیہ گردد امید از جناب فیضمآب
نواب گورنر جنرل لارڈ صاحب بہادر دام اقبالہ آنکہ اقرار نامہ
طرفین مزین بہ دستخط حضور پر نور بطور کفالت ضمانت واقع گردد تا آیندہ
عند الاحتیاج وثیقہ موثق خواہد شد ۔ و بحال نواب صاحب بہادر رفت
و شفقت مادری کہ فرزند دلبند این جانبہ اند از دل و جان مبذول
داشتہ خواہد شد فقط "

اقرار نامہ نواب جہانگیر محمد خان صاحب بہادر متعلق جاگیر نواب قدسیہ بیگم صاحبہ مورخہ بست و نہم شعبان ۱۲۵۳ھ مطابق بست و نہم ماہ نومبر ۱۸۳۷ء

باعث تحریر این چند سطور از جانب نواب نظیر الدولہ جہانگیر محمد خان بہادر آنکہ
چونکہ بمدارک قضایا فی مابین این جانب و والدہ ماجدہ مکرمہ معظمہ
حضور عالیہ نواب بیگم صاحبہ حکم قضا شیم از بارگاہ نواب مستطاب معلی
القاب اشرف الاشراف نواب گورنر جنرل لارڈ صاحب بہادر
دام اقبالہ باین مضمون کہ جناب ممدوحہ حکومت ریاست بھوپال تمام و
کمال بہ نواب صاحب بہادر یعنی این جانب تفویض فرمایند کفالت حفظ جان

وعزت و جاگیر خاص صاحبہ معظمہ از سرکار دولتمدار کمپنی بہادر
دام ملکہ و اقبالہٗ خواہد شد نزول اقبال و حلول اجلال فرمود صاحبہ
معظمہ باقبال و منظوری حکم والا قطعۂ خریطہ بخدمت صاحب مشفق مہربان
مخلصان لا النسلٹ ولکنسن صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ ملکِ
بھوپال تبلیغ فرمودند۔ چنانچہ صاحب ممدوح تجویز مناسب براے
جاگیرات وغیرہ صاحبۂ مکرمہ فرمودند۔ حالانکہ حضور عالیہ زمام حکومت
ریاست کلیۃً بقبضۂ اقتدار این جانب تفویض فرمودند براے
آسائش و آرام تمام صاحبۂ معظمہ بموجب تجویز صاحب مسبوق الصفت
جاگیرات وغیرہ کہ قرار یافتہ است باین جانب قبول و منظور بسرکار
دولتمدار کمپنی بہادر اقرار کردہ میشود کہ جاگیر خاص قدیم حضور عالیہ
مع سائر کہ تعلق جاگیر است بدستور سابق بحال و برقرار ماند و قلعۂ
اسلام نگر مع جائداد کہ تقریبا ہفتدہ ہیجدہ ہزار روپیہ است
بہ تحت و تصرف حضور معتمدہ باشد و پرگنۂ باڑی کہ جائداد آن قریب
شصت ہزار روپیہ خواہد بود مع قصبہ باڑی جاگیر جدید مزید گردید۔ و
باغ مقبرہ شریف مع جائداد قدیمہ اش کہ قریب سی و شش ہزار روپیہ
است بدستور بقبض و اقتدار حضور عالیہ باشد و مکان مسکونہ محل
خاص و باؤلی باغ و پورۂ خاص و دکاکین نظر گنج و مسجد وغیرہ باختیار

و تصرف والدہ ممدوحہ باشد و حضور عالیہ بانتظام امور ریاست ساختہ
و پرداختہ این جانب نوعے دخل نہ فرمودہ روادار نقصان و ضرر و مضرت
از جان و نظم و نسق این جانب نہ باشند این جانب بہ جہات و جاگیرات مرقوم الصدر
و انتظام تا دام الحیات حضور عالیہ مداخلت نہ داشتہ نوعے روا دار
اضرار و مضرت از جان و انتظام جاگیرات نخواہم شد ۔ بصورت وقوع
تخلف و انحراف از جانب احدے بازپرس آن بہ سرکار عالی تبار
انگریزیہ گردد ۔ امید از جناب فیضماب نواب گورنر جنرل لارڈ صاحب
بہادر دام اقبالہ آنکہ اقرار نامہ طرفین مزین بہ دستخط حضور پر نور بطور کفالت
واقع گردد تا بہ آیندہ عند الاحتیاج وثیقہ موثق بجا نہیں گردد ۔ این جانب
ادب و قاعدہ بزرگانہ صاحبہ ممدوح کہ والدۂ ماجدۂ این جانب انداز
دل و جان ملحوظ خواہم داشت فقط "

یہ اقرار نامے شروع ماہ جنوری ۱۸۳۸ء مین مصدقہ ہو کر واپس آ گئے اور اسطرح
ان تمام جھگڑون کا بظاہر خاتمہ ہو گیا ۔

اس باب مین جو کچھ واقعات لکھے گئے ہین اُن کو غور کے ساتھ پڑھنے سے
یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندوستان مین آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی نئی نئی حکومت تھی
امن و امان پورے طور پر قائم نہ ہوا تھا ۔ ایسی حالت مین ایک عورت کے ہاتھ مین
ایک ایسے خطۂ ملک کا جہان ہر طرف شورش ہی شورش کا امکان تھا انتظام رکھنا قرین صواب و

ومصلحت نہین سمجھا گیا اس کے علاوہ خود بھوپال کے عہدہ دارون نے غلطی سے
یا رفتار زمانہ پر نظر رکھ کر اور ان خیالات کی بنا پر جو عام طور پر عورتون کی نسبت
ہوتے تھے نواب قدسیہ بیگم سے اس قسم کا معاہدہ کرا دیا تھا کہ خواہ مخواہ نواب
جہانگیر محمد خان پر یا اگر کوئی اور خاندانی ممبر کے علاوہ داماد ہوتا تو اُس پر ریاست
منتقل ہو جاتی - نواب صاحب کا دعویٰ بھی اس تحریر و معاہدہ کی رو سے
ایک حد تک مضبوط ہو گیا تھا اگرچہ اس مین گنجائش تھی کہ وہ حکمران ریاست
نہ ہون اور نواب سکندر بیگم اُس وقت جب کہ ریاست نواب صاحب کو
تفویض کی گئی تھی ہوشیار و جوان تھین حکمران بنائی جاتین - لیکن پولیٹکل مصلحتون
کا اوس وقت یہی اقتضا سمجھا گیا کہ عنان حکومت ایک مرد کے ہاتھ مین رہے
بسا غنیمت ہے کہ نواب صاحب خاندان کے ممبر تھے ورنہ نہین معلوم کہ اگر
کسی غیر خاندان مین شادی ہوتی تو کیا اتفاقات پیش آتے اور آج کس خاندان مین
یہ ریاست ہوتی کیونکہ اس مین شک نہین کہ اُس وقت امن و امان کا پتہ نہ تھا
ہر طرف جنگ و جدال کا بازار گرم تھا ایک عورت کے ہاتھ مین عنان حکومت کا
ہونا ضرور اندیشہ ناک امر تھا - ہندوستان ہی پر کیا منحصر ہے یورپ مین خود
اوس وقت تک اس قسم کا تعصب موجود تھا - چنانچہ ہینوور کی ریاست جو
تخت انگلستان کے ساتھ وابستہ تھی ملکۂ محترمہ وکٹوریہ قیصرہ ہند کی
تخت نشینی کے وقت محض اس سبب سے جدا کر لی گئی کہ وہان کے قانون کے

مطابق کوئی عورت فرمان روا نہین ہوسکتی تھی مجھے اس امر کے کہنے مین باک
نہین ہے کہ مسٹر ولکنسن مین بھی یہی جذبہ موجود تھا۔ اُنہون نے ایک مرتبہ
دوران ملاقات مین نواب سکندر بیگم سے نہایت زور کے ساتھ کہا تھا
کہ "کسی تاریخ سے عورت کی حکومت ثابت نہین ہوتی" اور جب ان کو یاد
دلایا گیا کہ سلطنت برطانیہ مین ابھی ابھی ایک خاتون معظم سریرآراے
سلطنت ہوئی ہے تو اونہون نے یہ حیرت انگیز جواب دیا کہ "مذہب اسلام مین
تو جائز نہین" اور اس کی یہ دلیل پیش کی کہ آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے بعد حضرت فاطمہؓ ان کی جگہ مسند خلافت پر متمکن نہین ہوئین۔

اصل یہ ہے کہ نساء الاسلام کی تاریخ حکمرانی کچھ ایسی تاریکی مین تھی کہ اس کا
کوئی روشن باب آنکھون کے سامنے نہ تھا۔ اسی پر کیا منحصر ہے انگلستان
کی تاریخ مین متعدد خواتین کا دور گذر چکا تھا لیکن ان کے واقعات حکمرانی سے بھی
جو نتائج اخذ کئے گئے وہ بھی عورتون کے حق مین کچھ مفید نہ تھے عام طور پر یہی
عقیدہ تھا کہ عورتون مین سیاست مدن اور تدبیر حکومت کا مادہ اول تو
بہت کم ہوتا ہے اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ اُس سے پورا کام نہین لے سکتین
اُن کی فطری کمزوریان ملک کے انتظام کو درہم وبرہم کردیتی ہین اور اُن کی جہلی
پورے طور پر فرائض حکومت ادا کرنے مین سدراہ ہوتی ہے مگر باوجود اسکے
بھی عورتون کی تاریخ حکومت اس طریقے سے مرتب نہین کی گئی جس طرح مردون کی

تاریخ ترتیب دی جاتی ہے۔ پھر بھی تاریخ عالم مین شاندار مثالین موجود ہین۔

قطع نظر تاریخ عالم کے خود انگلستان مین متعدد فرمان روا خواتین گذری ہین جنھون نے اس ملک کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ ملکہ میری[1] اولی، الزبتھ[2]، ملکہ میری[3] ثانی اور ملکہ این[4] وغیرہ کے کارنامون سے واقف ہون گے۔

---

[1] ملکہ میری اولی خاندان ٹیوڈر کے ایڈورڈ سادس کی سوتیلی بیٹی تھی ۱۵۵۳ء مین رعایا کی مرضی سے تخت پر بیٹھی پانچ برس حکومت کرنے کے بعد ۱۵۵۸ء مین انتقال کیا۔

[2] یہ ملکہ بہت مدبر اور مستقل مزاج تھی شاہان انگلستان مین اس کا کوئی ہمسر نہین ہوا اس کے عہد مین بڑی ترقی اور فتحین ہوئین۔ ملکہ میری اولی کے بعد تخت نشین ہوئی ۱۵۵۸ء مین ۷۰ برس کی عمر مین وفات پائی۔

[3] یہ خاندان اسٹوارٹ سے جیمز ثانی کی بیٹی تھی ۱۶۸۹ء مین پارلیمنٹ کی منظوری سے اپنے شوہر ولیم ثالث کے ساتھ تخت نشین ہوئی پانچ برس حکومت کرنے کے بعد ۱۶۹۴ء مین انتقال ہوگیا، پھر ۱۷۰۲ء تک ولیم ثالث کی تنہا حکومت رہی۔

[4] ولیم ثالث کے بعد جیمز ثانی کی دوسری بیٹی فرمان روائے انگلستان ہوئی اس کے عہد مین فرانس سے کئی مرتبہ جنگ ہوئی جس مین انگریزون کو فتح ہوئی، قلعہ جبل الطارق اسی کے عہد مین برطانیہ کے مقبوضات مین شامل ہوا۔ شعر و شاعری کا اس کے دور حکومت مین بہت چرچا تھا۔ پوپ شاعر اسی کے زمانہ مین تھا۔ ۱۷۱۴ء مین سکتہ کی بیماری مین انتقال ہوگیا۔

مسلمانون مین بہت سی ایسی خواتین گذری ہین جن کے حسن انتظام تدبیر مملکت اور شجاعت وبہادری کے کارنامون سے تاریخین بھری ہوئی ہین۔ خاندان ایوبیہ مصر کی شجرۃ الدر[۱]، رضیہ سلطانہ[۲] سلطان التمش کی بیٹی خاندان دیلم کی ام المجد[۳]

---

[۱] خاندان ایوبیہ جس کا بانی چھٹی صدی ہجری کا ہیرو سلطان صلاح الدین تھا، شجرۃ الدر اس کی آخری تخت نشین شہزادی ہے اس کے عہد حکومت کا مشہور واقعہ گذشتہ سلاطین ایوبیہ کے سلسلۂ جنگ کا صلح پر خاتمہ ہے شجرۃ الدر نے عنوقت زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی ہے جب خاندان ایوبی کا خاتمہ ہوچکا تھا ناچار اس کو مالیک سے مدد لینی پڑی، انھین سے ممالک مصر کی حکومت کی ابتدا ہوتی ہے جس کا خاتمہ سلطان سلیم کی بے پناہ تلوار کرو دیتی ہے۔

[۲] تخت دھلی پر رضیہ سلطانہ کے سوا کسی مسلمان خاتون کو بیٹھنے کی عزت حاصل نہین ہوئی عموماً خاندان شاہی جب مستحق صنف رجال سے خالی ہوتا ہے اوس وقت نازک طبقہ اس نازک خدمت کی انجام دہی کے لئے منتخب ہوتا ہے لیکن رضیہ سلطانہ تاریخ اسلام کی تنہا مثال ہے کہ بھائی کی موجودگی مین وہ اپنے باپ کے تخت کی جانشین قرار پائی ہے۔ سلطانہ نہایت شجاع اور بہادر دل رکھتی تھی۔ متعدد لڑائیون مین جانبازانہ اس نے سپہ سالاری کی ہے۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ جو محمد تغلق کے زمانہ مین ہندوستان آیا تھا لکھتا ہے۔ "رضیہ مردون کی طرح سپاہیانہ لباس مین گھوڑے پر سوار نکلتی ہے۔ اکثر باغی سردارون کی سرکوبی کے لئے خود میدان مین نکلتی ہے ممالک کا انتظام ایسی خوبی سے کرتی تھی کہ سلطان التمش جیسا مدبر فرمانروا بیٹی کو بیٹون پر ترجیح دیتا تھا۔"

[۳] یہ خاتون سلسلہ سلاطین دیلم مین ایک نہایت مدبر سلطانہ گذری ہے، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

خاندان نظام شاہی احمد نگر کی چاند سلطانہ اور ابش خاتون، اتابکان شیراز کی شہزادی مشہور حکمران خواتین گذری ہین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شوہر کی وفات کے بعد فرزند وارث تخت مجدالدولہ چونکہ نہایت کم سن تھا اس لئے خود عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی، یہ خاتون سلطان محمود کی معاصر تھی سلطان کی فاتحانہ اولوالعزمی ممالک دیلم کی تسخیر کی طرف منعطف تھی لیکن اس خاتون کی تدبیر و سیاست نے سلطان کے ارادون کو ندامت کے ساتھ میدان سے واپس کر دیا اور جب تک زندہ رہی آنکھ اٹھا کر بھی ملک دیلم کی طرف نہ دیکھا۔ ام المجد کے مرنے کے بعد مجد الدولہ اپنا ملک موروثی سلطان سے بچا نہ سکا۔

لے بھمنی خاندان کی تباہی کے بعد دکن کی وسیع الحدود حکومت پانچ سلطنتون مین منقسم ہو گئی جن مین سب سے زیادہ مشہور خاندان نظام شاہی احمد نگر و عادل شاہی بیجاپور تھا اکبر کے عہد مین چاند سلطانہ خاندان نظام شاہی کی بیٹی اور عادل شاہی کی بہو تھی، اکبر نے شہزادہ جہانگیر کو راجپوتون کی کثیر جمعیت کے ساتھ دکن کی تسخیر پر مامور کیا جہانگیر نے عین قلعہ شاہی کے سامنے پڑاؤ ڈالا شہزادہ فوج کو بار بار بڑھاتا تھا لیکن چاند سلطانہ کے جوابی حملون سے ہمیشہ پسپا ہوتا رہا۔ آخر تھک کر صوبہ برار کی حوالگی پر صلح کر لی۔

سلے خاندان سلجوقی کے زوال کے بعد ملک مختلف اتابکیون (گورنریون) پر منقسم ہو گیا۔ اس مین سے ایک اتابکان شیراز کی حکومت ہے، سعد زنگی جو سعدی کا ممدوح ہے اور ان کے تخلص کا مشتق منہ ہے اسی خاندان کا ایک بادشاہ تھا۔ ابش خاتون بھی اسی خاندان کی ایک شہزادی ہے جو منکو تیمور پسر ہلاکو خان کی بیوی تھی خاتون کو ناموافق حالات کے ساتھ

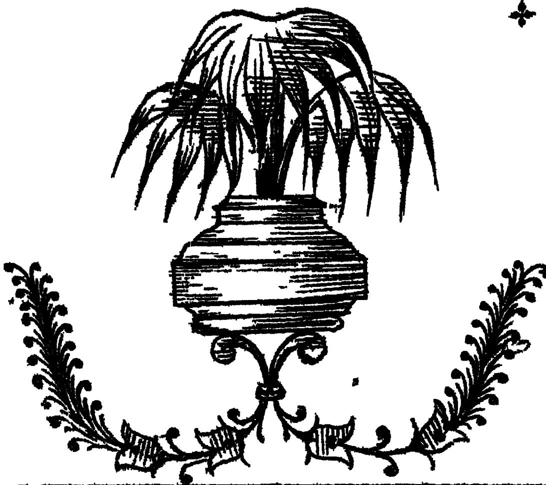
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

خود اس کتاب کے باب دوم مین ناظرین دیکھین گے کہ بمقابلہ نواب جہانگیر محمد خان کے نواب قدسیہ بیگم کی حکومت بھوپال کے لئے ایک رحمت و برکت تھی۔ اور خود واقعات نے مسٹر ولکنسن سے اس امر کا اعتراف کرالیا کہ نواب قدسیہ بیگم کے زمانہ مین رعایا محفوظ، مطمئن، اور مصئون تھی۔ اور گذشتہ صدی مین ہماری مادر مہربان کوئن وکٹوریہ اور ہندوستان و عالم اسلامی کی محترم خاتون نواب سکندر بیگم نے حکمرانی کی قابلیتون کو جس طرح ظاہر کیا اور دنیا پر ثابت کردیا کہ عورت مین بھی انتظامی قابلیتین موجود ہین۔ اور یورپ اور ایشیا مین ایسی خواتین کا پیدا ہونا ممکن ہے جو اپنی بیدار مغزی، تدبّر اور مختلف النوع قابلیتون کا سکہ قائم کرسکتی ہین۔ ملکہ وکٹوریہ کی سوانح عمری متعدد مصنفین نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہے جو انسان کو حیرت مین ڈالدینے والی ہے اگرچہ نواب سکندر بیگم کی ابھی تک کوئی مستقل لائف شائع نہین ہوئی لیکن ہندوستان کی تاریخون مین جابجا ان کا تذکرہ موجود ہے اور خدا نے چاہا تو عنقریب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شیراز کی خاک پاک پر حکومت کرنی پڑی تاہم شیراز کے محلہ طناب بافان مین ایک علمی درس گاہ کا قیام اس کی حکومت کی یادگار ہے اس خاتون نے ۷۰۳ ہجری مین نواحی تبریز مین وفات پائی۔

ان ہی کے اخلاف سعید مین سے نواب زادہ حافظ، حاجی، جنرل
محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر سی، ایس، آئی، سلمہ اللہ تعالیٰ
کے قلم سے تیار ہو کر شائع ہونے والی ہے ۔

مولفہ نے اپنے خاندانی تجربات اور تاریخ عالم کے دیکھنے سے یہ
نتیجہ نکالا ہے کہ بہ نسبت مرد کے عورتون مین مادۂ انتظامی خلقی قدرتی
موجود ہے قدرت نے اس کو خاص انتظام کے واسطے پیدا کیا ہے
مردون کو زور وقوت جس سے کہ معاش پیدا ہو سکے یا جنگ وجدال کے واسطے
پیدا کیا ہے ۔ عورتون مین صفت ہمدردی، تحمل، بردباری، وفاداری
استقلال کے مادے ایسے پیدا کئے ہین جو حکومت کے واسطے ضروری
ہین، بے شک تعلیم اور تربیت کی دونون جنس کو ضرورت ہے اگر تعلیم
و تربیت ہو تو مؤلفہ کے نزدیک عورتین مردون سے بہت اچھی طرح حکومت
کر سکتی ہین ✦



ترک پردہ

نواب قدسیہ بیگم کی تربیت مین پردہ خاص طور پر داخل تھا۔ اور
شادی کے بعد بھی وہ پردہ مین رہین اور یہان تک شدت تھی کہ پانچ
چھ برس کا بچہ بھی محل کے اندر نہین جاسکتا تھا (۱۸) برس کی عمر مین بیوہ
ہوئی تھین۔ لیکن حکیم شہزاد مسیح اور میان کرم محمد خان زندہ تھے۔ یہ
معمر لوگ تھے۔ حکیم شہزاد مسیح باوجودیکہ غیر مذہب کے تھے لیکن اونھون نے
میان وزیر محمد خان اور نواب نظر محمد خان کے ساتھ جو خیرخواہیان
کی تھین اُن کے لحاظ سے ان کا خاص مرتبہ تھا۔ میان کرم محمد خان اخوان
ریاست سے تھے اور اُنھون نے بھی ہمیشہ وفاداری سے کام کیا تھا۔ ان
دونون کی ذات پر بے انتہا بھروسہ تھا اور انتظام ریاست گویا انھین کی راے
اور مشورہ پر کیا جاتا تھا اور وہی یکے بعد دیگرے نائب ریاست رہے تھے
نواب قدسیہ بیگم اس درجہ اُن کا لحاظ کرتی تھین کہ جب تک اُن سے اجازت
نہ لے لیتین کسی عزیز قریب تک کے یہان نہ جاتین۔ ان کو ابتدا سے
تفریح باغ کا شوق تھا۔ روزانہ اردلی محل پر حاضر رہتی تھی اور وہ شام کو

باغ مین جایا کرتی تھین ۔ مگر اونھون نے یہ دستور رکھا تھا کہ جب تک اجازت نہ منگوالتین باغ کی سیر کو نہ جاتین ۔ یہ لوگ باوجود اس قدر احتیاط رکھنے کے بھی ان کی راے کا نہایت احترام کرتے تھے اور کبھی مطلق العنانی کے ساتھ اپنے اختیارات کو استعمال نہین کرتے تھے ۔ چنانچہ اسی طرح پندرہ سال کا زمانہ گذر گیا ۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد جب فوجدار محمد خان مدار المہام مقرر ہوے ۔ اور ان کے بعد راجہ خوشوقت راے بہادر کا تقرر عمل مین آیا تو اگرچہ راجہ صاحب پر بڑا اعتبار تھا ۔ اور انھون نے اپنے آپ کو اعتبار کے قابل بھی ثابت کیا تھا ۔ لیکن نواب قدسیہ بیگم کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ پردہ مین بیٹھ کر ریاست کرنا ٹھیک نہین ہے ۔ کیونکہ اس طرح اندھیرے مین کام کرنا ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ جو سازشین اُن کے گرد وپیش تھین اُن سے جان کا بھی خطرہ تھا ۔ اس لئے وہ ترک حجاب پر آمادہ ہوگئین اِس وقت ان کی عمر ۲۴ سال کی تھی گو پہلے اُنھون نے اپنے دونون بھائیون نواب معز محمد خان اور میان فوجدار محمد خان سے مشورہ کیا اور کہا "اگر تم کو شل دوسرے جاہلون کے بے پردگی کی غیرت نہ ہو تو مین پردہ چھوڑنے کے لئے تیار ہون" دونون بھائیون نے کہا اُس مین بےغیرتی کی کوئی بات نہین ہے غریب آدمی بھی اپنی خانہ داری کے لئے ہزارون فکرین کرتا ہے اور سرداران سلف مین بھی جو عورتین سردار ہوئی ہین اونھون نے

بھی دربار کیا ہے ۔ ہان اگر جہانگیر محمد خان اور اون کے باپ اور بھائی اس معاملہ مین کوئی فساد برپا کرین تو ہم آپ کے ساتھ ہین ۔ اسکے بعد اونھون نے ارکان ریاست سے بھی صلاح کی ۔ اور پھر بہ تدریج پردہ توڑ دیا اونھون نے پہلے اُن بڈھے آدمیون کو جو میان وزیر محمد خان کے زمانے سے روبکاری کی خدمت پر مامور تھے طلب کیا ۔ اور وہ احکام جو زبانی دینے کے ہوتے تھے ان کی زبانی ارکان ریاست کے پاس بھیجے ۔ اس کے بعد اپنی ڈیوڑھی کے کامدار کو سامنے آنے کی اجازت دی اور بالمشافہ ڈیوڑھی کے کاغذات کا سننا اور اون پر احکام دینا شروع کیا ۔ اس کے بعد طبیب معالج محل کے سامنے آئین اور فتح جنگ خان قلعدار کو بلا کر فرمایا کہ ہم کو گھوڑے کی سواری کی مشق کرائین اور اصطبل خاص کی نگرانی بھی اون کے ذمہ کی ۔ جس وقت سواری کی مشق کرتی تھین تو خاصہ کے تمام گھوڑون کو سائیس لے کر حاضر ہوتے اور وہ اون کے سامنے بے حجاب آتین ۔

اس کے بعد نائب الریاست کو طلب کیا اور اونھون نے حاضر ہو کر نذر پیش کی ۔ پھر اسی طرح تمام عہدہ دار دس دس بیس بیس روز کے تفاوت سے حاضر ہوتے رہے اور عام طور پر اجازت دیدی کہ جس کسی کو عرض معروض یا استغاثہ دائر کرنا ہو وہ حاضر ہو کر سامنے پیش کرے

معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل مین یہ خیال راسخ ہوگیا تھا کہ پردہ کے ساتھ انتظام ریاست دشوار ہے اور خصوصاً جب کہ شرع نے جس قدر حکم دیا ہے اُس سے زیادہ پردہ ترک کردیا جاے اور یہی وجہ ہوئی کہ اونھون نے نواب سکندر بیگم کو بھی ترک پردہ پر مجبور کیا۔ کیونکہ ان کے دل مین یہ یقین جاگزین تھا کہ آیندہ زمانہ مین ان کی بیٹی اس ملک پر حکمرانی کریگی۔

واقعات مابعد تفویض ریاست

سترہ سال تک خاندانی ملال وصدمات اور خانہ جنگی کی تکلیفات اُٹھانیکے بعد نہایت قابل اطمینان طریقہ پر صلح وصفائی ہوگئی۔ جو معاہدے ہوے اُن پر گورنر جنرل نے دستخط ثبت کئے۔ نواب سکندر بیگم خود آشتہ گئین اور نواب صاحب کو لے کر بھوپال آئین۔ ان کی رفاقت اور ان کے محل مین سکونت اختیار کی۔ لیکن نواب قدسیہ بیگم کی قسمت مین ابھی اور چند دن تکالیف وآلام برداشت کرنے مقدر تھے۔ اس لئے "ہنوز آش درکاسہ" تھا۔ وہی روز روز کے نئے نئے جھگڑے پیدا ہوے۔ اب نواب سکندر بیگم سے اولاد ہونے کی بھی امید تھی اور اس امید نے امیر محمد خان کے خاندان مین پورے طور پر

ریاست کے منتقل ہونے کی امید کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ذرا ذرا سی بات۔ کشیدگی اور رنجش طرح طرح کی سختیان اور مطالبے۔ حتی کہ قتل کی سازشین ہونے لگین۔ چنانچہ دو مرتبہ قتل کی نہایت گہری سازش کی گئی۔ مگر فضل ایزدی شامل حال تھا جو دونون مرتبہ ناکام رہے۔ ایک مرتبہ نواب سکندر بیگم کی مغلانی نے محل مین کچھ چوری کی۔ نواب سکندر بیگم نے تحقیقات کرنی چاہی مگر مغلانی نواب صاحب کی حمایت مین داخل ہوگئی۔ سلسلۂ تحقیقات مین مغلانی کا شوہر حراست مین لے لیا گیا۔ اس کے حوالے کرنے کے لئے نواب صاحب نے دھمکیان دین اور یہان تک نوبت پہونچی کہ محل پر توپین لگادی گیئن اور پانی بند کر دیا گیا۔ مگر ان بیگمات نے بھی پورا استقلال ظاہر کیا اور ملزم کو حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا بالآخر عزم و استقلال دھمکیون پر غالب آیا۔ نواب سکندر بیگم اگرچہ شادی سے قبل پردہ مین نہین رہتی تھین اور کسی نوبت پر اس کے متعلق اعتراض نہ ہوا تھا اب یہ اعتراض بھی اوٹھایا گیا۔ اور نواب سکندر بیگم نے اس کو بھی منظور کر لیا۔ ان بیگمات کے وفادار رفقا اور مشیرون کے اخراج۔ اور مخصوص نواب سکندر بیگم کے قدیم ملازمون کی برخاستگی کا بھی مطالبہ ہوا جو تسلیم کیا گیا۔

حکیم شہزاد مسیح کی جاگیر بہ لحاظ اون کے صلہ خدمات کے ان کے انتقال کے بعد اون کی بیوہ (دولہن صاحبہ) کے نام منتقل کر دی گئی تھی نواب صاحب نے

اوس کو ضبط کرلیا۔

آخر مین یہ شرط کی گئی کہ نواب سکندر بیگم کی سکونت نواقدسیہ بیگم کے پاس نہ رہے۔ یہ شرط بھی منظور کی گئی۔ غرض نواب صاحب کا کوئی عذر باقی نہ رکھا گیا جس سے شکایت قائم رہے لیکن نواب صاحب کا دل اب بھی صاف نہ ہوا وہ اپنا سب سے بڑا منصوبہ پورا کرنے کی فکر مین رہے۔ ایک روز رات کو نواب سکندر بیگم پر سوتے مین تلوار کا وار کیا لیکن خدا کو زندگی منظور تھی تلوار کی کھڑکھڑاہٹ سے وہ ہوشیار ہو گئی تھین اور اپنا ہاتھ چہرہ پر رکھے دیکھ رہی تھین اس لئے صرف ہاتھ پر زخم پہونچا۔ نواب صاحب یہ سمجھ کر کہ کام تمام ہو گیا۔ محل سے چلے گئے۔ اور سیہور پہونچے۔ نواب قدسیہ بیگم نے پولیٹکل ایجنٹ کو ان واقعات پر توجہ دلائی اُنھون نے تحقیقات کی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ نواب صاحب نے بھی الزام لگایا تھا کہ نواب سکندر بیگم نے پہلے مجھ پر حملہ کیا۔ اس لئے ولکنسن صاحب کو بھی تردد رہا کہ پہلے کس نے تلوار ماری اور وہ کسی نتیجہ پر نہ پہونچ سکے۔ جس دن یہ واقعہ گذرا نواب قدسیہ بیگم سخت متردد ہوئین اور اونھون نے آیندہ خطرات کا خیال کرکے شہر کی سکونت ترک کردی اور مع نواب سکندر بیگم کے قلعہ اسلام نگر مین چلی گئین۔ یہ تمام واقعات خانگی فسادات تھے جس کا اثر صرف خاندان پر مترتب ہوا اور ہوسکتا تھا لیکن اب نواب قدسیہ بیگم کو

ایک اور بڑی فکر پیدا ہو گئی وہ ریاست کو اپنی ملک سمجھتی تھین ان کے شوہر نے ریاست کا وقار بڑھانے اور اعلیٰ انتظام کرنے مین بڑی محنت کی تھی اور برٹش سلطنت کی حمایت قبول کر کے اس مین اضافہ کیا تھا ایسٹ انڈیا کمپنی سے جو معاہدات ہوے تھے ان کی بنا پر وہ یقین رکھتی تھین کہ ریاست ان ہی کے خاندان مین رہیگی، وہ خدا ترس عادل اور فیاض رئیسہ تھین اور اُنھون نے سترہ سال کی ان متواتر خانہ جنگیون مین بھی اپنی رعایا کو مطلق پریشان نہ ہونے دیا اور ایسی غیر معمولی تدابیر سے اس پر آشوب زمانہ مین دلجوئی کی اور سیاست کا ایسا اعلیٰ ثبوت دیا کہ نظام ملکی پر ان واقعات کا کوئی اثر نہ پڑا اور نہ کبھی کسی مخالف کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ انتظام ریاست مین کوئی بد نظمی ہے۔ اب وہ ایک جاگیردار اور بے اختیار تھین۔ انتظام ریاست مین نہ انکا کوئی دخل تھا اور نہ اون کو صلاح و مشورہ یا مداخلت کا کوئی حق رہا تھا۔ بد انتظامی جبر و تعدی اور نقصانات مالی کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اس سے ان کے نازک دل کو سخت صدمہ پہونچا وہ اپنی آنکھون سے دیکھتی تھین کہ لاکھون روپئے کا مالی نقصان ہو رہا ہے۔ قدیم ہوشیار ملازم برطرف کئے جا رہے ہین۔ مرتشی، خائن، اور سارق ان کی جگہہ مقرر ہوتے ہین جو طرح طرح کے ظلم رعایا پر کرتے ہین۔ پرگنے زیادہ ستانی سے ویران اور خراب ہو رہے ہین۔ ساہوکارون سے زبردستی روپیہ

لیا جاتا ہے اور وہ دل برداشتہ ہوتے جاتے ہین ، رعایا کی عفت وعصمت پر بھی بعض بدمعاشون کی دست درازی شروع ہوگئی ہے حتیٰ کہ ان معاملات مین کسی کا قتل کرا دینا بھی کوئی بات نہین رہی ، لیکن وہ مجبور محض تھین اور کچھ نہ کر سکتی تھین۔ البتہ ان کا دل اپنی رعایا کے لئے ہمیشہ بے چین رہتا تھا ، یہ حالت اس درجہ نازک ہوگئی تھی کہ مسٹر ولکنسن نے تنبیہ سے کام لئے بغیر چارہ نہ دیکھا اُنھون نے مندرجہ ذیل خریطہ کے ذریعہ سے نواب اسد علی خان کو سخت ہدایت کی :۔

"ان دنون دو ہفتہ سے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ گذرا کہ وہان کی خبرون سے بے باک اور چیرہ دست چورون کے زور وشور کے ہنگامہ کی اطلاع ملتی ہے۔ حضرت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ نے چورون کی دلاوری کے متعلق بمبالغہ سے لکھا ہے کہ "چوری کے لئے وہ شب مین چراغ لیکر نکلتے ہین" لیکن اس سے بڑھ کر بھوپال کے چور دیکھے جاتے ہین جو بلا کسی قسم کے خوف وخطر کے دن دھاڑے کوچہ و بازار مین دست درازی اور رہزنی کرتے نظر آتے ہین ۔ اور بعض شہر والون کی عورتون کے ننگ و ناموس پر بھی دست درازی کرتے ہین ۔ شہر کے لوگون نے تنگ آکر ترک وطن کا ارادہ کر لیا ہے ۔ اور ایسی جگہ پر جانا چاہتے ہین جو چورون کے خطرے سے پاک ہے اور یہ بات خلائق شہر بھوپال کے زبان زد ہے کہ ہم نواب قدسیہ بیگم کے

زمانہ مین جو ایک بیوہ عورت تھین تمام رعایا و برایا شہر عافیت کرساتھ
ان کے سایۂ حمایت و مکرمت مین حفاظت و عافیت اور آسائش و
وآرام سے بے خوف وخطر بسر کرتے تھے ۔ اب نواب صاحب کے
زمانۂ حکومت مین کہ مرد ہین عذاب الیم اور خوف بے رجا مین مبتلا
ہین اور سرکار دولتمدار کمپنی بہادر دام اقبالہ کے عہدہ دارون کی
نسبت برا بھلا کہتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم بیچاری رعایا کو ظالم تیر کے بیچ مین سونپ
دیا ہے اور اکثر ایسے ساہوکار اور مہاجن جو دوسرے مقامات کے رہنے
والے ہین لیکن بلدۂ بھوپال مین ان کی دکانین ہین وہ وہان
کی دکانات کے موجودہ سرمایہ وبضاعت کے غارت اور چوری جانے
کا اندیشہ رکھتے ہین ۔ بعض نے ہم سے شکایت کی ہے متفق مین
گذشتہ سال بھی اسی موسم مین چورون کا ہنگامہ زیادہ تھا۔ لیکن
امسال تو بہت زیادہ ہوگیا ۔ خبرون کے ذریعہ سے نواب صاحب اور
آپ کو ان چورون کی چالاکی اور بے باکی اور اس کے انتظام کی
تدبیر کا حال معلوم ہوتا ہے لیکن ابھی تک کوئی انتظام نہین کیا گیا
یہان تک کہ اس کے باعث مردمان شہر کی زبان پر ہے کہ نواب
صاحب بہادر کے دل مین شہر کی ویرانی اور جہانگیر آباد کی آبادی
بسی ہوئی ہے ۔ ان کے اشارہ سے چورون نے شورش مچائی ہے

ورنہ کیا مجال ہے کہ اُس مکان اور جگہہ پر جہان رئیس کی رونق افروزی
ہو بدمعاشون کی ایسی جسارت اور دلیری ہو جاے حیف کہ نواب صاحب
بہادر کی حق رسانی سے سرکار ابد پائدار انگریزی کا دامن پاک نصفت
وعدالت، وہان کی بے چاری رعایا پر جو ظلم و تعدی ہے اس کے
غبار سے ملوث ہوتا ہے اور واقعی طور پر مخلوف شہر کے لئے جاے
سخن ہے کہ عہد حکومت صاحبہ ممدوحہ مین اور حکیم شہزاد مسیح و میان
کرم محمد خان صاحب بہادر مرحوم اور راجہ خوشوقت راے صاحب بہادر
کی مدار المہامی مین کبھی چورون کا اس قدر غدر و غلبہ سننے مین
نہ آیا تھا۔ سابق وحال کے حکمران اور والیان ملک نے مخلوق کی
آسائش و آرام کو جو ان کے مطیع و منقاد اور خالق برحق کی امانت
مین اپنے نفس دشمن کے عیش و آرام پر مقدم جانا ہے اور جانتے
ہین۔ تعجب ہے کہ باوصف اس قدر چورون کی ظلم و زیادتی
اور اوس رنج و عذاب کے جس مین دار المستقر رئیس کی رعایا برابر
مبتلا ہے رئیس کی بزم مین سرود و سماع کا بازار گرم رہتا ہے پس
ایسی حالت مین کیونکر ممکن ہے کہ حاکم اور مدار المہام کی قوت نصفت
و رحمت کی مقتضی ہو، اور ظاہر ہے کہ از روے ہفتہ[1] تمام روداد کی

[1] ہفتہ وار اطلاعی کیفیت۔

اطلاع ارباب صدر کو ہوتی ہے چورون کا حال روزمرہ ہفتہ مین درج
ہوتا ہے اور انتظام نہین کیا جاتا۔ آپ کی محبت سے امید ہے کہ اس
غدر و فتور کا جلد انتظام ظہور پذیر ہوگا بیچارگان مخلوق الٰہی اس بلا سے
نجات پائین کہ جس نے وبائے جانستان پر فوقیت حاصل کی ہے وہ
(بلا) متقاضی جان ہے اور یہ (بلائے دزدان) آدمیون کی جان و
مال اور خانمان کی خواہشمند ہے۔ مزید منت و احسان کا سبب ہوگا
کہ بندگان عزوجل کی آہ سرد پُردرد اولیاء دولت سرکار دولتمدار کے
حق مین آسمان پر رسائی نہ حاصل کرے۔"

نواب قدسیہ بیگم نے ان تمام واقعات کی من اولہ الی آخرہ نہایت شرح و بسط اور حوالہ جات کے سات ایک خریطہ کے ذریعہ سے نواب گورنر جنرل صاحب بہادر کو اطلاع کی اور ان کو توجہ دلائی کہ:-

"جناب کی اطاعت و فرمان برداری مین ابھی تک سرِمو تجاوز و
تفاوت و اعراض نہین ہوا ہے اور سکندر بیگم نے بھی نواب صاحب اور
ایجنٹ صاحب بہادر کی رضاجوئی و تابعداری مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا۔
مین امیدوار ہون کہ میرا انصاف کیا جاے اور نواب صاحب کو
اُن کے کردار کی سزا دی جاے اور از روے عہدنامہ و تحریر صاحبان
عالیشان ایجنٹ صاحبان سابق ریاست پر میرا اور سکندر بیگم کا

حق ثابت نہے اوس کو ظالمون کے پنجون سے چھڑا کر دلایا جاے
تاکہ رعایا و برایا ظلم سے نجات پا کر مثل عہد سابق کے خوش حالی
اور فارغ البالی کے ساتھ آرام حاصل کرین "

اس خریطہ کے بھیجنے کی ایک وجہ اور یہ بھی تھی کہ اکثر ایسی افواہین سُننے مین آئی تھین کہ نواب صاحب ایجنسی مین اس امر کی کوشش کر رہے ہین کہ نواب قدسیہ بیگم ہی نواب سکندر بیگم اور نواب جہانگیر محمد خان کی باہمی رنجش کا باعث ہین۔ اس لئے ان کو مجنون قرار دیکر جاگیر کے عوض نقد معین کر دی جاے۔ لیکن جب ان کو کوئی جواب نہ ملا تو اپنے معتمدین مرزا امجد بیگ اور مولوی جمال الدین خان کو شملہ بھیجا۔ مولوی جمال الدین خان نے جو عرضی اس ملاقات کی کیفیت مین ارسال کی اُس مین لکھتے ہین کہ :-

"مین اور مرزا امجد بیگ، گورنر جنرل سے ملنے ۴ بجے شام کو کوٹھی پر
گئے گارڈ آف آنر صف بستہ کھڑا تھا۔ اُس نے سلامی ادا کی اور سکریٹری نے
دروازہ تک استقبال کیا اور خریطہ موسومہ نواب گورنر جنرل جو ملاقات سے
دو دن پہلے سکریٹری کو دیا تھا وہ اونھون نے مرزا امجد بیگ کو دیدیا۔
تاکہ خود پیش کرین۔ نواب گورنر جنرل طلائی کرسی پر متمکن تھے کرسی
کے نیچے ایک مغرق و منقش اور بدور پا انداز تھا۔ چار خدمت گار پیچھے

طلائی مورچھل جھل رہے تھے ۔ سامنے چوبدارون اور خدمت گارون
کی صفین تھین بائین طرف چار صاحب فوجی وردیون مین کرسیون پہ
بیٹھے تھے ۔ جب معتمدین کرسی کے قریب گئے تو صاحبین نے تعظیم ادا کی
مرزا صاحب نے اور مین نے ۱۶-۱۶ ۔ اشرفیان نواب قدسیہ بیگم کی
طرف سے اور ۱۱ اور ۵ اشرفیان اپنی طرف سے پیش کین لارڈ صاحب نے
ہاتھ رکھ کر نذر قبول کی اور خدمتگارون نے اشرفیان اٹھالین ۔
سمت راس ماڈک صاحب اور برابری مین مرزا صاحب اور مرزا صاحب
کے برابر کمترین کی کرسیان تھین ۔ ماڈک صاحب ترجمان تھے ۔ گورنر جنرل
بہادر نے نواب قدسیہ بیگم کا مزاج پوچھا اور ارتباط قدیم کا تذکرہ
کیا اور کہا کہ میری خواہش یہی ہے کہ اسی طرح سلسلہ ارتباط قائم رہے
مرزا صاحب نے کہا کہ حضور والا بیگم صاحبہ اول خدا کو اور پھر حضور کو
سمجھتی ہین اور ہم کو قدم بوسی کو بھیجا ہے ۔ اسی طرح رسمی اور معمولی گفتگو
ہوتی رہی ۔ گورنر جنرل نے کہا کہ جو کچھ خریطہ مین لکھا ہے ملاحظہ کر کے
چند روز مین جواب لکھ کر رخصت کرین گے ۔ اور بیگم صاحبہ کے وکیل
سے مل کر بہت خوشی ہوئی اس کے بعد خلعت کی کشتیان طلب کیگئین
پہلے ہفت پارچہ خلعت مرزا امجد بیگ کو دیا گیا اور گوشوارہ سر پہ باندھا
اور دوسرے کپڑے ہاتھ مین لے کر اٹھ کر سلام کیا اور شکرگذاری کی

بعدہٗ دوسری کشتی سامنے حاضر کی گئی۔ گوشوارہ مقیشی میرے (جمال الدین)
سر پر باندھا گیا اور ایک دوشالہ و رومال میرے کندھے پر ڈالا میں نے
بھی سلام و شکریہ ادا کیا"

جب یہ ملاقات ختم ہوئی اور دونوں معتمدین اپنے جائے قیام پر واپس ہوئے تو گارڈ آف آنر نے بنڈر کی سلامی دی اور احاطہ کوٹھی تک اردلی نے مشایعت کی۔ پھر دو ایک دن بعد دونوں سکریٹری کی کوٹھی پر گئے، اُنھوں نے کہا "گورنر جنرل جواب دینے کے بعد آپ کو اجازت رخصت دیں گے" اس کے بعد معاملات پر گفتگو ہوئی مولوی جمال الدین خان نے نہایت آزادی کے ساتھ گفتگو کی اور جو اشتباہات کہ ان کے دل میں تھے اور کہتے جاتے تھے ان کو دور کیا۔ لیکن معاملات کا تصفیہ ولکنسن صاحب کی ملاقات پر محول رکھا گیا۔ جو آگرہ میں ہونے والی تھی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے نواب قدسیہ بیگم کے خریطہ کا جوابؔ دیا۔ جس میں ہنوز بدستور نزاع قائم رہنے پر اور مسٹر ولکنسن کی نسبت جو شبہات ظاہر کئے گئے تھے اون پر

لہ مہربانی نامہ مودت طراز معرفت وکلا آن شفقت مرزا امجد بیگ و منشی جمال الدین خان موصول گردید۔ مندرجہ ہا مطلع ساخت و نیز کیفیت احوال آن مکرمہ کہ از دست وکلائے مذکورین نزد این جانب پیش گردید بخوبی بملاحظہ دوست دار در آمدہ باعث رنج و افسوس خاطر این جانب شد۔

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اظہار افسوس کیا۔ اور ان کی جانب سے اطمینان دلایا کہ اونھون نے تمام
واقعات کی صحیح طور پر اطلاع کی ہے اور ان سے گفتگو اور دریافت حال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چنانچہ مدریافت این معنی کہ ہنوز تکرار و تنازعہ
فی مابین آن مشفقہ و صاحبزادی آن محترمہ با نواب صاحب بھوپال جوع
و برپا ہستند بلکہ آن مشفقہ را کہ بالعکس اعتبار و اعتماد داشتن بر محبت و دوستداری
مسٹر ولکنسن صاحب کہ رعایت و پاسداری ایشان نسبت بہ خاندان آن مکرمہ
از ایام سابق بہ تجربہ و امتحان واضح و آشکارا گردیدہ علی الخصوص کہ صاحب موصوف
برای بہتری و بہبودی ریاست بھوپال مدام مستعد و سرگرم می باشند نوعے اشتباہ
اغماض و طرفداری نسبت صاحب موصوف عاید گردیدہ زیادہ تر افسوس و
تاسف رو نمودہ لہذا این جانب جہت تیقن و اطمینان خاطر آن مشفقہ
بہ کمال وثاقت خاطر اطلاعاً بقلم محبت رقم می درآرد کہ صاحب ایجنٹ بہادر
بہ ہر وقت در ہر امر بہ کمال تحقیق و راستی تمامی حقائق و کوائف این ہمہ قصص
و حکایات رنج افزاے واقعہ فی مابین آن مشفقہ و نواب صاحب باطلاع
دوستدار پرداختہ بلکہ کیفیت مفصل و مشروحاً ہر یک امورات و واقعات
گذشتہ بہ تمامہا بہ دوستدار از صاحب موصوف رسیدہ و بالفعل بعد معاینہ
و ملاحظہ کیفیت مرسلہ آن مکرمہ کہ معرفت وکلاء آن محترمہ نزد این جانب
پیش گردید دوستدار را چنان مناسب و مستحسن معلوم (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

ہونے پر اپنے فیصلہ کو محول رکھا۔ اس خریطہ کے ساتھ ہی نواب گورنر جنرل نے ایک چٹھی صاحب پولیٹکل ایجنٹ کو بھی بھیجی لیکن یہ نہین معلوم کہ اس چٹھی مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ومنصور شدہ - انچہ کہ راے وتجویز این جانب درباب روے داد کیفیت مزبورہ بودہ در خطے کہ بنام ایجنٹ صاحب بہادر عز اصدار یافتہ مرقوم ومندرج گردد - چنانچہ صاحب موصوف مطلب ومراد مراتب مندرجہ بابہ آن مشفقہ حالی وبیان خواہند ساخت ہمانا کہ جواب وسوال تمامی قیل وقال درچنین امورات نازک وباشکال فقط بوساطت صاحب ایجنٹ بھوپال کہ از طرف دوستی خصال جہت انجام وانصرام جمیع مہام آنجا مختار بالاستقلال ہستند وافی وکافی است ازین رہ گذر وبہمان مد نظر این چنین ملحوظ ومحفوظ خاطر گشتہ چونکہ بعرصہ قلیل یقین است کہ با صاحب ایجنٹ بہادر موصوف واز دوستی مالوف ملاقات حاصل خواہد گشت - اندرین صورت تا وقتیکہ از صاحب موصوف ہیچ گفت گو وتذکرہ بمیان نمی آید این ہمہ مراتبات درپیش ویک سونمی تواند شد - چنانچہ محض ازین سبب وصرف بدین باعث وکلاء آن مشفقہ را رخصت ساختہ حکم صادر شد کہ آیندہ از سوال وجوابے کہ دارند بذریعہ صاحب پولیٹکل ایجنٹ بہادر کردہ باشند ترصد کہ دوستی دوست را پیوستہ خواہان خیریت مزاج موالفت امتزاج انگاشتہ مدام دوستدار خود می انگاشتہ باشند - زیادہ چہ برطراز د۔

کیا درج تھا، البتہ ۶ نومبر ۱۸۳۹ء کو مسٹر ولکنسن بھوپال آئے ۴ بجے شام کو
محل پر باضابطہ ملاقات ہوئی، دوسرے دن تخلیہ کیا گیا اور اس چٹھی کے
مضمون کو اپنی گفتگو میں مخلوط کر کے سنایا - اگرچہ ان سے خواہش کی گئی کہ آپ
اس طرح چٹھی کو نہ سُنائیں مگر یہ خواہش پذیرا نہ ہوئی - تاہم جو کچھ اون سے
گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ "نواب گورنر جنرل کہتے ہین کہ انقلاب ریاست
ہنسی کھیل نہین ہے" آپ کو غور کرنا چاہیئے کہ جب تک نواب صاحب اپنی
عمر کو پہونچین اونہون نے کیا کیا فساد کئے اور کیا کیا چاہا، لیکن ان کی سماعت
نہ ہوئی - اور نواب گورنر جنرل نے نواب قدسیہ بیگم کی تائید کی - اور جب وہ
بالغ ہو گئے تو ان کا حق ان کو دلوا دیا گیا - اور جو زخم کہ نواب سکندر بیگم کو
لگایا ہے وہ بے پردگی کے سبب سے ہے اور ہمارے نزدیک بے شک
یہ ایک ظلم ہے لیکن مسلمانون کے نزدیک یہ حرکت ظلم مین داخل نہین ہے
اس پر نواب سکندر بیگم نے کہا کہ "پردہ کی حالت مین مجھے زخمی کیا ہے نہ کہ
بے پردگی مین - نواب قدسیہ بیگم نے کہا کہ "نکاح سے قبل سکندر بیگم بے پردہ
تھین - اگر نواب صاحب مین غیرت تھی تو کیون نکاح کی درخواست کی اور مین نے
تو اس یقین پر نکاح کر دیا تھا کہ آپ لارڈ صاحب کے حکم سے نکاح کرانے کو لئے
تشریف لائے ہین اور زور دیتے ہین - اس لئے سکندر بیگم کو کوئی تکلیف
نہ ہوگی - غرض مسٹر ولکنسن اور نواب قدسیہ بیگم مین جھگڑے کے تفصیلی

حالات اور عورت کے فرمان روائی کے قابل نہ ہونے وغیرہ اور مسلمانون کے شادی کے قواعد اور رواج کے متعلق بحث رہی۔

نواب قدسیہ بیگم کا سلسلۂ مراسلت برابر جاری رہا اور آخرکار اونھون نے تقسیم ریاست کے لئے آخر دسمبر ۱۸۳۹ء مین ایک خریطہ لکھا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :-

"میرے نوشتہ کے مطابق جس مین کہ ریاست نواب صاحب اور سکندر بیگم کو سپرد کی تھی اس کو دو حصے کرکے نصف نواب صاحب کو عطا کی جائے اور رائسین جو نواب صاحب کا مسکن اور وطن آبائی ہے تاحین حیات اُن کا دارالحکومت قرار دیا جائے۔ اور نواب سکندر بیگم کے لئے جو میرا اور اونکا مولد و موطن آبائی ہے وہ اون کا مستقر حکومت قرار دیا جائے۔ قدیم محلات اور باغ اور نئی مسجد جس کو لاکھون روپیہ کے صرف سے درس و تدریس علوم و عالمان و مساکین کے لئے مین نے بنا کیا ہے اور ابھی تک ناتمام ہے اور اوس پر نواب صاحب کا کسی طرح کوئی حق نہین ہے تفویض کی جائے تاکہ جلاوطنی کا داغ جو موت سے بدتر ہے اور ابھی تک رؤساے جدید و قدیم سے بغیر جرم و تقصیر سرکار کمپنی انگریز بہادر کے کسی کی پیشانی پر نہین لگا ہے اور جس کو نواب گورنر جنرل صاحب بہادر بہ نسبت استحقاق و جانفشانی شوہر مخلصہ کے پسند نہ کرین گے، مجھ پر نہ لگایا جائے اور نیز

محل ہاے آبائی وسمحہ و باغ وغیرہ کا کہ مدت مدید مین اس زیب و زینت پہ
پہونچے ہین کہ ان سے بچ دور ہوتے ہین ان کا انتقال بعید القیاس ہے
پس نواب صاحب رائسین مین حکومت کرین اور سکندر سرکار مخلصہ مین
ایک دوسرے کی خلش و خار سے مطمئن رہ کر سایہ حمایت و حکومت
سرکار کمپنی انگریز بہادر مین بقیہ عمر یاد رب العباد مین بسر کرے ۔"
یہ خریطہ قاضی احمد علی[1] کے ہاتھ بھیجا گیا ۔

جنوری ۱۸۴۰ء مین بمقام گوالیار مسٹر ٹامس رابرٹ ماڈک صاحب بہادر کی خدمت مین جو اس زمانہ مین گورنر جنرل کے سکرٹری تھے فریقین کے معتمد پیش ہوے ۔ ماڈک صاحب نے پہلے نواب صاحب کے وکلا کو زجر و تنبیہ کی اور پھر نواب قدسیہ بیگم کے معتمد قاضی احمد علی کو طلب کر کے انہین باتون کی تکرار کی جو مسٹر ولکنسن نے کہدی تھین ، انھون نے کہا جو کچھ

---

[1] قاضی احمد علی صاحب بڑے خیر خواہ اور وفادار تھے ، انھون نے اس ریاست کی بہت سی اہم خدمات انجام دی تھین ، ان کے جد اعلیٰ قاضی معظم محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے رائسین کے قاضی مقرر کئے گئے تھے ، سردار دوست محمد خان نے ان کو کل ملک محروسہ ریاست کے عہدۂ قضا پر سرفراز فرمایا اور ایک عہد نامہ کے ذریعہ سے جاگیر مقرر کی ۔ ان کے پوتے قاضی محمد یعقوب نے زند قاضی محمد معظم نے ریاست کی بہت سی خیر خواہیان کین جس کے صلہ مین ان کو کئی مواضع علاوہ جاگیر دو ثی کے دیے گئے ، قاضی احمد علی انہین کے بیٹے تھے ۔

ہو گیا وہ اب بدل نہین سکتا اور نہ مین بیگم صاحبہ کے دعاوی پیش کر سکتا ہون اصول اور معاہدہ کی پابندی اسی کا نام ہے جو ان تحریرات سے ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہ وہی ماڈک صاحب تھے جو نواب قدسیہ بیگم کے دعاوی کے حامی تھے یہ خریطہ کسی طریقہ سے موزون نہ تھا اور نہ یہ خواہش مناسب تھی کہ ریاست کی تقسیم کر دیجائے اگر نواب قدسیہ بیگم کی یہ خواہش منظور ہو جاتی تو اس تقسیم سے یقینی طور پر آیندہ بہت بڑا نقصان پہونچ جاتا اور ریاست دو چھوٹی چھوٹی ریاستون مین تقسیم ہو جاتی اور نواب جہانگیر محمد خان کی کوششین اپنے فرزند میان دستگیر محمد خان کی جانشینی کیلئے بارآور ہو جاتین تاہم واقعات اور حالات پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ درخواست نہایت درجہ حالت مجبوری اور یاس مین تھی اس لئے انھون نے اس بات کو بھی نظر انداز کر دیا تھا کہ نواب صاحب کی دوسری بیوی سے جو اولاد ہو وہ ان کے بعد مسند نشین ریاست کر دی جاے - اگر کہین یہ درخواست منظور ہو جاتی تو سب سے زیادہ قلق اور صدمہ خود نواب قدسیہ بیگم اور نواب سکندر بیگم کو ہوتا - اور جو صورت کہ غدر کے زمانہ مین پیش آئی اس کے لحاظ سے برٹش گورنمنٹ کو بھی کچھ کم افسوس نہ ہوتا اگرچہ اس وقت اس درخواست کی نامنظوری پر ضرور افسوس ہوا ہو گا لیکن وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ - --

بھوپال سے اسلام نگر چلے جانے کے بعد اگرچہ چند واقعات

پیش آئے لیکن وہ خفیف تھے۔ البتہ جو لوگ نواب قدسیہ بیگم سے ملتے یا یہ معلوم ہوجاتا کہ وہ ان کے ہواخواہ ہین تو ان پر نواب صاحب کا عتاب نازل ہوتا۔ اور اس امر کی احتیاط رکھی جاتی کہ ان کے آدمی اسلام نگر سے شہر مین نہ آئین اور اسکی یہان تک نوبت پہونچگئی تھی کہ عید کے موقع پر مسجد جامع مین جو انھین کی بنائی ہوئی تھی آنے کی اجازت نہین دی گئی تاہم ایک قسم کا سکون حاصل ہوگیا تھا۔ اور چار مہینے کے بعد ۶۔ جمادی الاول ۱۲۵۴ھ مطابق ۲۹۔ جولائی ۱۸۳۸ء کو نواب شاہجہان بیگم کی ولادت ہونے سے خیالات کا رجحان دوسری طرف ہوگیا تھا۔ ولکنسن صاحب کا تبادلہ ہوچکا تھا اور ان کی جگہہ ہنری ٹرولین صاحب پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہوگئے تھے نواب سکندر بیگم اور نواب صاحب مین نواب شاہجہان بیگم کی پیدائش کے بعد اس قدر کشیدگی نہین رہی تھی۔ اکثر خط و کتابت ہوتی تھی اور کبھی جب سرکار خلد نشین اسلام نگر سے ہواخوری کے لئے بھوپال کی طرف تشریف لاتی تھین اور نواب صاحب اسلام نگر کی طرف جاتے تھے تو راستہ مین دونون کی ملاقات ہوجاتی تھی۔ لیکن نواب قدسیہ بیگم اور نواب صاحب سے کشیدگی دور نہین ہوئی۔ نواب صاحب رئیس ہونے کے بعد صرف چھہ سال زندہ رہے۔ ۲۸۔ ذی القعدہ ۱۲۵۰ھ ہجری مطابق ۹ر دسمبر ۱۸۴۲ء کو نواب صاحب کا انتقال ہوا! اس وقت اسد علی خان نائب الریاست کی خدمت پر

کام کرتے تھے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے وہ اس عہدہ سے معزول کئے گئے۔ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیسہ بھوپال تسلیم کی گئین۔ اور میان فوجدار محمد خان صاحب نائب ریاست قرار دیے گئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد ایک مہینہ کے اندر نواب قدسیہ بیگم مع نواب سکندر بیگم اور نواب شاہجہان بیگم کے بھوپال واپس آگئین۔ اب نواب قدسیہ بیگم کا زمانہ نہایت خاموشی کے ساتھ گذرنے لگا۔ البتہ اونھون نے اس امر کی کوشش کی کہ نواب سکندر بیگم کو بغیر کسی مداخلت کے ریاست سپرد کی جاے۔ اور آخر کار کتنے ہی مرحلے طے کرنے کے بعد نواب سکندر بیگم پہلے نائب الریاست اور پھر رئیس قرار دی گئین۔

نواب سکندر بیگم بھی اپنی مان کی نہ صرف سعید اور الفت کرنے والی بیٹی تھین بلکہ وہ ان کی ممنون اور شیفتہ تھین اور ایک خاص قسم کی عقیدت اپنی مان کی طرف سے ان کے دل مین جاگزین تھی۔ شوہر کے انتقال کے ۲۷ سال بعد نواب قدسیہ بیگم کو امن وسکون اور راحت وآرام کی زندگی میسر ہوئی تھی۔ یہ زمانہ ان کی مسرتون کا زمانہ تھا۔ اور وہ اس زمانہ کو نیکی کے کامون مین بسر کرتی تھین +

غدر

۱۸۵۷ء کے زمانۂ غدر مین اگرچہ ریاست سے اون کو کچھ واسطہ نتھا
لیکن چونکہ نواب سکندر بیگم نائب الریاست تھین اس لئے اون کو ان
حالات سے سخت بے چینی تھی اور وہ اپنی ہر ایک امکانی قوت غدر کے
فرو کرنے مین استعمال کرنے سے دریغ نہین کرتی تھین سب سے زیادہ نازک
وقت وہ تھا جب کہ بھوپال کی فوج مین آثار بغاوت پیدا ہوگئے تھے اور
وہ دو ماہہ کی طالب تھی۔ خزانہ ریاست مین اس قدر روپیہ نہ تھا کہ فوراً
ادا کردیا جاتا۔ نواب سکندر بیگم بے حد متردد تھین اور روپیہ دینا بہت
ضروری تھا نواب قدسیہ بیگم کو جب یہ معلوم ہوا تو اونہون نے اپنے
خزانے سے روپیہ دیدیا اور اس طرح اس فساد کے خطرہ کو جو بالکل ہی قریب الوقوع
تھا رفع کرنے مین مدد دی۔ وہ سختی کے ساتھ اس بات کی حامی تھین کہ فوج کا
مطالبہ ادا کردیا جاے اور جو خوشی کے ساتھ رہنا چاہے وہ رہے ورنہ چلا جاے
اونکو خاص اہل بھوپال پر پورا بھروسہ تھا اور اون کا یقین تھا کہ وہ کم تنخواہ پہ
راضی رہین گے اور نازک وقت پر بھی کارآمد ہون گے اون کا بڑا زور

اس بات پر تھا کہ نواب امراؤ دولہ اور فتح جنگ خان کی پوری دلجوئی رکھی جاوے۔ بیٹی کو استقلال اور وسوسہ اور توہمات سے دور رہنے کی ہمیشہ نصیحت کیا کرتی تھین۔ اسی کے ساتھ اون کو خداوند کریم کی امداد و معاونت پر بھی دلی یقین تھا اور ہر تحریر مین بیٹی کو اس کا یقین دلایا کرتی تھین

نواب سکندر بیگم کو جس وقت کوئی پریشانی ہوتی یا متوحش خبرین اون کے سننے مین آتین تو وہ مان کے پاس جاتین اون سے صلاح لیتین اور وہان سے دلی او حقیقی تسکین لے کر اوٹھتین اور خود نواب قدسیہ بیگم بھی دن مین ایک وقت ضرور بیٹی سے ملنے جاتین۔

ان کی ڈیوڑھی پر ہمیشہ مسلح جمعیت رہتی تھی۔ فوج کی رپورٹ صبح و شام سنتی تھین اور انھین انتظامات مین مصروف رہتی تھین، ایک موقع پر تحریر کرتی ہین کہ "ان دنون مین نے اپنی ذات پر چھ پہر محنت گوارا کی ہے"

اس زمانہ مین ان کی خاص فوج تھی جس کے مصارف بیس ہزار روپیہ ماہوار تھے اس فوج کو بھی نواب سکندر بیگم کے سپرد کر دیا۔ اپنے علاقہ جاگیر مین ہر طرح اس امر کا کافی انتظام رکھا کہ کوئی بغاوت یا شورش برپا نہ ہو۔ اونکے عہدہ دار اور ملازم انگریزون کی امداد کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ مسٹر ولیم رے رزیڈنٹ اندور جب سیہور سے ہوشنگ آباد جا رہے تھے تو اون کے ہمراہ سید گوہر علی حاضر باش ایجنسی سیہور سے بھیجے گئے

جسکی نسبت مسٹر ولیم رے اپنے خریطہ مین لکھتے ہین کہ :-

"چونکہ این جانب بخیریت تمام سیہور سے ۲۳- ماہ جولائی سنہ حال کو داخل چھاؤنی ہوشنگ آباد کہوے -

شرافت و نجابت دستگاہ قاضی سید گوہر علی وکیل آن مشفقہ سیہور سے یہان تک ہمارے ساتھ رہے اونھون نے آپ کے علاقہ مین بندوبست رسد کا بخوبی رکھا اور کمال محنت و مشقت اپنے اوپر گوارا کرکے خیریت سے ہم کو یہان پہونچادیا سو ہم اون پر راضی ہوے اور تھوڑے روز مین ہم وہان پہونچین گے تب آپ سے ملاقات ہوگی خوشی خاطر کی ہوگی ہمیشہ ہمیشہ خط وکتابت سے یاد فرماتی رہوگی - حال مین قاضی موصوف یہان سے رخصت ہوے سو آپ کی خدمت مین پہونچینگے فقط ۲۸ جولائی ۱۸۵۸ء - اور کرنل ڈیورنڈ صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا نے ہاتھی قاضی سید گوہر علی سے واسطے سواری خود کے مانگا سو قاضی صاحب موصوف نے ہاتھی اپنا دیا سو صاحب ممدوح ہاتھی مرقوم کو تھوڑے عرصہ مین بحفاظت تمام بھوپال کو بھیجدین گے"

اونھون نے غدر مین جو امدادین کی تھین اگرچہ اون کے متعلق کچھ زیادہ کاغذات نہین ملے لیکن پھر بھی بعض خرائط کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گورنمنٹ نے

اون امدادون کو قدردانی کی نظر سے دیکھا اور ہمیشہ اون کی شکرگزار رہی، مثلاً اون کے آخری زمانہ حیات مین جو نزاع متعلق اختیارات جانبین اون کے اور ریاست کے پیدا ہوگیا تھا۔ اس کی نسبت پولیٹکل ایجنٹ بھوپال اپنے ایک خریطہ موسومہ نواب شاہجہان بیگم فروری سنہ ۱۸۶۸ء مین بحوالہ گورنمنٹ آف انڈیا کی تحریر کے لکھتے ہین کہ:۔

"نواب بیگم صاحبہ قدسیہ کا طریقہ اوقات شکلہ مین گورنمنٹ انڈیا کے ساتھ وفاداری سے رہا ہے اور اون کی سخاوت، مہربانی قابل ادب و مسلم ہے، نہ صرف بھوپال مین بلکہ ممالک دور دست مین ان کی عمر آخر درجہ کی ہے اس سبب سے یہ بات بدرجہ غایت ملحوظ ہے کہ کسی صورت سے ان کی آسائش اور اس مین خلل واقع نہ ہو اور گورنمنٹ انڈیا یہ بات نہین چاہتی کہ اون کے منصب سابقہ اور عزت مین کسی خفیف امر سے بھی فرق آئے"

اسی طرح سر لیپل گریفن ایجنٹ گورنر جنرل سنٹرل انڈیا اپنے خریطہ تعزیت مورخہ ۲۳ دسمبر سنہ ۱۸۸۱ء مین لکھتے ہین کہ:۔

"اور وہ برٹش گورنمنٹ کی نہایت خیرخواہی سے دوست تھین"

سفر

اُنھون نے سنہ ۱۲۷۷ھ سے پہلے غالباً کوئی سفر نہین کیا تھا اس کے بعد وہ جبلپور، الہ آباد، اور اون مشہور دربارون مین شریک ہوئین جن کو سنہ ۱۸۶۲ء مین لارڈ کیننگ نے منعقد کیا تھا۔

جبلپور مین نواب سکندر بیگم کو سند بیرسیہ عطا ہوئی تھی اور خلعت ملا تھا۔ اور نواب قدسیہ بیگم کو بھی خلعت عطا کیا گیا تھا اور دربار عام مین بھی شریک ہوئی تھین، ان تمام سفرون مین وہ اپنا خیمہ و خرگاہ اور انتظام علیحدہ رکھتی تھین، ان کی ڈیوڑھی کے ارکین اور اون کا حشم و خدم ساتھ رہتا تھا۔

اسی سلسلہ مین بنارس، لکھنؤ، کان پور، فیض آباد، آگرہ وغیرہ کی سیر کی، اور پھر سنہ ۱۲۸۰ھ = سنہ ۱۸۶۳ء مین نواب سکندر بیگم کے ساتھ سفر حج کو روانہ ہوئین، برہان پور تک منزل بمنزل سفر ہوا اور وہان سے ریل پر بمبئی گئین بمبئی سے اندور نامی اسٹیمر پر سوار ہوئین، اور ۱۳ر شعبان سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۳ر جنوری سنہ ۱۸۶۴ء کو جدہ پہونچین جدہ سے ۱۵ر شعبان کو شام کے وقت قافلہ مکہ معظمہ

روانہ ہوا ، اور قریباً چار ماہ تک مکہ معظمہ مین قیام رہا ، شریف صاحب اور اون کی خواتین سے بھی ملاقاتین کین -

جناب ممدوحہ چند ارا کین ، خدمت گارون ، اور چار پانچ عورتون کے ساتھ پیادہ پا شریف صاحب کے مکان پر تشریف لے گئین - اُنھون نے چند سپاہیون کو دروازہ سے باہر دور تک استقبال کے لئے کھڑا کر دیا تھا خود بھی استقبال کیا ، اور دو خواجہ سرا ہمراہ ہوکر صاحبہ ممدوحہ کو شریف صاحب کے محلسرا مین لے گئے - خود بہت دیر تک خوش اخلاقی کے ساتھ مردانہ مکان مین ہمراہیون سے باتین کرتے رہے ، شربت اور قہوہ سے تواضع کی ، تھوڑی دیر کے بعد شریف صاحب پھر ملاقات کے لئے زنانخانہ مین گئے ، یہان سب سے ملنے کے بعد نواب قدسیہ بیگم ترکی پاشا کے گھر مین گئین اور وہان سب سے ملین اور عمائدین بھی اون سے ملنے آئے -

مدینہ منورہ کا قصد تو اسی وقت سے تھا جب کہ حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مکہ معظمہ مین تمام خیر اندیش اصحاب نے اس امر کی مخالفت کی کہ یہ قافلہ مدینہ منورہ نہ جاے ، کیونکہ راستہ پر خطر تھا ، اور تمول و دولت او سخاوت کی شہرت دور دور پھیل گئی تھی ، اندیشہ تھا کہ مبادا بدو حملہ کرین او چونکہ کسی فوجی جمعیت کا پہلے سے انتظام نہین کیا گیا تھا اس لئے ممکن تھا کہ جانین ضائع ہوتین -

ان سے پہلے ایک دولتمند فیاض شخص کے ساتھ بھی جو لکھنؤ کا باشندہ تھا راستہ مین یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ بدؤن نے اوس کو پکڑ لیا اور ایک لاکھ روپیہ لیکر چھوڑا، بالآخر مدینہ منورہ کی حاضری کو دوسرے وقت پر محول رکھ کر ۱۴ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ ۲۱ مئی سنہ ۱۸۶۴ع کو جدہ آئین اور وہان سے جہاز پر سوار ہو کر بمبئی آئین اور بمبئی سے پونا گیئن، یہان کچھ دن ٹھیر کر ۳ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۵ اکتوبر سنہ ۱۸۶۴ع کو بھوپال داخل ہوئین۔ لیکن مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق اون کو بے چین رکھتا تھا، آخر سنہ ۱۲۸۸ھ مین کرنل جان ولیم ویسی آسبرن (Col. J. W. W. Osborne) صاحب سی۔ بی، پولیٹکل ایجنٹ بھوپال کو ایک یادداشت لکھی کہ:۔

"درین ولا بتاریخ دوم شوال سنہ ۱۲۸۸ ہجری مخلصہ نے واسطے تفریح طبع کے اپنے دہات جاگیر پر باین نظر ارادہ جانے کا کیا ہے کہ واسطے روانگی زیارت مدینہ منورہ کی طبع آزمائی کی جاوے اس مراد سے کہ دیکھین اس سعر دہات جاگیری مین طبیعت باعتدال رہتی ہے یا کس طرح، اگر بہ عنایت خدا طبیعت اعتدال پر رہی تو بطور سیر بمبئی تک بایک و نیم صد نفر ہمراہی جانے کا اتفاق ہوگا۔ وہان سے اگر خدا نے طبیعت کو درست رکھا اور بمقتضاء سن ضعف پیری مانع نہ ہوا اور سواری جہاز کی طاقت ہوئی تو واسطے زیارت مدینہ منورہ کے باشتیاق تمام ارادہ ہے

خدا اپنی عنایت سے پہونچا دیگا ، اگر حیات مستعار باقی ہے تو نو دس مہینہ
مین بافضال الٰہی واپس آکر ملاقات حاصل کی جاوے گی اور مخلصہ کو روز واپسی
مکہ معظمہ سے نہایت حسرت و افسوس محرومی زیارت مدینہ منورہ کا
ہے اور آج تک باننظار رنباری نہر ضعف پیری زیادہ ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے
اور اسی ضعف کے سبب بموجب مضمون مرقوم بالا ارادہ ہے ۔ خدا راست
لاوے ، آن شفیق بمزید الطاف ہمچو سابق اس کی منظوری سے بعطاے
پروانہ راہداری مخلصہ کو ممنون و مشکور فرمائین ، اگر بمبئی تک طبیعت
درست رہی اور طاقت سواری جہاز کی ہوئی تو جانا ہوگا ۔ ورنہ خیر و اپس
آجائین گے اور عزیزہ نور چشم شاہجہان بی بی سے جو اس باب مین
گفتگو کی گئی تو اونھون نے کہا سال آیندہ تک ہم بھی چلین گے ۔ جواب
دیا گیا کہ اگر تمھارے انتظار مین ضعف پیری زیادہ ہو گیا تو ہم کو زیارت سے
محرومی رہیگی ، لہذا بشرط اعتدال طبع انتظار مین توقف کرنا مناسب نہین ہے
اور اسی خیال سے خدمت شفیق مین بھی تصدیعہ دیا گیا ۔ امید ہے کہ اس
کی منظوری مین دریغ توجہ نہ فرمائین گے ۔ مرقوم بست و چہارم رمضان
۱۲۸۸ھ ہجری قدسی مطابق ہشتم دسمبر ۱۸۷۱ء "

پولیٹکل ایجنٹ صاحب نے منظوری دی اور لکھا کہ بالفعل آپ وہات جاگیر پر
تشریف لے جائین اور وہان اپنی طبیعت کا حال دیکھین اور اخلاص مند کو

اس سے مطلع فرمائین ، لیکن اس روانگی کا معاملہ اسی کارروائی تک ختم ہوگیا کیونکہ وہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے نہ جاسکین اور زیارت مدینہ منورہ کی حسرت دل ہی مین رہی ۔

ایک زنانہ ڈیوڑھی کے استقلال کا خیال

اُنھون نے جس قدر کار ہائے خیر جاری کئے تھے اون کے قیام و دوام کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور یہی خیال مختلف قسم کی خواہشون اور اون متعدد وصیتون مین جو اُنھون نے نواب شاہجہان بیگم کو کی تھین ظاہر ہوتا ھے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے زمانہ مین جو ناگوار واقعات پیش آرہے تھے اون کے باعث وہ میرے مستقبل کی طرف سے بھی مطمئن نہ تھین اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اس امر کو بخوبی سمجھتی تھین کہ خیر خیرات کا جس قدر خیال عورتون مین ہوتا ھے ، وہ مردون مین نہین ہوتا ۔ اس لئے اونھون نے سنہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء ایجنسی مین ایک تحریک پیش کی جو اُنھین کے الفاظ مین حسب ذیل ھے :-

" بعد حیاۃ مستعار کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ روز و شب نقارہ زن ہے

نواب سلطان جہان بیگم میری جگہہ برقرار دی جاسے اور جب اس نیر برج دولت و اقبال مندی و تاج تارک بخت بلندی کی اولاد ہو پسر والئی ریاست رہے، اور دختر فرخ اختر اس کی میری جگہہ پر تصور فرمائی جاوے اور انتظام اور اعزاز اوس اختر برج اقبال کا بطور متبنی مخلصہ فرمایا جاے اور امورات خیرات مثل نہر وغیرہ کے اور متعلقین مخلصہ کا جو جس طور پر اب مقرر ہے بایفاے دولت انگلینڈ قائم و جاری رہے"

اگرچہ اس تحریک کی کارروائی کے متعلق صرف یہی ایک کاغذ دستیاب ہوا لیکن یقیناً ناکام رہی کیونکہ اس کارروائی کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اس امر کی بحث کہ یہ تحریک فی نفسہ کیسی تھی اور اس کے کامیاب ہونے کی صورت مین کیا نتائج برآمد ہوتے اب بالکل غیر ضروری ہے، مگر اس مین کوئی شک نہین کہ یہ جو کچھ کرنا چاہتی تھین محض اسی سلسلہ خیرات کے قائم رکھنے کے لئے جو اونھون نے جاری کیا۔

نواسی کے ساتھ شکر رنجی اور صفائی

نواب قدسیہ بیگم کو نواسی (نواب شاہجہان بیگم) کے ساتھ جو فطری طور پر شفقت تھی اوس کی تفصیل کی ضرورت نہین اور یہ شفقت آخر وقت تک بدستور قائم رہی لیکن چند ایسے واقعات پیش آگئے تھے جن کے باعث باہمی شکر رنجی ہو گئی ۔

نواب جہانگیر محمد خان بہادر اور نواب قدسیہ بیگم سے ایک عرصہ تک خانہ جنگی رہی تھی اور نواب صاحب موصوف نواب شاہجہان بیگم کے والد تھے اس لئے ان پرانے واقعات نے نانی کے ساتھ کچھ تعصبات بھی پیدا کر دیے تھے ، مگر وہ تعصبات ایسے تھے جیسے کہ عموماً خاندان کے ممبرون مین ایک دوسرے کے ساتھ ہو جایا کرتے ہین ۔

جب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے نواب صدیق حسن خان صاحب کے ساتھ عقد ثانی کیا تو چونکہ یہ عقد اُن کے مشورہ و اطلاع کے بغیر ہوا تھا اور نواب صدیق حسن خان کو اس ریاست سے نہ کوئی قدیم تعلق تھا نہ اُن سے کوئی کار اہم ظہور پذیر ہوا تھا جس سے خاندان ریاست ان کا مشکور ہوتا

اس لئے نواب قدسیہ بیگم کو بے انتہا ناگوار گذرا اور وہ اپنی ناگواری کو ضبط نہ کر سکین گو شرعاً کوئی ناگواری کی بات نہ تھی اور نواب شاہجہان بیگم نے احکام الٰہی کی پابندی کی تھی مگر نواب قدسیہ بیگم ایسے معاملہ مین آزاد خیال نہ تھین اور وہی کیا آزاد خیال نہ تھین اُس زمانہ مین تو نکاح بیوگان ایسی ناپسندیدہ نظرون سے دیکھا جاتا تھا کہ گویا ننگ و ناموس کے خلاف کوئی فعل سرزد ہوا ہے، جب اس نکاح کی ان کو اطلاع ہوئی تو اُنھون نے فوراً قاضی زین العابدین کو جو اوس وقت قضا کے عہدہ پر مامور تھے طلب کیا۔ یا وہ خود اطلاع کرنے کی غرض سے ڈیوڑہی پر حاضر ہوے۔ بہرحال نماز عشاء کے بعد پیش ہوے تو اُنھون نے پہلے سورۂ محمد اور سورۂ انا فتحنا کی تلاوت کی اور اس کے بعد سواے قاضی صاحب کے جتنے آدمی تھے سب کو علیحدہ کر دیا اور قاضی صاحب سے اس نکاح کے متعلق گفتگو شروع ہوئی، اُنھون نے اس امر پر زیادہ تر اظہار خفگی کیا کہ "کیون بزرگون سے دریافت کئے بغیر نکاح کر دیا" اس کے بعد شرعی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ قاضی صاحب نے رسول اللہؐ کی بیٹیون کے دو دو نکاح کی تمثیل دی اس پر نواب قدسیہ بیگم نے کہا کہ "پیغمبر کے فعل کی ہم سے کہان پوری طرح پیروی ہوتی ہے ہم گنہگار ہین" غرض اسی قسم کی گفتگو رہی اور اُس وقت وہ نہایت برہم تھین بالآخر اُنھون نے کہا کہ "اگر نکاح کرنا تھا تو کنبہ مین کرتین" جب

کہا گیا کہ نواب صدیق حسن خان مولوی، عالم اور سید ہین تو انھون نے کہا کہ کنبہ مین کسی سے کرلیا ہوتا۔ یہ مولوی تو خود ان کا نوکر اور تابعدار ہے غرض اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی۔ اس گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اگر اون سے مشورہ لیا جاتا اون کو سمجھایا جاتا اون سے اصرار کیا جاتا تو غالباً وہ راضی ہو جاتین۔

اس عقد ثانی سے اون کو میری (راقم کتاب) آیندہ زندگی کے متعلق بہت بڑا خطرہ تھا اور اس کو انھون نے ابتدا ہی مین ظاہر کیا تھا عقد کے بعد ہی نواب شاہجہان بیگم نے بذریعہ عریضہ کے حسب ضابطہ یہ اطلاع دی کہ نواب صدیق حسن خان کو خلعت فیل و پالکی وچنور وخطاب معتمد المہام بہادر دیا گیا ہے۔ ان کو سلام کے لئے حاضر ہونے کی اجازت دی جاوے۔ تو اونھون نے لکھا کہ "ہم کو برخوردار میان یٰسین محمد خان کے عدم بندوبستی جاگیر اور عزیزہ نورچشم سلطان جہان بی بی کی کتخدائی کے فکر سے فرصت نہین ہے" گویا اس طرح انھون نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کا غصہ فرو ہو گیا اور اونھون نے خود نواب شاہجہان بیگم کے پاس شقہ بھیجا جس مین لکھا تھا کہ

"اگرچہ اب بھی ان فکرون سے فرصت نہین ہے مگر چونکہ عقد شرعی بلا استصلاح این جانبہ واقع ہو گیا ہے لہذا بخوشی خاطر

آں عزیزہ ہم نے تاریخ پنجشم رجب المرجب سنہ حال تک کہ وہ مہینہ بھی اچھا ہے تجویز بلانے دولہ آں عزیزہ کی ہے روز و وقت معین سے مکرر آں عزیزہ کو اطلاع دی جاے گی اور اون کو بلاکر سلام لیا جاے گا"

لیکن بعد مین روز بروز رنجش نمایان ہونے لگی، یہ رنجش کیون نمایان ہوئی؟ کس طرح روز بروز اس مین ترقی ہوتی رہی؟ کیا کیا تکلیفات پہونچین اور اس کی کیا کیا نتائج ظہور پذیر ہوئے، وہ سب مین نے مختصراً اپنی کتاب تزک سلطانی مین تحریر کردئے ہین، چونکہ اس کا اعادہ تکلیف دہ ہے اس لئے مین صرف اسی قدر لکھ دینا کافی سمجھتی ہون کہ نواب جہانگیر محمد خان کے جھگڑون کے علاوہ ایک سبب یہ بھی تھا کہ نواب صدیق حسن خان مجھکو تکلیف پہونچانا چاہتے تھے مگر یہ خوف بھی تھا کہ نواب قدسیہ بیگم سے اگر خاندانی تعلقات کی شگفتگی رہی تو وہ ضرور میری آیندہ زندگی کے متعلق کوئی انتظام کرین گی لیکن اس شکر رنجی کی حالت مین بھی انھون نے اپنی بزرگانہ شفقت اور وضعداری کو نہ چھوڑا جب اون کا دل چاہتا تھا وہ سرکار خلد مکان کو دیکھنے تشریف لاتی تھین چاہے سرکار ملین یا نہ ملین مگر وہ ضرور آتی تھین۔ ان کی عادت تھی کہ اپنے پائین باغ سے کچھ میوہ توڑ کر لاتی تھین۔ جب سرکار خلد مکان ان سے نہین ملتین تو وہ میوہ مجھ کو دے جایا کرتی تھین، جب آصف جہان پیدا ہوئین تو مین بہت بیمار ہو گئی تھی، جب وہ میری خیر و عافیت دریافت کرنے آتین تو میری

حالت دیکھ کر بہت بیتاب ہو جاتی تھین اور میرے لئے دعائین کرتی تھین ، ان کی دعاؤن کی برکت سے خدا نے مجھ کو بہت جلد شفایاب کر دیا اس مین شک نہین کہ وہ بیگم بہت بڑی خدا رسیدہ اور صاحب دل تھین ۔

غرض اس شکر رنجی کی نوبت یہان تک پہونچی تھی کہ بالآخر گورنمنٹ کے پولیٹکل افسرون کو صفائی کرانی پڑی ۔

صفائی کے بعد وہ کم وبیش ایک سال زندہ رہین اور اس شکر رنجی سے جو صدمہ اُن کو تھا وہ آخر وقت جاتا رہا ، حتیٰ کہ انتقال سے ۲۰ یوم پہلے نواب شاہجہان بیگم کی طلبی پر ڈیوڑھی کی کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ اور مصارف وغیرہ کے کاغذات بنوائے تھے ، اور حسب ذیل شقہ کے ذریعہ سے اس کی اطلاع دیدی تھی ۔

"آن عزیزہ نے جو یادداشت مورخہ دہم نومبر ۱۸۸۰ء موسومہ صاحب کلان بہادر بطلب کاغذات مفصلہ ذیل لکھی تھی نقل اوس یادداشت کی صاحب کلان بہادر نے اس ایماسے یہان بھیجدی کہ کاغذات مذکور آن عزیزہ کے پاس بھیجدیئے جاوین اور تفصیل کاغذات مطلوبہ یہ ہے ۔

کاغذ تعداد جائداد نقد وزیور وجواہر وغیرہ موجودہ حال ڈیوڑھی قدسیہ بیگم صاحبہ

کاغذ آمدنی وخرچ وپس اندازی صاحبہ موصوفہ ۔

کاغذ تعداد زر مجوعہ بابت نہر سرکار انگلشیہ مع تعداد آمدنی ماہوار و فرد

اسم نویسی عملہ بقید نام وخدمت سائر خرچ وغیرہ -

کاغذ واصلباقی زر مدخلہ بابت قسط ریلوے تا آخر سال حال مع تعداد بقیہ اقساط - فقط بر طبق اسکے کاغذ آمدنی وخرچ و پس اندازی وکاغذ اصراف نہر بابت یک ماہ وکاغذ واصلباقی اقساط ریل ذریعہ ہذا بھیجا جاتا ہے اور حوالہ قلم ہوتا ہے کہ یہان سے سہ لک روپیہ کلدار صرف دوامی نہر کے واسطے سرکار انگلشیہ مین بھیجا گیا ہے وہان کسی قدر روپیہ منافع کا جمع ہو کر بعد ازان یک ہزار روپیہ مہینہ اصراف نہر کے واسطے خزانہ محکمہ عالیہ ایجنسی سے یہان آتا ہے درین صورت یقین ہے کہ سہ لکہ روپیہ سے زائد منافع سرکار انگلشیہ مین جمع ہوگا وہان سے آن عزیزہ زر مجموعہ کی تعداد پختہ دریافت کرین باقی رہا کاغذ نقد جنس وزر وجواہر اوس کی نقل ہوتے ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بھیجا جائیگا



انتقال

نواب قدسیہ بیگم نے ہر قسم کا رنج اور راحت اُٹھا کر اور اپنی زندگی کو مخلوق خدا کی بھلائی اور خدا کی عبادت مین بسر کرنے کے بعد چند روز اسہال کبدی مین مبتلا رہ کر نواب سکندر بیگم کے انتقال کے پندرہ برس بعد ۲۴ محرم ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۸۸۱ء ساڑھے ۲ بجے شب کے وقت مین انتقال کیا، صبح کو پرالم خاموشی کے ساتھ ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور قبل ظہر اپنے شوہر کے باغ مین دفن کی گئین۔

قبر بہمہ جہت تیار تھی جو اونھون نے چند سال پیشتر بنوا لی تھی ہر سال اس مین غلہ بھرا جاتا تھا اور سال گذرنے پر وہی غلہ ہم وزن چاندی کے ساتھ غربا کو تقسیم کر دیا کرتی تھین، اس وقت تمام شہر امنڈ پڑا تھا اور ہر فرقہ اور ہر مذہب کے آدمی ماتم کر رہے تھے، باغ مین نماز جنازہ پڑھی گئی نماز کی صدہا صفین تھین شہر مین تین دن تک ہڑتال اور دفاتر مین تعطیل رہی۔ **خلد مکان** نے کئی دن تک ایصال ثواب کیلئے مناسون غلہ تقسیم کرایا۔ چھاونی سیہور کے بازار مین بھی صاحب پولیٹکل ایجنٹ کے

---

[1] ایک مناسہ سو مانی کا اور ایک مانی چار من کی ہوتی ہے۔

حکم سے ایک دن کی ہرتال ہوئی - اور ایجنسی کا شاہی جھنڈا اُن کے اعزاز مین نصف مستول پر اتار دیا گیا جس طرح کہ رعایاے بھوپال کے دلون مین ان کی عظمت ومحبت تھی اسی طرح رزیڈنسی اور ایجنسی مین بھی ان کا احترام کیا جاتا تھا اون کی صفات واخلاق کا خاص اثر تھا چنانچہ سر لیپل گریفن اپنے خریطۂ تعزیت موسومہ نواب شاہجہان بیگم مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۸۸۱ء مین لکھتے ہین :-

"آج صبح آپ کا خریطہ باطلاع انتقال فرمانے نواب بیگم صاحبہ قدسیہ کے پہونچا مجھکو نہایت رنج وافسوس ہوا، یہ ممتاز بی بی بہت دنون تک یاد رہینگی وہ نہایت کریم اور فیاض مشہور تھین اور برٹش گورنمنٹ کی وہ نہایت خیرخواہی سے دوست تھین اور غربا ومساکین جو ان کے فیض وانعام سے بہرہ مند تھے ان کی دعا سے صاحبہ موصوفہ کو تخت کے پاس جگہ ملیگی آپ کو برکت وخوشی حاصل کرنا چاہئے کہ آپ کی نانی صاحبہ نے حیات انسانی بہت اچھی طرح پوری کی اور ان کی زندگی مین کوئی امر سواے صالحات کے نہین ہوا اور آپ کو خوشی ہونی چاہئے کہ ان کے انتقال کے پہلے آپ کے اور اون کے درمیان مین مصالحت اور مشترکہ باہمی جاری ہوگئی تھی جو اختیارات بھوپال مین منقسم تھے اور اُن کی ضعیفی کے باعث سے اُن مین فتور ہوتا تھا وہ بات اب جاتی رہی"

کرنیل ولیم کنکیڈ پولیٹکل ایجنٹ اپنے مراسلہ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۸۸۱ء مین لکھتے ہین کہ

"یادداشت آن شفقہ مورخہ ۱۷ دسمبر سنہ حال مشعر انتقال فرمانے نواب بیگم صاحبہ قدسیہ موصول مرشتہ ہوکر حوالہ قلم اخلاص رقم ہوتا ہے کہ حضرت نواب بیگم صاحبہ موصوفہ سے کمال ہی رنج وافسوس ہوا۔

نواب بیگم صاحبہ موصوفہ بڑی عالی ہمت اور فیاض اور مشہور آفاق تھین ان کی وفات سے سب کو تاسف ہوگا، حقیقت مین ایسے بزرگ کے سایہ عاطفت اٹھ جانے سے آپ کو بڑا رنج وغم ہوگا مگر مشیت ایزدی سے ناچاری اور بے اختیاری ہے، امید ہے کہ آپ صبر وشکیب اختیار فرمائین۔

اخلاص مند اس حادثہ جان فرسا سے بہت غمگین اور اندوہگین ہے، اور چھاؤنی سیہور مین بھی ایک روز بازار بند رہنے کا حکم دیا ہے، اور کوٹھی ایجنسی کے جھنڈے کو بھی نصف جھکا دیا ہے"

انتقال کے وقت اگرچہ نواب قدسیہ بیگم کی عمر اکیاسی سال چھ ماہ کی تھی لیکن قوی مضبوط اور ہوش وحواس قائم تھے، البتہ جب سے کہ نواب سکندر بیگم کا انتقال ہوا تھا ان کی روح پر ایک صدمہ تھا اور ان کا دل افسردہ اور پژمردہ ہوگیا تھا ✦

حصّہ دوم

حصّۂ دوم

انتظامِ ریاست

نواب نظر محمد خان کے زمانہ سے قبل متواتر اور مسلسل لڑائیون بد امنی، اور بدنظمی کے باعث ریاست کی آمدنی گھٹتے گھٹتے سوا لاکھ سے زیادہ کی نہین رہی تھی، جب نواب نظر محمد خان کے ہاتھون مین مشیت الٰہی نے اس ودیعت کو سپرد کیا تو اوس کے ساتھ اپنی رحمت و برکت بھی نازل کی، آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس امداد کے صلہ مین جو جنرل آڈم کو نواب نظر محمد خان بہادر نے دی تھی، پانچ پرگنے اور قلعہ اسلام نگر دیا اور ریاست سلطنت برطانیہ کی ظل حمایت مین آئی اور اس کے ساتھ دوستی کا سلسلہ قائم ہوا تو ملک کو کچھ امن حاصل ہوا اور انتظام مالیہ اراضی کے متعلق کوشش کی گئی اور انھین کی زندگی مین چار سال کے عرصہ مین اس قدر ترقی ہوئی کہ دس لاکھ تک نوبت پہونچ گئی، مگر باوجود بے انتہا کوشش کے یہ نہین معلوم ہوسکا کہ اس وقت انتظام حکومت کیا تھا اور نواب قدسیہ بیگم کے زمانہ مین کس قسم کا نظام و آئین تھا،

جس پر اونھون نے عمل شروع کیا یا انھون نے اپنے زمانہ مین کیا
اصلاحات کین، اس قدر معلوم ہوا ہے کہ اوس وقت اکثر قولی بندوبست
کیا جاتا تھا۔ چونکہ لوگ مکر فریب سے کواقف نہین تھے۔ اس لئے یہی
بندوبست کافی سمجھا جاتا تھا۔

نواب سکندر بیگم صاحبہ نے اس زمانہ کے انتظامی حالات کا
ایک موقع پر تذکرہ کیا ہے لیکن اور جو حالات اونھون نے لکھے ہین
اون سے پایا جاتا ہے کہ وہ عہد تاریک تھا جس مین کوئی روشنی نہ تھی
تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض محالات مین تھانہ دار تحصیل دار علٰحدہ رہتے
بعض مین فقط تھانہ دار تھا اور بعض مین تمام امور کا منصرم صرف مستاجر ہوتا تھا
تحصیل و تھانہ کے فرائض مین کوئی تفریق نہ تھی، نہ امور دیوانی و فوجداری
مین کوئی امتیاز تھا، مالی امور مین بھی اس قسم کی بدنظمی تھی اور تہذیب
دفاتر کا وجود نہ تھا، ان کے مفصل حالات اون کی لائف مین درج
کئے گئے ہین، با این ہمہ اُنیس سال کے عرصہ مین جس مین نواب قدسیہ بیگم
منتظم ریاست رہین، کوئی بات ایسی نہین ملتی کہ جس سے یہ اندازہ
کیا جا سکے کہ اوس زمانہ مین بدانتظامی، غارت گری، بدامنی، اور
ریاست کی مالی حالت خراب تھی، جو نزاعات کہ نواب جہانگیر محمد خان
کے ساتھ پیش آئے اور جس طرح کہ نواب قدسیہ بیگم خلع ریاست پر

مجبور کی گئین اور جو تحریرات ایجنسی، رزیڈنسی، اور گورنمنٹ آف انڈیا کے دفاتر سے ہوئین اور جن کا زیادہ حصہ اس کتاب مین موجود ہے ان مین جس قدر زور دیا گیا ہے وہ اس معاہدہ پر ہے جو نواب قدسیہ بیگم نے انتقال حکومت کی بابت کیا تھا مگر کہین اور کسی جگہہ یہ بات اشارتاً اور کنایتاً بھی نہین ظاہر کی گئی کہ ملک مین بے انتظامی یا بد امنی ہے یا ریاست کی مالی حالت خراب و ابتر ہے، جب کہ نواب جہانگیر محمد خان کے زمانہ مین ایک عام بد امنی پھیلی ہے تو ان کے حسن انتظام کی مثال خود مسٹر ولکنسن نے دی ہے جن کا خلع ریاست اور انتزاع حکومت کی کارروائی مین بہت بڑا حصہ رہا تھا۔

نواب اسد علی خان کو جو مدارالمہام ریاست تھے ایک خریطہ مین ان حالات پر توجہ کرنے کی ہدایت کرتے ہوے لکھا تھا کہ:-

"خلائق شہر بھوپال کے یہ زبان زد ہو رہا ہے کہ نواب قدسیہ بیگم کے زمانہ مین جو ایک بیوہ عورت تھین ہم حفاظت عافیت اور ان کے ظل حمایت و حکومت مین آسائش و آرام کے ساتھ بے خوف و خطر بسر اوقات کرتے تھے۔"

اونھون نے اپنے زمانہ مین نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین اور خیر خواہون کو جاگیرین عطا کین، فوج کشی کی تو اس کی رسد اور سامان

حرب کا انتظام کیا جو سپاہی زخمی ہو کر آتے تھے ان کے معالجے پر روپیہ صرف کرتی تھین جو میدان کارزار مین کام آئے تھے اون کے ورثا کو نہایت گران قدر امدا دین زر نقد سے دین۔

نواب سکندر بیگم نے اپنے زمانہ مختاری مین ان کی جاگیر کے متعلق ایک پرزور تحریر ایجنسی مین بھیجی تھی جس مین وہ ان کے استحقاق اور زمانہ حکومت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتی ہین :-

"جناب ممدوحہ کے عہد حکومت مین عدل و انصاف رعایا پروری و آبادی ملک، امن و امان، پرورش، اور فوج کی عمدگی جیسی کہ ظاہر ہوئی وہ صاحبان عالیشان پر اظہر من الشمس ہے"

اس زمانہ کی فوجی جمعیت کی صحیح تعداد نہین معلوم لیکن یہ واقعہ ہے کہ آشٹہ کی لڑائی مین راجہ خوشوقت رائے بہادر کی کمانڈ مین سوار و پیادہ کی (۴۰۰۰) جمعیت تھی، ممکن ہے کہ اس جمعیت مین کچھ جدید بھرتی کی گئی ہو لیکن پھر بھی کافی تعداد ہوتی ہے، اس تمام فوج کے مصارف ریاست ہی سے کسی نہ کسی شکل مین ادا کئے جاتے تھے۔

جو معاہدہ نواب نظر محمد خان اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ ہوا تھا اوسکی دفعہ ۶ کی رو سے دربار بھوپال پر سرکار انگریزی کی امداد کے لئے

[1] دفعہ ۶ حسب ذیل ہے :- (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

چھ سو سوار اور چار سو پیادے رکھنا لازمی تھے تاکہ عندالطلب فوراً یہ
فوج حاضر ہو سکے اس کا قیام چھاؤنی سیہور مین زیر حکم پولیٹکل ایجنٹ
قرار پایا تھا ماہ بماہ تنخواہ ریاست سے ملتی تھی نواب قدسیہ بیگم
کے زمانہ مین ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ سالانہ نقد کر دیا گیا بعدازان
اس فوج کا نام بھوپال کنٹنجنٹ ہوا اور انگریزی افسرون کے ماتحت
رکھی گئی، اس کے بعد لارڈ کچنر کے زمانہ مین یہ لشکر ہندوستان کی
ایک باقاعدہ رجمنٹ نمبر ۹ بھوپال انفنٹری کے نام سے بن گئی، اور اس نے
بڑی نیکنامی اپنی بہادرانہ کارگزاری سے فرانس مین ۱۹۱۵ء مین حاصل کی
۱۸ افسرون کے ضائع ہونے اور بہت سے آدمی کام آنے کے بعد عراق
بھیجی گئی اب سنہ ۱۹۱٦ء مین برسرپیکار ہے۔

غرض فوج کے متعلق صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ کی
ضرورتون کے مطابق اس کی جمعیت کافی تھی اور ضرورت کے وقت ٹرٹیوریل
طریقہ پر بھرتی کی جاتی تھی، وردی، لین، اور تنخواہون کے متعلق حالات
کچھ روشنی مین نہین ہین مگر یہ یقین ہے کہ فوج جانباز اور دلیر تھی جیساکہ
چند معرکون مین ظاہر ہوا، فوج کی زیادہ جمعیت شہر مین اور بقدر ضرورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چھ سو سوار چار سو پیادے عندالطلب سرکار بھوپال سے سرکار انگریزی مین
حاضر ہووین اور ضرورت کے وقت سادہلی فوج سوائے اسکے جو واسطے انتظام کے درکار ہے شامل افواج سرکار کمپنی کے ہوئے

قلعون مین رہتی تھی۔ ذیل مین گنیش راے مہتمم عدالت دیوانی کی تحریر کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے جو اُنھون نے ساگر سے نواب جہانگیر محمد خان بہادر اور لارڈ ولیم بنٹینگ کی ملاقات کے وقت لکھی تھی۔ نواب صاحب کے ساتھ فوج تھی اور داخلہ کے وقت اُن کا فوجی جلوس تھا اس جلوس کے متعلق وہ حسب ذیل لکھتے ہین کہ :-

"اول ہرولی پر مع رسالہ ونقارہ ونشان سید انور علی رسالدار تھے ان کے بعد توپخانہ اور توپخانہ کے بعد نشان بردار ولایتی تھے ولایتیون کے بعد تلنگے کی پلٹن، اس پلٹن کے پیچھے سیاہ وردی کی پلٹن۔ اس کے بعد عربون کا بیڑہ تھا اسکے بعد فتح نشان فتح نشان کے پیچھے ماہی مراتب تھا اس کے بعد محمد خان ولایتی، پھر رسالہ اردلی جس کے چلتہ پوش سوار تھے، اسی طرح بان دار، اسپان کوتل، پالکی نالکی، خاصہ بردار علم بردار، اور چوبدار تھے، ان سب کے بعد پچاس ساٹھ ہاتھیون کے حلقہ مین جن مین صاحبان انگریز کے ہاتھی بھی تھے جہانگیر محمد خان کا ہاتھی تھا، ان ہاتھیون کے بعد رسالہ ناناکانسنگھ پھر سواران بخشی خانہ، ان سوارون کے پیچھے زرہ پوش سوار تھے، ان کے بعد علاقہ موچند سیٹھ کے سوارون اور پیادون اور سائر دار میواتی اور کل ہرکارون کے جلوس کے ساتھ میان

کرم محمد خان کی سواری تھی سب کے آخر مین علاقہ ریاست کے
جاگیردار تھے، گنگا جمنی ہودج اور آفتابیان سورج کی روشنی سے جگمگا
رہی تھین اور ایک عجیب سمان پیدا ہوگیا تھا ہر شخص کی زبان پر جوج کی تعریف تھی

خیر خیرات کا بھی سلسلہ جاری تھا۔ اعزاے ریاست کی بھی امداد کی جاتی تھی۔ ریاست کا تزک و احتشام بھی تھا اور یہ سب اخراجات آمدنی ریاست سے پورے ہوتے تھے کوئی ایک بھی ایسا پایان نہین ہے کہ نواب قدسیہ بیگم کو اپنے زمانہ حکومت مین قرض لینے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ البتہ اُن کے بعد نواب جہانگیر محمد خان اور پھر اپنی عہد نیابت مین میان فوجدار محمد خان نے کثیر قرضہ کا بار ریاست پر ڈالدیا۔ حالانکہ وہ ضرورتین جو نواب قدسیہ بیگم کو پیش آئی تھین وہ ان صاحبان کو پیش نہین آئین۔ یہ صورت حالات اس قسم کی ہے کہ جب تک اُنھون نے حکمرانی کی ملک مین عمدہ انتظام تھا اور تائید ایزدی اون کے شامل حال تھی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ اس پر آشوب زمانہ مین جب کہ ہر طرف سے ضلع ریاست پر زور دیا جارہا تھا اس قسم کی شکایتین نہ ہوتین، بہرحال یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس وقت تحصیلات و تھانہ جات مفصلات مین تھے، بخشیگری اور دفتر حضور دفتر مال، اور کوتوالی کے محکمے جن کا تعلق انتظام ریاست سے تھا بلدۂ خاص مین تھے۔ بلاقاعدہ مستاجیریان دی جاتی تھین اور جاگیرات و معافیات کی

سندین مرتب ہوتی تھین ۔ البتہ آئین و قواعد منضبط نہ تھے اور فیصلے شخصی راے پر منحصر ہوتے تھے ۔ سائر کا دفتر بھی تھا اور قضا و افتا کے محکمہ جات بھی تھے ۔

پرگنون کا انتظام اس طرح تھا کہ دیہات پر سرکاری حوالدار رہتے تھے اور ان پر ایک فوجدار ہوتا تھا جس کے حلقے مین دس سے لیکر بیس گاؤن تک ہوتے تھے یہی لوگ وقت پر مالگذاری وصول کرتے تھے ۔

ہر قلعہ مین غلہ کے ذخائر رکھے جاتے تھے اور ضرورت کے وقت زمیندارون اور مستاجرون کو غلہ دیا جاتا تھا ۔

جو کاغذات نواب قدسیہ بیگم کی روبکاری مین پیش ہونے کے قابل تھے وہ پیش ہوتے تھے ۔ حکیم شہزاد مسیح اور میان کرم محمد خان یکے بعد دیگرے عہدہ نیابت (مدار المہامی) پر ممتاز رہے ، ان کے بعد میان فوجدار محمد خان کو مقرر کیا ۔ مگر جب ان کی نیابت مین قباحتین معلوم ہوئین تو راجہ خوشوقت راے بہادر کا تقرر عمل مین آیا ۔

سپہ سالاری فوج کے عہدہ پر بخشی بہادر محمد خان ممتاز تھے جو اپنے زمانہ کے ایک نہایت مدبر اور دلیر سپاہی تھے اور جن مین وفاداری کا خاص جوہر تھا یہ تمام حالات اس امر کی شہادت دیتے ہین کہ ان کا نظام ملکی بہ لحاظ اقتضاے زمانہ ایسا ضرور تھا جس سے وہ کامل ۱۸ سال کامیابی کے ساتھ ایسی

حکومت کر سکین جس کا تعلق عامۂ رعایا اور ریاست سے تھا۔ اگران کو
امن وچین کی زندگی میسر ہوتی تو یقیناً وہ اپنی قوتون کو اور نمایان کر سکتین
جب نواب جہانگیر محمد خان کا انتقال ہوا ہے تو اونھون نے آیندہ
انتظام ریاست کے متعلق جو خریطہ نواب گورنر جنرل کشور ہند کو بھیجا تھا
اُس مین نہایت زور کے ساتھ یہ الفاظ لکھے تھے کہ :۔

"نواب نظر محمد خان کے انتقال کے بعد نور چشم سخت جگر نواب
سکندر بیگم کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی اس تیمی کی حالت مین تو رسائی
اور نصفت پروری کے لحاظ سے ان کے باپ کی وراثت دی اور بغیر
کسی مداخلت کے ریاست کا اختیار میرے سپرد کیا، اب نواب
جہانگیر محمد خان کا انتقال ہو گیا ہو اور مین نے سکندر بیگم کی
تعلیم مین بڑی کوشش کی ہی اور وہ عقل و فراست رکھتی ہین اس لئے
انہین کو بغیر کسی مداخلت کے ریاست سپرد کی جاے"

اگرچہ یہ خریطہ رزیڈنسی سی آگے نہین بڑھا لیکن اس سے یہ اندازہ ضرور ہو سکتا ہے کہ
ان مین انتظام مملکت کا مادہ موجود تھا اور اُنھون نے اپنی بیٹی کی قوائے ذہنی کو کس طرح تربیت کیا تھا

جاگیر اور اُس کا انتظام

نواب قدسیہ بیگم کی شادی کے وقت اون کے والد نواب
غوث محمد خان بہادر نے اپنی جاگیر سے "سوبھاپور" نامی موضع جہیز مین
دیا تھا۔ بعد ازان نواب نظر محمد خان نے جو جاگیر میان وزیر محمد خان کر
باجی کی ڈیوڑھی کی تھی وہ بھی انہین کے خرچ کے لیے مقرر کردی۔ نواب صاحب
کے انتقال کے بعد جو اُن کے صرف خاص کی جاگیر تھی وہ بھی انہین ارکان ریاست
کی صوابدید سے انہین کے قبضہ مین آئی۔ ان جاگیرون کے علاوہ ایک جاگیر باغ
و مقبرہ کے نام سے تھی جو تعمیر مقبرہ نواب نظر محمد خان، و میان وزیر محمد خان اور
اس کے اخراجات سدابرت، خیرات، مسافرین کی امداد، علماء و فقراء کی
خبرگیری اور اوس زمانہ کی اوسط آمدنی کے لحاظ سے جو خزانہ پر زر زکوۃ واجب الادا تھا
اوس کی ادائیگی کے لئے ایک علحدہ جاگیر معین ہوئی، اور یہ بھی اراکین ریاست
کی رائے سے نواب قدسیہ بیگم کے قبضہ و اختیار مین رہی۔ اس کے
علاوہ انھون نے اپنے زمانہ حکومت مین جاگیر کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد
نواب جہانگیر محمد خان کے ساتھ تصفیہ ہوا تو مذکورۂ بالا جاگیر کے علاوہ اور
بھی اضافہ کیا گیا۔ اس تمام جاگیر کی کفالت ایجنسی نے کی اور اس کی توثیق و
تصدیق نواب گورنر جنرل نے کی تھی جیسا کہ باب اول مین بیان کیا گیا ہے۔

اس کفالت نامہ کے وقت یہ امر بھی طے کر دیا گیا کہ نواب صاحب کو کوئی اختیار اُن کے انتظام مین نہ ہوگا۔

جب نواب سکندر بیگم کی حکومت بحیثیت ریجنٹ اور بعدہٗ بحیثیت فرمانروائے بھوپال قائم ہوئی تو اگرچہ انتظام ریاست کے سلسلہ مین رزیڈنسی سے یہ امر طے ہو گیا تھا کہ نواب قدسیہ بیگم کے اختیارات سلب کر لین لیکن مان کا ادب اور مان کی محبت اون تمام انتظامی مشکلات پر غالب آئی اور اس خیال سے کہ مبادا مان کو صدمہ ہو نواب سکندر بیگم نے کسی قسم کی کوشش اختیارات کے لینے اور کم کرنے مین نہین کی۔ البتہ اس قسم کے سنگین مقدمات باہمی رضامندی سے عدالتہاے ریاست مین سماعت ہونے لگے۔

پھر نواب شاہجہان بیگم کے زمانہ مین کچھ تو باہمی کشمکش اور کچھ انتظامی مشکلات اور نواب قدسیہ بیگم کے کامدار اور کارپردازون کی شرارت کی وجہ سے یہ مسئلہ بحث مین آیا کہ اختیارات عدالت اون سے منتزع کیے جائین اور ریاست کی عدالتین مقدمات کی سماعت کرین۔ اس کے متعلق ایجنسی اور رزیڈنسی حتیٰ کہ گورنر جنرل کے یہان بھی مراسلت ہوئی، لیکن ہر جگہ سے یہی جواب ملا کہ اون کے اختیارات سلب نہین کیے جائین گے البتہ جب ریاست سے بے انتہا زور دیا گیا اور مسلسل شکایات پیش ہونے لگین تو کامداری کے عہدہ کے لیے خود نواب قدسیہ بیگم نے ایک قابل آدمی

کی درخواست گورنمنٹ سے کی اور گورنمنٹ نے منشی فخرالدین کی جو ذمہ داری کے عہدہ پر مامور تھے خدمات منتقل کین۔

یہ جاگیر اچھی خاصی چھوٹی سی خودمختار ریاست تھی جس کی مالگذاری سالانہ تھی اور آبادی ایک لاکھ اڑتیس ہزار تین سو انتیس نفوس تھی جاگیر سات تحصیلون اور پندرہ تھانون پر منقسم تھی۔ محکمہ جنگل، دفتر حضور بخشیگری، خزانہ، دفتر انشار، محکمہ قضار، افتاء، عدالت، وکالت مناصب، مصارف، تعمیرات، پائیگاہ، فیل خانہ وغیرہ، کارخانہ جات باغات، کوٹھ، گنجی خانہ، لکڑخانہ باورچیخانہ سدابرت لنگرخانہ وغیرہ کے محکمے جاری تھے۔ فوج بھی تھی جس مین ولایتی و ہندوستانی سوار و پیادے تھے اور ایک بیڑہ حرب کا بھی تھا۔ یہ تمام محکمے محکمہ کامداری کے ماتحت تھے، ایک مجلس مشورہ بھی تھی۔

سرکار قدسیہ بیگم صاحبہ ہر محکمہ، ہر کارخانہ، و ہر عدالت کی رپورٹین اور ہر مستغیث کی فریاد بذات خود سماعت کرتین اور دادرسی فرماتین ہر فرد رعایا اور ملازم بہ آسانی اون تک پہونچ کر اظہار حال کر سکتا تھا۔ دارالقضا مین جملہ مقدمات مذہبی اہل اسلام فتاوائے شرعی کے لئے عدالت سے بھیجے جاتے تھے اور اوس کی تصدیق محکمہ افتا سے ہوتی تھی۔ محکمہ عدالت مین مقدمات صدر کے فیصلے اور تھانہ جات کا اپیل سماعت ہوتا تھا۔ مفصلات مین تحصیلدار کو محدود طور پر اختیارات دیوانی و مال اور تھانہ دار کو

اختیاراتِ فوجداری حاصل تھے۔ محکمہ کا مداری مین عدالت اور تحصیلات
کے فیصلون کا اپیل ہوتا تھا اور ہر ایک قسم کے
تمام احکام جاری ہوتے تھے اور ہر محکمہ سے رپورٹین تعمیلی و اطلاعی پیش ہوتی تھین
تمام حکام اس محکمہ کے ماتحت تھے۔ دیوان ترہبون لعل۔ اور دیوان خوشی لعل
کے بعد دیوان چھٹولعل، مرزا امداد علی بیگ و میانجی ریاض الدین
کا مدار رہے اور اِن کو بصلہ حسن کارگزاری جاگیر بھی عطا فرمائی + اور آخری
زمانہ مین منشی فخرالدین بہ لقب سپرنٹنڈنٹ ذریعہ ایجنسی مقرر ہوے تھے۔

دفتر حضور مین کل آمدنی و خرچ کا حساب لکھا جاتا تھا اور کل علاقہ جات
ڈیوڑھی کے جمع و خرچ سمجھے جاتے تھے۔

محکمہ خزانہ مین کل آمدنی کا روپیہ داخل ہوتا تھا اور وہین سے خرچ
کیا جاتا تھا۔ خزانہ کی بہی سے دفتر حضور کے سیاہہ کا مقابلہ رہتا تھا۔

بخشیگری مین شہر خاص اور مفصلات کے تمام ملازمین کے چہرے
لکھے جاتے تھے اور حساب بحالی برطرفی اور تقسیم تنخواہ کا تعلق تھا۔

دفتر انشا مین روبکاری سرکار کے احکام لکھے جاتے تھے۔ جو تحریرات
ریاست اور ایجنسی و رزیڈنسی وغیرہ مین بھیجی جاتی تھین وہ سب اسی محکمہ سے
جاری ہوتی تھین اور اون پر سرکار قدسیہ بیگم کے دستخط ہوتے تھے۔

جملہ احکام جو ڈیوڑھی مین جاری ہوتے تھے اور تحریرات جو ریاست کو

جاتی تھین اون پر صاد وسکہ نہین ہوتا تھا۔ میر منشی اپنے قلم سے
" ازروبکاری حضور عالیہ" لکھا کرتے تھے۔ جس حکم یا مراسلہ کے آخر مین
میر منشی کی قلم کا "ازروبکاری حضور عالیہ" لکھا ہوا ہوتا تھا وہ مسلمہ حکم سرکار قدسیہ بیگم
کا مانا جاتا تھا۔ روبکاری خاص مین دو شریف و مختار آدمی مقرر تھے جو
"ارشادی" یعنی زبانی احکام کی تعمیل کرتے تھے۔

کوٹھہ باغ مقبرہ مین روزانہ خیرات غلہ اور تقسیم سدابرت اور بیٹیہ داران ہوتی تھی
گنجی خانہ، لکڑخانہ، مین سرکاری بیڑون سے گھاس آتا تھا۔ اور
سرکاری کارخانہ جات مین گھاس لکڑی خرچ ہوتا تھا۔

محکمۂ تعمیرات مین تعمیر اور مرمت مکانات سرکاری کا کام ہوتا تھا کوٹھہ
ڈیوڑھی مین غلہ و گھی وغیرہ ہر قسم کا خوردنی سامان کوٹھہ مین رہتا تھا۔ جو
باورچی خانہ و کارخانجات سرکاری اور نیازات وغیرہ مین صرف ہوتا تھا۔
تحصیلات و تھانہ جات و دیگر دفاتر مین صدہا ہندو مسلمان مامور تھے۔ ہر
اعلیٰ و ادنیٰ ملازم ڈیوڑھی خیرخواہ سرکار، مطیع الفرمان اور دیانت دار
تھے لیکن بجز ملکی آدمی کے غیر ملکی ملازم نہین رکھے جاتے تھے۔ وقت ضرورت
عزل و نصب و تغیر و تبدل کے پرانے ملازمان سے انتخاب کیا جاتا تھا۔

بندوبست کا یہ طریقہ تھا کہ کوئی پیمائش وغیرہ تو نہین کی جاتی تھی
صرف موضع کی آبادزمین پر فی صدی دس روپیہ حق مقدمی منہا کرکے اور

ایک رقم ٹھیرا کر مستاجری دیدی جاتی تھی - مستاجرون کو افتادہ زمین سے
خواہ وہ اوس کو آباد کرین یا نہ کرین ہر قسم کے فائدہ اُٹھانے کا حق حاصل
رہتا تھا - کہین کہین تعلقہ دارانہ انتظام بھی تھا یعنی ایک شخص کو کئی کئی
گاؤن کا یکجائی اجارہ دیا جاتا تھا - اور وہ اپنی طرف سے مستاجریان دیا کرتا تھا
رعایا کو ژالہ زدگی، خشک سالی، اور آفات ارضی وسماوی مین معافی دی
جاتی تھی - قحط زدہ رعایا کی امداد کی جاتی تھی، مستاجرون اور مہاجنون کے
یہان تقریبات شادی وغمی مین اہلکارون کے ہاتھ خلعت بھیجے جاتے تھے -
رعایا خوش حال علاقہ سرسبز اور آباد تھا - ان کے علاقہ جاگیر مین چند مستاجر
لکھ پتی اور فیل نشین تھے - خود دیہات جاگیر کا دورہ فرماتی تھین اور رعایا سے
ملکر اون کے حالات پر آگاہی حاصل کرتی تھین -

جب نواب سکندر بیگم نے ریاست کا بندوبست کیا تو اوس وقت
اونھون نے بھی اپنی جاگیر مین اوسی طرح بندوبست کیا تھا -

سنہ ۱۲۹۷ھ مطابق ستمبر ۱۸۸۰ء مین منشی فخر الدین نے جو منتظم جاگیر تھے انتظام
مین کچھ جدید اصلاحات کین لیکن سنہ ۱۲۹۹ھ مین نواب قدسیہ بیگم کے انتقال سے
چونکہ جاگیر ریاست مین منتقل ہوگئی اس لئے اون کے انتظام پر پورا عمل درآمد
نہ ہوسکا مگر سنہ ۱۲۹۹ھ مین اون کی آمدنی اور خرچ کا جو موازنہ منشی فخر الدین نے
بنایا تھا وہ حسب ذیل تھا :-

آمدنی۔ سات لاکھ چودہ ہزار دوسو اکیاسی سوا آٹھ آنہ۔ اور خرچ پانچ لاکھ اکھتر ہزار پانچسو تہتر تین آنہ تھا۔ جن کی مدات یہ تھین :۔

خیرات۔ پچیس ہزار ایک سو ترasi پونے سولہ آنہ۔

تقسیم زکوٰۃ۔ تینتیس ہزار سولہ روپیہ بارہ آنہ۔

صرف رمضان شریف۔ سات ہزار پانچسو اٹھائیس روپیہ پانچ آنہ۔

صرف واٹرورکس۔ اڑتیس ہزار چارسو چوالیس روپیہ چودہ آنہ تین پائی۔

مرمت مکان۔ پل وسڑک و دیگر متفرق تعمیرات تیرہ ہزار سات سو چھیاسی روپیہ دو آنہ چھہ پائی۔

سالانہ داران۔ چونتیس ہزار دہ سو پینتالیس روپیہ ایک آنہ۔

ملازمان مسجد۔ دس ہزار چھہ سو پچاسی روپیہ ساڑھے گیارہ آنہ۔

روانگی مکہ والاان۔ سترہ ہزار پانچسو اکیانوے روپیہ آٹھ آنہ۔

اصراف جیب خاص۔ نو ہزار ایک سو چہتر پونے سولہ آنے۔

اقساط ریل۔ ایک لاکھ سات ہزار نوسو چھہتر روپیہ۔

خرچ ملازمان۔ ایک لاکھ چھتیس ہزار چارسو نو روپیہ تین آنہ۔

صرف کوٹھہ و باورچی خانہ۔ سولہ ہزار تیرہ روپیہ پونے پانچ آنہ۔

متفرق۔ ایک لاکھ تیس ہزار پانچ سو سولہ پانچ آنہ چھہ پائی۔

ان اخراجات مین اُنکے پانچ چھہ ذاتی خدمتگارون کی تنخواہ بائیس روپیہ آٹھ آنہ تھی

طریقہ دربار و ملاقات

ترک پردہ سے پہلے جب پولیٹکل ایجنٹ وغیرہ ملنے کے لئے جاتی تھے تو حکیم شہزاد مسیح ۔ میان کرم محمد خان ، راجہ خوشوقت راے کی موجوگی مین اس طرح سے ملاقات ہوتی تھی کہ نواب قدسیہ بیگم پردہ کے اندر بیٹھتی تھین ۔ اور یہ پردہ بانات کا ہوتا تھا ۔ جب صاحبان انگریز آجاتی تھی تو اون کی آمد کی اطلاع خاص خواصین جاکر کرتی تھین ۔ اور بذریعہ حکیم شہزاد مسیح اور میان کرم محمد خان کے سلام اور مزاج پرسی کی جاتی تھی اور انھین خواصون کے ذریعہ سے اس کا جواب اون کے پاس پہونچایا جایا کرتا تھا اہم معاملات خرائط انھین دونون شخصون کے ذریعہ سے طے ہوتے تھے اور معمولی معاملات بذریعہ وکیل کے طے کئے جاتے تھے اگر کسی معاملہ پر باہمی مشورہ کے لئے اعیان ریاست اور صاحب پولیٹکل ایجنٹ جمع ہوتے تو اوس مجلس مین نواب قدسیہ بیگم شریک نہین ہوتی تھین ۔ مگر مدارالمہام جن باتون کا جواب خود مناسب سمجھتے تھے اون کا جواب دیدیے تھے ورنہ تمام حالات اور گفتگو کو نواب قدسیہ بیگم سے عرض کرتے اور

جو کچھ وہ جواب دیتین وہ صاحبان بہادر کے سامنے بیان کر دیتے تھے۔
وہ اکثر دربار بھی منعقد کرتی تھین جن کا یہ طریقہ تھا کہ اوس مین تمام اعزا و اکابر ریاست سلام کے لئے حاضر ہوتے۔ وہ خود پردے[1] کے پیچھے نشست فرماتین اور دو خواصین نام بنام سب کا سلام عرض کرتین۔ سلام قبول کیا جاتا اور اس کے بعد پان گنگہ ہر شخص کو تقسیم ہوکر دربار برخاست ہو جاتا تھا۔
تفویض ریاست کے بعد جاگیر کے کامون کے لئے عموماً بارہ بجے سے عام کچہری مین اجلاس فرماتین اس وقت دو میر منشی حاضر ہوتے۔ ایک رعایا کی عرائض اور دوسرا ریاست اور ایجنسی کے کاغذات پیش کرتا وہ خود سماعت کے بعد احکام و جواب لکھواتی تھین۔ ریاست کے زمانہ مین جو حکم دیتی تھین اوس پر (صاد) کیا کرتی تھین، لیکن اس کے بعد صاد کرنا چھوڑ دیا

[1] اوس زمانہ مین جو پردہ تھا وہ اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق تھا اور اب بھی ہندوستان مین بعض مصلحتون کی بنا پر جاری ہے لیکن خدا و رسول کا حکم نہین ہے مذہب مین پردے کے متعلق جو احکام ہین وہ اس قدر سخت نہین ہین۔ یہ کہین حکم نہین ہو کہ عورتین اپنی آوازین دوسرون کو نہ سنائین اور بھی اس قسم کی پردے مین بہت سی سختیان ہین جن کی مذہب مین کوئی اصل نہین ہے اس کتاب مین اس بحث کا موقع نہین ہے، انشاء اللہ بشرط حیات "تاریخ پردہ" پر ایک کتاب لکھون گی جس مین پردہ کی ابتدا، اس کے اسباب وقتاً فوقتاً جو سختیان پیدا ہوتی گئین، اور اسلام مین کس قسم پردہ کا حکم ہے مفصل بحث ہوگی۔

کاغذ سن کر حسکم لکھوادیا کرتی تھین - ہر فرقہ کا ایک سرگروہ شخص مقرر تھا جو آزادی کے ساتھ اون تک پہونچ سکتا تھا - اور اپنے فرقے کے متعلق وہ کل معروضات پیش کرتا تھا +

اعزاز ذاتی

خلع ریاست کے بعد جب تک وہ زندہ رہین گورنمنٹ اور پولیٹکل افسرون کی جانب سے اوسی احترام کا برتاؤ رہا جیسا والیان ملک کے ساتھ ہوتا ہی علاوہ اس کے کہ اون کو اپنی جاگیر مین کامل اختیارات حاصل تھے اون کا ایک معتمد خاص بطور وکیل کے ایجنٹی مین متعین رہتا تھا اور اوس کے ذریعہ سے کل معاملات براہ راست ایجنٹی سے طے ہوتے تھے - بلا وساطت غیرے اون کی مراسلت ہوتی تھی اور ذاتی سلامی کی ۱۵ توپین بھی معتمد تھین پولیٹکل ایجنٹ اور گورنر جنرل جب بھوپال مین آتے تو لازمی طور پر ان کی ملاقات کے لئے بھی جاتے تھے -

جنوری ۱۸۶۱ء مین وہ نواب سکندر بیگم کے ہمراہ لارڈ کیننگ Lord Canning سے ملنے کے لئے جبلپور تشریف لے گئین اور دربار مین شریک ہوئین - ہز اکسلنسی نے اون کے خیمہ پر

ملاقات بازدید کی۔ نواب قدسیہ بیگم نے کشتیہاے نذر پیش کین اور ایک طرہ مروارید پیش کیا۔ گورنمنٹ کی جانب سے بھی اون کو خلعت[1] دیا گیا

سنہ ۱۸۷۷ء دربار دھلی کے بعد جس مین علیا حضرت ملکہ معظمہ کے خطاب قیصرِی کے اختیار کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ نواب قدسیہ بیگم کو "کرون آف انڈیا" کا خطاب عطا کیا گیا۔ اس کی اطلاع بذریعہ ایک خریطہ کے دی گئی۔ یہ خریطہ کرنیل ڈبلو کنکیڈ پولیٹکل ایجنٹ بھوپال لیکر آئے اور ایک دربار منعقد ہوا۔ جس مین خریطہ سپرد کر کے حسب ذیل تقریر کی :۔

اے بیگم صاحبات و نواب صاحب والاجاہ امیرالملک لیڈی صاحبات و جنٹلمین !

مین اوسی فرحت و مسرت کے ساتھ جس کا ذکر مین ابھی کر چکا ہون یہ خط فرحت نمط آپ یعنی نواب بیگم صاحبہ قدسیہ کے حوالہ کرتا ہون کہ حضور نائب السلطنت بہادر کشور ہند سے میری ذریعہ رنگ صول لایا اور جس کے ذریعہ سے نواب ممدوح نوید اس امر کی دیتے ہین کہ حضرت

---

[1] اشیاے خلعت :۔ مالاے مروارید یک، چاے دان و شیردان نقرہ دو عدد، دوشالہ کشمیری یک زوج، جامہ وار زردوزی یک، دوپٹہ بنارسی دو، کمخواب دو تھان، طاس یک تھان، مخمل پنج رنگ دو شکرہ، دوشالہ زردوزی یک زوج، دوپٹہ زردوزی یک

قیصر ہند دام اقبالہا و سلطنتہا نے مرحمت شاہانہ کے ساتھہ
آپکو بذریعہ ربور خطاب طبقہ تاج ہند کا بپاس محبت و اعزاز خسروی
عنایت فرمایا۔

تمامی اوس سلطنت مین جہان ریاست بھوپال مشہور ہے آپکا نام نامی
ادب و پیار سے لیا جاتا ہے بوجہہ اوس داد و دہش و امور خیر کے کہ جو
بدرجہ غایت آپ کے دست کرم سے وقوع مین آتے ہین و نیز اس
وجہہ سے کہ آپ کو توجہہ کارہاے خیر کی طرف ہے و رحم و بخشش غربا و
محتاجون پر مرعی ہے اور چونکہ کارہاے نیک خالصاً مخلصاً للہ بلا غرض
اس بات کے کہ اوس کی شہرت ہو آپ کی ہمت سے وقوع مین آتی ہین
مین اس کثیر مجمع مین اسی کے اظہار سے احتراز کرونگا در اے ازین
یہ کثیر مجمع خود واقف ہے۔

کیا اے حضار جلسہ! آپ لوگ اوس مسجد عالیشان مشید الارکان
مین نماز خدا ادا نہین کرتے جس کو بصرف کثیر آپ نے تعمیر کرایا ؟ کیا آپ لوگ
آب مصفا اس منبع کا روزمرہ نوش نہین فرماتے کہ جس کو آپنے بمصارف
بیشمار آپ کے گھرون تک پہونچایا ہے ؟ کیا آپ لوگ اس سے
واقف نہین ہین کہ کس قدر غربا و محتاج لوگ سالانہ بصرف بیگم صاحبہ ممدوحہ زیارت
حرمین شریفین سے مشرف ہوتے ہین وہ بدولت بیگم صاحبہ موصوفہ

فرض خدا ادا کرتے ہین کہ جسکی ادائیگی کے اکثر زردار لوگون کے بھی کوئی

ظاہری اسباب نہین ہین۔ اور اے حضار جلسہ آپ لوگ واقف ہین

کہ کس طرح نواب بیگم صاحبہ نے رعیہ کو کارہاے مفادمین کمک و

مددوی ہے پس ان سب باتون سے سرداران واراکین ریاست

بخوبی واقف ہین وراے اس کے ایک اور جدید بات یہ ہے کہ

جس سے عام مین شاید ایسی شہرت نہین ہوئی یعنی کیسے رئیسانہ طور سے

بیگم صاحبہ ممدوحہ نے نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کو ان کی خواہش

پوری کرنے کے لئے نسبت لانے ریل کے کہ جس کو ساتھ بہبودی خلایق

وابستہ ہے مددوی اور علاوہ لاکھ روپیہ جو بلحاظ آمدنی جاگیر بیگم صاحبہ موصوفہ

ایک رقم کثیر ہے عنایت فرمایا۔

مین یقین کرتا ہون کہ آپ تمامی صاحبان میرے شریک ہوکر خداوندکریم

کی بارگاہ عالم مین عجز سے دعا کرین گے کہ بیگم صاحبہ ممدوحہ سلامت رہکر

خود ملاحظہ فرمائین کہ کیسی ترقی و بہبودی اس ملک دارالاقبال ریاست

بھوپال مین ریل اپنے ساتھ لادیگی۔ قادر بیچون جناب ملکہ معظمہ انگلستان

وحضرت قیصر ہندوستان کو سلامت باکرامت رکھے۔

اس کے بعد پھر تمغہ لیکر آئے تو اوس وقت بھی نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے محل پر دربار

منعقد ہوا اور اونھون نے تمغہ دیتے ہوے یہ کہا:-

"نواب بیگم صاحبہ قدسیہ!

آپ کو بھی وہی تمغہ تاج ہند عطیہ حضرت قیصر ہند مع آرڈر خطاب موصوف تہنیت خوشی سے اپنے ہاتھ سے دیتا ہون اور اس بات سے مجھ کو بہت مسرت حاصل ہے کہ آپ کی ہمت والا ہمیشہ امور ثواب اور پرورش غربا مین رہتی ہے گورنمنٹ مین اطلاع ہوئی اور یہ خطاب اور تمغہ آپ کو حضرت قیصر ہند سے عطا ہوا۔ امید ہے کہ آپ مدت تک صحیح سلامت اور اس تمغہ عطیہ حضرت قیصر ہند سے متشرف رہین گی،،

جنرل سر ہنری ڈیلی Sir Henry Daly صاحب بہادر ایجنٹ نواب گورنر جنرل سنٹرل انڈیا اپنی چٹھی مورخہ ۲۰ اگست ۱۸۸۰ء مین لکھتے ہین کہ :۔

نواب بیگم صاحبہ قدسیہ کی ضعیف العمری اور سخاوت متقاضی اس امر کی ہے کہ ہم لوگ حتی الامکان اون کے ساتھ باملاحظہ اور بارعایت پیش آئین تاکہ اون وسائل سے صاحبہ موصوفہ کو اون شخصون کے ہاتھ سے خلاصی حاصل ہو کہ جو نفاق کے باعث اپنی گذر کرتے ہین اور منفعت اوٹھاتے ہین "

پھر اپنی دوسری چٹھی مورخہ ہشتم نمبر ۱۸۸۱ء مین تحریر کرتے ہین :۔

"یہ امر ہمارے واسطے باعث خوشی ہوگا کہ نواب بیگم صاحبہ قدسیہ کے

اس عالم ضعیفی مین ریاست بھوپال سے جو اسباب نا اتفاقی ہین معدوم ہو جائین اور ریاست بھوپال جو سرکار انگلشیہ کی وفاداری مین نیک نام ہے - اپنے اہالی خاندان مین ویسی ہی محبت و اتفاق حاصل کرے جو خاندان شاہی حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند مین شہرہ آفاق ہے ؎

اسی سلسلہ مین ہز اکسلنسی لارڈ رپن Lord Ripon ویسرا ے کشور ہند کے وہ خیالات جو جناب ممدوح نواب قدسیہ بیگم کی نسبت رکھتے تھے قابل لحاظ ہین - ہز اکسلنسی اپنے خریطہ مورخہ ۱۸ جولائی سنہ ۱۸۸۰ء مین تحریر فرماتے ہین -

"دیگر این کہ بعد ازین ہیچ امرے کہ باعث آشفتگی باقی حیات چند سالہ جدہ مکرمہ ایشان باشد بوقوع نرسد - چہ موصوف الیہا را از عرصہ دیر باز ہمہ کسانے کہ از بذل ایشان بہرہ یافتہ اند دوست می دارند و می ستایند این جانب بیقین می دانم کہ رئیسہ جہان روشن ضمیر کہ آن مشفقہ اند کلمات اہل غرض را کہ از کبر سنی و انحطاط قوای جناب قدسیہ بیگم متمتع شدہ باشند چنان وقعی نہ دہند کہ بسبب آن کلمات خاطر آن مکرمہ نسبت کسے کہ برائے بہبود ریاست بھوپال مثل جدہ معظمہ آن مکرمہ این قدر کار کردہ باشد مکدر بودہ"

سنہ ۱۲۹۶ھ مطابق سنہ ۱۸۷۹ء مین نواب قدسیہ بیگم اور دربار بھوپال
مین جب اختیارات جاگیر مین کشمکش تھی اوس کے متعلق ایجنسی رزیڈنسی اور
گورنمنٹ آف انڈیا مین ایک سلسلہ مراسلت طرفین سے جاری تھا اوس کا
جو کچھ نتیجہ نکلا وہ دوسرے مقامات مین درج ہے۔ لیکن ان تحریرون سے
نواب قدسیہ بیگم کی جس دلجوئی کا خیال نمایان ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ سرکاری
حلقون مین اون کا کس قدر ادب و احترام تھا۔

ایچ۔سی بارسٹو (H. C. Barstow) قائم مقام پولیٹکل ایجنٹ
اپنی ایک یادداشت جون سنہ ۱۸۷۹ء مین نواب شاہجہان بیگم کو لکھتے ہین،

"اخلاص مند ایما کرتا ہے کہ نواب سکندر بیگم صاحبہ کے زمانہ مین
بہ اقتضائے محبت مادری و فرزندی جیسا اتفاق رہا ہے ویسا ہی
آپ کی طرف سے ان کی مدت العمر تک رہنا چاہئے اور ان کی ضعیفی
ن برخلاف سابق کچھ اختیارات چھیننا نہین چاہئے۔ سب عایا،
برادران اور حکام ریاست ان کی فیاضی نیک نامی اور بزرگی سے
اون کا بہت لحاظ و ادب کرتے ہین اون کے اختیارات لینے سے
عام کی نارضامندی متصور ہے اور عام لوگ یہ خیال کرین گے کہ
ایسی ضعیفی عمر مین نواب قدسیہ بیگم کی نسبت جبر و ستم ہوا"

امور رفاہ عام

تعمیر عمارات

نواب قدسیہ بیگم کی تربیت سپاہیانہ سادگی کے ساتھ ہوئی تھی اور اون کی زندگی کا بہت بڑا حصہ بھی اسی حالت مین بسر ہوا۔ سنہ ۱۲۸۹ھ مین جب ناگپور اور گوالیار کی فوج نے دس ماہ تک بھوپال کا محاصرہ رکھا۔ اور شہر پر برابر گولہ باری جاری رہی تو شہر ویران ہوگیا اور رعایا ترک سکونت کرکے چلی گئی۔

نواب نظیر الدولہ نظر محمد خان کے زمانہ مین شہر کی ازسرنو آبادی شروع ہوئی مگر لوگون نے چھپر اور کھپریل ہی کے مکانات بنائے۔ نواب قدسیہ بیگم کے زمانہ مین بھی یہی حالت رہی۔ کیونکہ یہان کے افغان سادگی پسند اور سپاہ گری کی طرف مائل تھے۔ زینت ظاہری اور سامان عشرت کی طرف کسی کو توجہ نہ تھی۔ البتہ اسلحہ اور گھوڑے اچھے رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک عرصہ تک خانہ جنگی اور مالی حالت کی ابتری نے تعمیر عمارات کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہ دیا اس لئے اون کے زمانہ مین کوئی قابل الذکر عمارات طیار نہ ہوئین البتہ اونھون نے اپنے لئے ایک باغ

تیار کرایا تھا جس کا نام عیش باغ[1] تھا اس مین چارون طرف پختہ دیوارین تھین
چند پختہ کنوین تھے۔ ایک بڑی باولی تھی۔ ایک وسیع اور سنگین مکان تھا
ایک مختصر مسجد تھی اور چند بنگلے تھے۔ میوؤن کے درخت اور خوشبودار پھلون
کے پودے تھے اس کے علاوہ اون کے مذہبی ذوق نے اون سے ایک
عظیم الشان جامع مسجد ضرور تیار کرائی جس کی بنیاد اونھون نے اپنے زمانہ
مختاری ریاست مین ڈالی تھی۔ یہ مسجد وسط شہر مین واقع ہے۔ چارون طرف
بازار ہے اس مسجد کے اونچے اونچے منارے دور ہی سے نظر آتے ہین
اور غروب آفتاب کے وقت وہ تالاب پر سے دیکھے جاتے ہین تو بھوپال
کی بہت سی عجیب و غریب عمارتون مین خوشنما معلوم ہوتے ہین۔ اس کی
سنگین اور وسیع عمارت کے نیچے پورے حلقہ مین دوکانین ہین جن کی آمدنی
وقف جامع مسجد مین شامل ہے۔ اس مسجد کی تعمیر پچیس برس مین
ختم ہوئی۔ اس جگہ پر پہلے کبھی سبھا منڈل[2] بنا ہوا تھا۔ چونکہ یہ جگہ باعتبار

---

[1] اپنی صدارت کے بعد ہمنے اس کو نواب نصر اللہ خان صاحب کو عنایت کیا تھا۔ اب یہ باغ میونسپل گارڈن ہوگیا ہے۔

[2] رانی سال ملی زوجہ راجہ اودیادت نے قریب قلعہ ایک بڑا مندر سنگین بنام سبھا منڈل بنایا جس کی تعمیر سمت ۱۲۰۰ مین شروع ہوئی تھی اور سمت ۱۲۱۴ کاتک بدی تیج روز دوشنبہ تمام ہوئی تھی۔ یہ تاریخ بنا و اختتام اوس مندر پر لکھی تھی اور یہی لکھا تھا (بقیہ حاشیہ صفحہ آیندہ)

موقع کے نہایت عمدہ تھی اس لئے یہ مسجد بنائی گئی۔

شمالی دروازہ پرحسب ذیل کتبہ لگا ہوا ہے :۔

تاریخ بنا بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمید الاول الکریم

تاریخ اختتام تعالی اللہ عما یشرکون

درآغاز سنہ ۱۲۶۸ھ مطابق سنہ ۱۲۶۰ف توفیق ازلی بہ تعمیر عمارت عالی جامع مسجد

قرین حال فرخ فال نواب گوہر بیگم صاحبہ قدسیہ دام اقبالہا بنت نواب

غوث محمد خان بانوے نواب غفران مآب نظیر الدولہ نظر محمد خان بہادر گردید

و درآخر سنہ ۱۲۷۳ھ موافق سنہ ۱۲۶۴ف بہ کمال استحکام و خوبی بدستیاری معماران

چابک دست و اہتمام کارپردازان حق پرست بصرف مبلغ پنج لک شصت ہزار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ رانی و راجہ نے پانچسو برہمن یہاں مقرر کئے تھے تاکہ وہ عبادت و ریاضت کریں اور چار وید چھ شاستر اٹھارہ پران اور علم پنگل وغیرہ علوم کو بزبان سنسکرت طالب علموں کو پڑھادیں اور مذکورہ چار وید چار کتاب تصنیف حکیم بیاس سے مراد ہے جو بنام سیام وید اتھرون وید، بید رگ وید، یجر وید موسوم ہیں۔ اور چھ شاستر مراد چھ علم سے ہے بیاکرن یعنے نحو و صرف، دھرم شاستر یعنی فقہ بنائی شاستر منطق، جوتش، علم نجوم دیدانت، تصوف بیدک، علم طب اور اٹھارہ پران بھاگوت اور شیو پران وغیرہ اٹھارہ کتاب سے مراد ہے جو ہندوؤں کے نزدیک بہت متبرک ہیں اور پنگل علم عروض و قافیہ کا نام ہے۔ المختصر انقلاب زمانہ سے مدت ہوئی کہ یہ سبھا منڈل ویران ہوگیا۔

وپانصد وبست ویک روپیہ دوآنہ سہ پاؤ بالا با تمام رسید۔

محمد عباس شروانی ؔ

واٹرورکس بھوپال میں کنوین ہمیشہ سے بہت ہی کم تھے اور باشندگان شہر کو پانی کی بہت تکلیف ہوتی تھی۔ بلحاظ مسافت ایک آنہ سے لیکر چار آنہ تک کو ایک پکھال پانی ملتا تھا۔ اس بنا پر اُنھون نے پانچ یا چھ لاکھ روپیہ لگاکر تمام شہر کے آرام کے لئے نل جاری کیا۔ اس کا اہتمام مسٹر کک انجنیر کے سپرد تھا۔ علاوہ اس سالانہ رقم کے جو ڈیوڑہی سے واٹرورکس پر صرف ہوتی تھی تین لاکھ روپیہ اس غرض سے گورنمنٹ کو تفویض کیا تھا کہ اس کے منافع سے یہ خیر ہمیشہ جاری رہے۔ اُنھون نے یہ وصیت کی تھی کہ کبھی ریاست سے واٹرورکس کا کوئی ٹیکس نہ وصول کیا جاوے۔ چنانچہ اس وقت تک بغیر کسی ٹیکس کے رعایا اس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔ واٹرورکس اب تک اچھی طرح جاری ہے۔ اور صاف پانی کی بہم رسانی کی وجہ سے ہیضہ کا خوف جاتا رہا ہے۔

اس کے بعد اون کا خیال تھا کہ ایک پتلی نہر تالاب سے نکالکر جامع مسجد تک بنوائی جاوے اس کا انتظام بھی شروع کردیا تھا لیکن چونکہ اس نہر کے باعث رعایا کے بہت سے مکانات توڑڈالے جاتے اور چنداں مفید بھی نہ تھی اس لئے اس کا خیال ترک کردیا۔

سنہ ۱۸۶۹ء مین قحط اور وبا کی جو سخت مصیبت سنٹرل انڈیا (وسط ہند)
مین نازل ہوئی اوس نے سرہنری ڈیلی ایجنٹ گورنر جنرل کے دل پر
بڑا اثر ڈالا - اُنھون نے گورنمنٹ کو ریلوے جاری کرنے کی طرف متوجہ
کیا کیونکہ ریل نہ ہونے کے باعث غلہ ایک جگہہ سے دوسری جگہہ نہین
جاسکتا تھا اور باوجود خواہش اور کوشش کے کہین سے قحط زدہ حصون کو
امداد نہین پہونچ سکتی تھی اون کی کوشش کی وجہہ سے سنٹرل انڈیا مین
ریلوے جاری ہونے کی منظوری ہوگئی -

پہلے مہاراجہ ہلکر نے کھنڈوہ سے اندور اور مہاراجہ سیندھیا اور
سرکار خلد مکان نواب شاہجہان بیگم نے اپنی اپنی ریاستون کے
حدود مین ریلوے کے اجرا کا انتظام کیا - ریاست بھوپال نے
تیس لاکھ روپیہ کی منظوری دی -

چونکہ اس ریل کے اجرا مین مخلوق خدا کا فائدہ بھی مدنظر تھا
اس لئے نواب قدسیہ بیگم نے بھی اپنی ڈیوڑھی سے پندرہ لاکھ روپیہ
دیے جانے منظور کئے - جو معاہدہ ادائے سرمایہ اور حصول منافع کے متعلق گورنمنٹ
آف انڈیا اور دربار بھوپال مین ہوا تھا اوس مین نواب قدسیہ بیگم کے روپیہ کی متعلق یہ شرط تھی
کہ بعد نواب بیگم صاحبہ قدسیہ اگر کچھ روپیہ پندرہ لاکھ روپیہ ذمگی نواب
بیگم صاحبہ ممدوحہ سے باقی رہے تو وہ ریاست سے ادا کیا جاے اور منافع

پندرہ لاکھ روپیہ بیگم صاحبہ قدسیہ کو اون کی حیات تک اور بعد اون کے
رئیس ریاست کو نسلاً بعد نسلٍ ملتا رہیگا لیکن اس معاہدہ کو ایک ہی سال
گذرا تھا اور منجملہ چار قسطون کے جو چار سال مین ادا ہونی چاہیئے تھین صرف
ایک ہی قسط ادا ہونے پائی تھی کہ اون کا انتقال ہوگیا۔ باقی روپیہ اون کی
جاگیر کے اندوختہ سے ادا کیا گیا۔

یہ بیان کرنے کی توچندان ضرورت ہی نہین ہے کہ بمبئی اور شمالی
ہندوستان کے اِس طریقہ سے منسلک ہو جانے سے نہ صرف بھوپال کو
بڑا فائدہ پہونچا بلکہ ہندوستان کو بھی عام طور پر فائدہ پہونچا ہے +

اخلاق وعادات

معمول اوقات | اکثر اپنے اعزہ کے ساتھ باغات اور واٹر ورکس وغیرہ
کے دیکھنے کو جایا کرتی تھین۔ کبھی کبھی اچانک غریبون کے گھر مین داخل
ہو جاتین اور وہان بیٹھ کر حالات دریافت کرتی رہتین۔

ورزش کی عادی تھین۔ صحت بہت اچھی تھی۔ قویٰ مضبوط۔ کچھ دور
پاپیادہ بھی چلا کرتی تھین اور جب پاپیادہ چلنے کا موقع نہین ملتا تھا تو اکثر
محل مین دو دو گھنٹے ٹہلا کرتی تھین حتیٰ کہ آخری زمانہ مین بیماری کے بعد بھی

عصا ہاتھ میں لے کر چہل قدمی کرتی تھیں ۔

غذا | عموماً دو وقت کھانا کھاتی تھیں غذا میں تخم خرپزہ کی کھیر خشکہ مونگ کی دال ، پھلکہ ، مرغی کا گوشت ہوتا تھا ۔ ایک مرغی گھی میں تل کر سکھائی جاتی تھی اور اُس کا ایک کباب طشتری میں دسترخوان پر لگا دیا جاتا تھا ۔ مگر باورچی خانہ میں ہر قسم کا کھانا بہ کثرت پکتا تھا ۔ اس میں سے کچھ کھانا مساکین کو تقسیم ہوتا اور کچھ دیگیں مسجد میں چلی جاتی تھیں ۔

پان کُٹا ہوا کھاتی تھیں ۔ جب بیمار ہوئیں تو یہ بھی چھوڑ دیا تھا اور غذا میں صرف دو پیالی دودھ اور گنّے کا رس رہ گیا تھا ۔ دسترخوان پر کوئی عزیز قریب یا خاص آدمی شریک طعام ضرور ہوتا تھا ۔

لباس | لباس میں تنگ مہری کا پائجامہ کرتہ گھٹنے سے ذرا اونچا ۔ دوپٹہ اور کساوہ مثل عرب عورتوں کے باندھتی تھیں ۔ کپڑا کبھی بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا تھا اور کبھی بہت معمولی ۔ لیکن آخیر زمانہ میں یہ نوبت پہونچ گئی تھی کہ سوسی کا پاجامہ ۔ گاڑھے کا کرتہ ۔ لٹھے کا گیروا رنگا ہوا دوپٹہ ہوتا تھا ۔

زیور سے کبھی شوق رہا ہو تو رہا ہو لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے اور میں نے دوسروں سے سنا ہے وہ زیور نہیں استعمال کرتی تھیں ۔ البتہ نویں ذیحجہ کو یوم الحج کی خوشی میں وہ قیمتی زیور پہنتی تھیں مگر گھنٹہ ڈیڑ گھنٹہ کے بعد ہی فوراً اُتار دیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ تو جسم میں چبھتا ہے ۔

سواری | سواری کے لئے نہایت اعلیٰ اعلیٰ نسل کے گھوڑے بھی تھے ہاتھی بھی تھے۔ بگھیان بھی تھین۔ اور ابتدائی زمانہ مین گھوڑے کی سواری کا شوق بھی تھا۔ دورے مین ہاتھی یا فینس پر سوار ہوا کرتی تھین مگر پھر آخر زمانہ مین صرف میانہ مین سوار ہوتی تھین جس پر گزی یا گاڑھے کا پردہ پڑا رہتا تھا۔

دعوتین | دعوتین کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہمیشہ اعزا کی تقریبات شادی مین دعوتین کرتین۔ یوروپین افسرون کی بھی دعوتین ہوتین لیکن ایسی دعوتون مین وہ اوس وقت بہت خوش ہوتی تھین جب لیڈیز کا مجمع زیادہ ہوتا تھا۔

وہ دعوتین کرنے کی اس قدر شایق تھین کہ اپنی زندگی مین اپنی موت کی خوراک دی جس مین تمام فوج اور ملازمان ریاست اور اعزا شریک تھے۔

زندہ دلی | نغمہ و سرود کا سننا معمول اوقات مین تو داخل نہ تھا۔ لیکن کوئی نوید ایسی نہ ہوتی تھی جس مین وہ دلچسپی کے ساتھ میراثنون یا طوائفون کا نغمہ و سرود نہ سنتین اور پھر تقریبون مین تو گھنٹون سنا کرتی تھین۔ بلکہ بعض تقریبون مین اور عورتون کی مجلس مین خود بھی گانے لگتی تھین۔

اُنھون نے نظر باغ مین بڑے شوق سے ایک کنوان تیار کرایا تھا

جب وہ تیاری کے قریب پہونچا تو ایک دن مزدورون نے آکر عرض کیا
کہ کنوین مین پانی نکل آیا۔ یہ سُننا تھا کہ فوراً محل سے اُٹھ کھڑی ہوئین
اور نظر باغ مین تشریف لائین۔ پانی کو دیکھ کر اس درجہ محظوظ ہوئین کہ اُسوقت
کا لطف بیان مین نہین آسکتا۔ نواب امراؤ دولہ صاحب بہادر اور
میان فوجدار محمد خان اور پیرزادگان اور دیگر مخصوصین کو طلب کیا
اور فقیرون کو بھی بلوایا۔ ان سب کو پہلے پانی پلایا پھر شیرینی منگا کر
تقسیم کی اس کے بعد ایک محفل منعقد کی اور اُس مین شہر کی میراثنین
اور طوائفین طلب کی گیئن اور نغمۂ سرود شروع ہوا۔ میراثنون سے خاص
طور پر فرمائش کی کہ خواجہ خضرؑ کے گیت گاے جائین۔ غرض شام تک
یہی جلسہ قائم رہا۔

ایک مرتبہ عیش باغ مین ایک جشن کیا جس کا نام جشن جامنی رکھا
اپنے کل اعزا کو اذن دیا کہ سب ہمارے باغ مین آکر جامنین کھائین
مین بھی جدہ مکرمہ کے ساتھ گئی تھی اوس وقت میری عمر پانچ سال کی
تھی وہ ایک جامن لیکر آئین اور میرے ہاتھ پر رکھ دی مین نے ڈر کر اُسے
پھینکدیا اس پر بہت خفا ہوئین۔ اور نواب سکندر بیگم سے کہا کہ لڑکی
پانچ سال کی ہوگئی اور ابھی تک میوے سے ڈرتی ہے تم نے اوس کو
ایک پرہیزی بچہ بنادیا ہے بچون کو ہر چیز کھلانا چاہئے کہ وہ عادی ہوجائین

دنیا مین رہ کر کیا قلیہ چپاتی ہی کھانا ہے اون کو ہر شے کی عادت ڈالنا چاہیئے۔ خدا جانے کیا وقت آئے۔ نواب سکندر بیگم صاحبہ نے اُس روز سے ہر میوے کے واسطے جشن مقرر کر دیا جسمین تمام برادری کے بچون کو میوہ کھلایا جاتا تھا۔ اور مین اور میری ہمشیرہ دونون شریک ہوتے تھے۔

خوفِ خدا | وہ جس طرح خدا کا خوف کرتی تھین اور جو حالت اون کے دل کی تھی اوس کا اندازہ سوائے خدا کے کسی دوسرے شخص کو نہین ہو سکتا تھا مگر بعض مثالین ایسی ہین جن سے ہر آدمی کچھ نہ کچھ ضرور اندازہ کر سکتا ہے ان کو اگر کسی پر کسی خطا کی وجہ سے غصہ آتا اور اس وقت خطا کرنے والے کے مُنہ سے نکل جاتا کہ براے خدا معاف کرو تو وہ تھرا اُٹھتی تھین اور سارا غصہ جاتا رہتا تھا۔ وہ علی العموم لوگون سے کہا کرتی تھین کہ "بھائیو خدا سے خوف کرو"۔

اپنا اکثر وقت تنہائی مین بسر کرتی تھین۔ پانی خرچ کرتے ہوتے بھی حساب سے ڈرتی تھین۔ جب کوئی آدمی نل کھول دیتا اور وہ دیکھ لیتین تو کہتین کہ خدا سے ڈرو وہ پانی کا بھی حساب لے گا۔

اکثر مرتبہ یہ بھی ہوا کہ راستہ مین یکایک کوئی آدمی ملا اور اوسنے کہا کہ مین نوکر نہین میرا باپ نوکر نہین مین فاقہ کرتا ہون۔ خدا کے یہان آپ کا دامن پکڑونگا یہ سُن کر پہلے خفا ہوئین اور پھر اُس کو محل پر بلا کر تنخواہ مقرر کر دی

یا زلفقد سے امداد کی ۔

سخت علالت کی حالت مین کئی ماہ تک اس خیال سے ایک کروٹ قبلہ رو سوئین کہ مبادا دوسری کروٹ مین دم نکل جاے اور منہ قبلہ رخ نہ ہو۔ یون تو انھون نے کبھی اپنے کسی ملازم کو برخاست نہین کیا لیکن تفویض ریاست کے بعد اُن کو مجبوراً اپنے ملازمین کی تخفیف کرنی پڑی کیونکہ ان کی آمدنی بہت کم ہوگئی تھی ۔ ملازمین کی ایک بڑی تعداد نے درخواست کی کہ ہم حضور ہی کی ملازمت مین رہنا چاہتے ہین ۔ ریاست مین جانا منظور نہین نواب قدسیہ بیگم نے فرمایا کہ میری آمدنی ایک ثلث رہ گئی ہے ۔ اگر تم سب اپنی اپنی تنخواہون کا ایک ثلث لینا گوارا کرو تو ریاست مین نہ جاؤ سب نے ثلث تنخواہ پر ڈیوڑھی کی ملازمت مین رہنا پسند کیا ۔ کچھ سال گذرنے کے بعد ان کی خدا ترسی کی حالت کو دیکھ کر بعض لوگون نے اس طرح پر ناجائز فائدہ اُٹھانا شروع کیا کہ ان کے دل مین یہ عقیدہ راسخ کر دیا کہ جو کمی تنخواہون مین ہوئی ہے وہ قیامت کے دن ان کو پوری کرنی ہوگی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ حساب تیار کرنے کا حکم دیا ۔ اور جب حساب تیار ہوگیا تو روپیہ کی تقسیم شروع ہوگئی ۔ ایک لاکھ سے زیادہ تقسیم ہو چکی تھی کہ اس کیفیت کی اطلاع نواب سکندر بیگم کو ہوئی وہ فوراً آگئین اور ان سے کہا کہ جن لوگون نے مواخذہ قیامت کے بارہ مین آپ سے کہا ہے یہ بالکل غلط اور ان کی چالاکی ہے

یہ مواخذہ اور باز پرس کی بات ہی نہین لیکن اُنکو اُس وقت تک اطمینان
نہین ہوا - جب تک قاضی شہر اور مفتی شہر نے تائید نہ کی اور بالاخر ان دونون
کے مشورہ سے روپیہ کی تقسیم بند ہوئی -

عبادت | عبادت الٰہی کو وہ فرض ہی نہین سمجھتی تھین بلکہ اوس کے ساتھ
ذوق اور خشوع وخضوع تھا - علاوہ پنج وقتہ نماز کے تہجد ، اشراق اور
چاشت کی نمازین بھی ادا کرتی تھین - چار گھڑی رات سے اُٹھ کر اور حوائج
ضروری سے فارغ ہوکر عبادت اور اوراد و وظائف اور تلاوت مین مصروف ہوتین
اور آٹھ نو بجے تک فارغ ہوتین - تلاوت کے وقت بلا ناغہ عبدالشکور نامی
ایک حافظ بھی حاضر رہتے تھے اون کو کلام مجید سناتی تھین -

سنہ ۱۲۹۱ھ مین وہ بہت زیادہ علیل ہوگئی تھین - انتہا کا ضعف تھا
میان یار محمد خان (خلف میان فوجدار محمد خان) ہر وقت حاضر رہتے تھے
نواب شاہجہان بیگم دورہ پر تھین اور وہ روزانہ حالت مزاج کی رپورٹ
دورہ مین بھیجتے تھے - گیارہ محرم کی رپورٹ مین وہ لکھتے ہین کہ :-

"روز عشرہ کو سرکار حضرت سیہ دام دولتہا مکان مین نماز اشراق سے
فارغ ہوکر بارادہ اُٹھنے کے اُٹھی تھین بباعث کمزوری گر پڑین کولھو
اور بازو مین چوٹ آئی "

وہ جس طرح سے کہ خود نماز کی پابند تھین اوسی طرح ملازمون پر بھی سخت

تاکید رکھتی تھین اور اس مین یہان تک غلو تھا کہ بے نمازی کی نہ کوئی چیز کھاتین ۔ نہ پیتین ۔ شاگرد پیشون سے ہمیشہ اطمینان کر لیتین کہ ان کے گھر والے بھی نماز پڑھتے ہین یا نہین ۔

کلام مجید ہمیشہ قلمی پڑھا کرتی تھین ان کے پڑھنے کا خاص کلام مجید اس وقت اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ مین موجود ہے جو میان علی حسن خان صاحب نے دیا ہے ۔

مجاہد النفس | وہ اپنی دولت و ثروت کو خدا کی ایک پاک امانت سمجھتی تھین اور ان کے نزدیک اس کا مصرف مخلوق خدا کی رفاہ اور ادائے حقوق ذوی القربی تھا ۔ اون کا کل ذاتی خرچ ایک موضع کی آمدنی سے تھا جس کا نام "سوبھا پور" ہے ۔ یہ موضع ان کے والد نواب غوث محمد خان صاحب نے ان کو جہیز مین دیا تھا ۔ وہ لوگون سے خود کہا کرتی تھین کہ "یہ جو کچھ ہے سب تمھارے لئے ہے مین تو اس گاؤن پر اپنا گذر کرتی ہون" ۔

حکیم قادر علی اون کے معالج خاص تھے اور صد ہا روپیہ کی قیمتی دوائین تیار ہوا کرتی تھین مگر جب وہ سامنے آتین تو کہا کرتی تھین کہ بھائی یہ تو غریبون کو تقسیم کر دو اب کیا ہمیشہ زندہ رہون گی وہ دوائین تقسیم کر دی جائین اور اس نسخہ کی لاگت کے موافق زر نقد بھی محتاجون کو تقسیم ہوتا تھا ۔

اون کی خوابگاہ مین ہر قسم کا امیرانہ سامان تھا جہان سب سمجھتے تھے

کہ وہ آرام کرتی ہین لیکن اسی کے نزدیک ایک حجرہ بھی تھا جس مین سنگریزے
بچھے ہوے تھے اور وہان اکثر تمام تمام رات عبادت کیا کرتی تھین۔

زکوٰۃ — زکوۃ نہایت پابندی کے ساتھ ہر سال ماہ رجب مین ادا
کرتی تھین اور اُن ہی لوگون کو دیتی تھین جو اوس کے مستحق ہوتے تھے
ان مین ملکیون کا حق مقدم اور مرجح تھا لڑکون کے مقابلہ مین لڑکیون کو
نصف رقم دی جاتی تھی اور یہ تمام تقسیم ایک نہایت مکمل ضابطہ کے
ساتھ ہوتی تھی۔

شہر کے علاوہ مضلات مین بھی تقسیم کی جاتی تھی۔ شعبان ۱۲۹۹ھ
مین اون کے انتقال کے بعد جو نقشہ نواب شاہجہان بیگم کی روبکاری
مین پیش ہوا ہے وہ ۔۔۔ ہزار روپیہ کی تقسیم کا ہے۔

فیاضی — اُن کی ذات یون تو اوصاف حسنہ کی ایک مکمل مجموعہ تھی
مگر اُن تمام صفات مین فیاضی کی صفت نہایت نمایان تھی۔ مذہبی کامون مین
اعزا اور اقربا کی تقریبات کی امداد مین ملازمین اور متوسلین کی اعانت
مین فقرا اور غربا کی پرورش مین اون کا دست کرم ہمیشہ کشادہ رہتا تھا
اور گویا وہ فیاضی کے لئے حیلہ ڈھونڈا کرتی تھین۔ ہر سال رمضان المبارک
مین اپنے تمام ملازمون کو بارہ بارہ روپیہ فی کس (خواہ گھر مین کتنے ہی
آدمی ہون) ہر یہ کلام مجید کے نام سے دیتی تھین اور تاکید ہوتی تھی کہ

قلمی کلام مجید ہدیہ لئے جائین اس لئے کہ قرب قیامت چھاپہ کے حرف اُڑ جائین گے۔ اس کے علاوہ چار پنسیری فی کس گیہون اور چار روپیہ نقد ہر ملازم کو دیے جاتے تھے افطاری ملتی تھی سحری کو مختلف اقسام کا کھانا ملتا تھا اور اس قدر ملتا تھا کہ ہر ایک ملازم کے کھانے مین اُس کا سارا گھر کھاتا تھا۔

جامع مسجد کی جب تعمیر جاری تھی تو مہتمم تعمیرات حسب قاعدہ غیر حاضر مزدورون کے ناغے درج رجسٹر کرتا اور تقسیم تنخواہ کے وقت غیر حاضر کے دنون کو مجرا کر لیتا تھا۔ یہ سلسلہ ختم تعمیر تک برابر جاری رہا جب تعمیر ختم ہوگئی تو اس کے بعد اتفاقیہ طور پر اُن کو بھی یہ بات معلوم ہوئی مہتمم تعمیرات پر بہت برہم ہوئین اور فوراً ناغون کا حساب ہوا اور وہ لوگ طلب کئے گئے چونکہ تعمیر کا سلسلہ ۲۶ سال تک جاری رہا تھا اسلئے ان مین سے بہت سے لوگ مر بھی گئے تھے کسی کی اولاد تھی کسی کی نہ تھی۔ غرض تحقیقات کر کے اُن کو اور اُن کے ورثاء کو ناغہ کا روپیہ دیا گیا چنانچہ ایک سقہ کو اس مد سے سات سو روپیہ دیا گیا تھا۔

بعض لوگ ایک مرتبہ آکر ملازم ہوتے اور کچھ عرصہ کے بعد ملازمت چھوڑ کر گھر بیٹھ رہتے اور پھر جب جی چاہتا حاضر ہو جاتے لیکن ایام بیکاری کی تنخواہ ہمیشہ ان کو ملتی رہتی تھی۔

وہ اکثر باشندگان بھوپال کے مکانون مین اچانک چلی جایا کرتی تھین اور وہان بیٹھ کر اون کا دُکھ درد سُنتین اور اون کی مدد کر کے اُٹھتین۔

رات کو مصیبت زدہ پردہ دار بیویان آتین وہ اپنی بیکسی۔ بیوگی اور تکلیفون کا حال اون کو سناتین اور مراد پاکر جاتین اس موقع کے لئے مخصوص طور پر نقد روپیہ کی تھیلیان بندھوا کر اپنے پاس رکھوا لیا کرتی تھین

جس وقت جامع مسجد تیار ہوگئی تو احمد بخش اور وزیر بخش کو جنھون نے کتبے تحریر کئے تھے ایک ایک موضع جاگیر مین عطا کیا۔

اُنھون نے اپنی جاگیر مین سے اعزا۔ علما۔ فقرا اور وفاداران قدیم کو چودہ جاگیرین دی تھین۔ جو ستر ہزار آٹھ سو ساٹھ روپیہ کی تھین ان مین سے مسلمانون کی اڑتیس ہزار آٹھ سو ساٹھ روپیہ گیارہ آنہ چھ پائی کی۔ اور ہندؤن کی تیس ہزار سات سو تین روپیہ آٹھ آنہ کی جاگیر تھی۔ نواب سکندر بیگم کی جاگیر پانچ ہزار کی تھی اور بارہ سو روپیہ نواب شاہجہان بیگم کے پاندان کا خرچ مقرر کیا تھا۔ چھ سو سالانہ پان چھوری کا میرا مقرر تھا۔ اسلام نگر مین فیض باغ اسی خرچ کے واسطے مجھے عطا فرمایا تھا۔

میان یار محمد خان میان فیض محمد خان میان یٰسین محمد خان کا بھی سالانہ مقرر تھا۔ اور ہمیشہ جب ذرا بھی ان لوگون نے کچھ بہانہ

کر کے طلب کیا ہزارون روپیہ عنایت ہوا۔ یہ تینون نواب معز محمد خان اور فوجدار محمد خان کی اولاد تھے۔ گویا حقیقی بھتیجے تھے اس واسطے ان پر بہت مہربان تھین۔

۱۸۷۷ء مین جب ٹرکی اور روس مین لڑائی ہوئی تھی تو اُنھون نے ایک لاکھ روپیہ نقد چندہ مین دیا تھا۔

نواب محمد نصراللہ خان صاحب بہادر کی ولادت کی خوشی مین اُنھون نے تمام فوج اور اہلکارون کو روپیہ دیا اُنھون نے اُس زمانہ مین واٹر ورکس جاری کیا تھا جب کہ ہند مین بہت ہی کم شہرون مین جاری کیا گیا تھا اور اُن کو اس کی تکمیل مین بے انتہا شغف تھا۔ جس دن کل کام مکمل ہو گیا اور نل مین پہلے دن پانی جاری کیا گیا اون کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی وہ پہلے اوس کے کارخانہ مین گئین اور وہان سے جامع مسجد آئین۔ صحن مین ایک مولسری کا بہت بڑا درخت تھا اس کے نیچے بیٹھین اور اون کے سامنے حوض مین پانی آیا وہ اوس وقت بے انتہا خوش تھین اور اس خوشی مین انھون نے اپنے ہر ایک ملازم کو ایک ایک نقرہ کشتی عطا کی جس پر نہایت عمدہ بیل بوٹے بنے ہوے تھے۔ ہر کشتی مین رنگے ہوے چاول بھرے تھے اور گڑ کی ایک ڈلی بھی رکھی ہوئی تھی۔ اکثر ملازمین کی بیویون کو بھی یہ تحفہ بھیجا گیا تھا۔ علاوہ زر نقد کے بعض اوقات

سونے چاندی کی ڈبیان بھی دیا کرتی تھین یہ ایک عام قاعدۂ فطرت ہے
کہ انسان کو جو چیز محبوب ہوتی ہے وہی توجہات ، مراعات ، اور فیاضیون
کا مرکز بن جاتی ہے ۔ نواب قدسیہ بیگم سب سے زیادہ حرمین قوم عرب اور
وطن کو محبوب رکھتی تھین (اعزا و وطن کے ساتھ اُن کو جو محبت تھی اوس کا
تذکرہ ہوچکا ہے ۔) حرمین کی خدمت اور عرب کی امداد وہ جزو ایمان سمجھتی
تھین کیونکہ حب العرب من الایمان حدیث قدسی ہے ۔ اس لئے ان کی فیاضیونکا
مرجع بھی حرمین اور عرب کے باشندے تھے لیکن ان کی تفصیلات سے لکھنے
کے لئے ایک دفتر درکار ہے ۔ اس کے علاوہ فیاضیون کی زیادہ تفصیل
بھی مین مناسب نہین سمجھتی چونکہ مخفی فیاضی ایک بہترین صفت ہے اور
زیادہ تر خود نواب قدسیہ بیگم مخفی ہی فیاضی کرتی تھین اس لئے اسکو
معرض اظہار مین لانا بھی پسندیدہ نہین البتہ بعض مستقل مدات اور مشہور
واقعات کے تحریر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ۔

سفر حج مین بمقام جدہ ان کا وہ صندوق جس مین روپیہ بھرا ہوا تھا
جب نیچے سے کسی قدر ٹوٹ گیا اور اُس مین سے روپیہ گرنا شروع ہوا
اور بدو جیبین بھرنے لگے تو اُن کو اطلاع کی گئی ۔ اُنھون نے فرمایا
"رہنے دو اور ان کو لینے دو" حتی کہ قیام گاہ تک روپیہ گرتا رہا اور بدو
اٹھاتے رہے ۔ وہ اپنے ساتھ بیسون صندوق مختلف تحائف نہایت

بیش بہا قیمت اور معمولی ملبوسات کی لے گئی تھین جو شرفا اور غربا مکہ کے واسطے تیار کرا سے گئے تھے۔ قریباً چار ماہ تک مکہ معظمہ مین قیام رہا اور داد و دہش کا سلسلہ جاری رکھا۔ جو فیاضی کہ اُنھون نے وہان کی اور جو تحفہ جات کہ وہ بھوپال سے لے گئی تھین اور وہان کے عمائدین کو دئیے اس سے اُن کی سخاوت اور دولتمندی کا شہرہ تمام مکہ مین ہو گیا۔ نواب سکندر بیگم اپنے سفرنامہ مین لکھتی ہین کہ :۔

"فقرا کا ہجوم بکثرت ہوا اور نوبت یہان تک پہونچی کہ جناب نواب بیگم صاحبہ قدسیہ کا جانا واسطے طواف بیت اللہ کے بالکل موقوف ہو گیا۔ مین لاچار ہوئی اور دل مین سمجھی کہ جس عبادت کے لئے آئے ہین وہی نصیب نہین ہوتی شریف صاحب اور پاشا صاحب سے درخواست کی اور کچھ ترکونکو طواف کے وقت اپنے ہمراہ رکھا جن کی وجہ سے طواف ہو جاتا تھا۔

شریف صاحب اور اون کی خواتین کی ملاقاتون کے لئے اوس وقت مکان سے جا سکتی تھین جب کہ بیس پچیس آدمی اس انتظام کے لئے متعین رہتے کہ راہ مین سائلین کا ہجوم نہ ہو۔

وہ ہر سال حجاج کا ایک قافلہ بھی اپنے خرچ سے بھیجا کرتی تھین اور حرمین شریفین مین تقسیم کے لئے زرنقد ، لباس ، اور زیورات بھی بکثرت ارسال کرتی تھین ۔ لباس کے متعلق یہ ایک لطیفہ ہے کہ وہ اللہ اور اوس کے رسول

اور اہل بیت کے لئے نام بنام نہایت عمدہ جوڑے تیار کراتی تھین اور ان جوڑون کے ساتھ زیور بھی رکھتی تھین ۔

علاوہ اس کے وہ ہر سال اس طریقہ سے فیاضی کرتی تھین جس سے مساکین وغیرہ کی مستقل امداد کا انتظام بھی رہتا تھا ۔ مساکین کی روزانہ خوراک مین آٹھ سو دس اور رمضان شریف مین جو زائد کھانا پکتا تھا اس کے لئے سات سو پچاس اور بروز حج بمقام منا شربت و خوراک ۔ و قربانی پانچسو اکیاون روپیہ سالانہ کا تکدمہ تھا ۔ پیٹھئے اور دیگر خیرات کے مصارف علحدہ تھے ۔ شیبی ۔ شریف ۔ مطوف ۔ امام ۔ (ہر چہار مصلے) مفتی و قاضی اور زمزمی کا تین ہزار آٹھ سو بیس روپیہ سالانہ مقرر تھا ۔ یہ سالانہ ذاتی طور پر نہ تھا بلکہ باعتبار عہدہ کے تھا ۔ شیبی صاحب کے لڑکے اور لڑکیون کی اور دیگر متعلقین حرم کی ذاتی تنخواہین مقرر تھین جس کی کل میزان سات ہزار تین سو تیئیس سالانہ تھی ۔ جب وہ حج کو گئی تھین تو اُنھون نے تین غلام خرید کر آزاد کئے تھے جن کی تنخواہین بھی مقرر تھین ۔ مکہ معظمہ مین ایک رباط بنوائی تھی جس مین وہ قافلہ مقیم ہوتا تھا جو ان کے خرچ سے بھیجا جاتا تھا اور اس رباط مین ایک ریال یومیہ کی روٹی روزانہ تقسیم کی جاتی تھی ۔ یہان دھوبی اور پانی پلانے والون کی تنخواہین بھی دی جاتی تھین ۔

عمرہ کے مقام پر ایک کنوان اور سبیل کے لئے ایک مکان بنوایا تھا ۔

اس مکان مین ایک خادم بھی مامور تھا۔

اُنھون نے ایک شمعدان نقرہ بنوا کر حرم مین رکھوا دیا تھا اور اس کے لئے روغن زیتون کا بھی روزانہ انتظام رہتا تھا۔ مساکین اور محتاجین کے لئے اونٹون کی معقول تعداد خرید کر وقف کردی تھی اور ہر سال یہ خرید جاری رہتی تھی ان کی خوراک کے مصارف بھی دیے جاتے تھے مطوفین کے اونٹون کا خرچ بھی مقرر تھا۔

مدینہ منورہ مین بھی ایک مکان رباط کیلئے خرید کر وقف کیا تھا۔ یہ مکان روضۂ مبارک سے بہت قریب ہے۔ یہان بھی خدام حرم۔ دیگر مستحقین محتاجین و مساکین اور روغن زیتون کے لئے تین ہزار پانچسو گیارہ روپیہ چھ آنہ سالانہ مقرر تھے۔ علاوہ اس کے نہر زُبیدہ کی مرمت کے لئے بھی جب تک کہ وہ مکمل نہ ہو چھ ہزار سالانہ مقرر کئے اور ایک سال کا روپیہ پیشگی بھی بھیجدیا تھا لیکن عمر نے وفا نہ کی ورنہ اس کی درستی بھی اُن ہی کے نیک کامون مین شمار ہوتی ان مستقل مصارف کا کُل روپیہ دکان یوسف ابن حاجی حسین میمن واقع مکہ معظمہ مین پیشگی جمع رہتا تھا۔ وہ متعلقین حرمین شریفین کے لئے جس طرح خود فیاض تھین اُسی طرح دوسرون کو بھی ان کے ساتھ سلوک کرنے پر آمادہ کیا کرتی تھین۔

ایک مرتبہ اونھون نے نواب شاہجہان بیگم کو لکھا کہ :-

دو چیزون کا معاوضہ شریف صاحب اور شیبی صاحب کا آن عزیزہ کی والدہ مرحومہ پر بطور قرض رہ گیا ہے اس کی ادائیگی آن عزیزہ پر لازم ہے اور تشریح اوس کی یہ ہے کہ شریف صاحب نے یک عدد کمربند ایک عدد نقاب۔ اور شیبی صاحب نے ایک عدد غلاف عزیزہ مرحومہ کو دیا تھا اور حاجی حسن کی قیمت نقاب و کمربند کی ہشت ہزار روپیہ۔ اور قیمت غلاف کی شش ہزار روپیہ بیان کرتا ہے سو اگر آن عزیزہ کو تسلی ہوتا ہو کہ معاوضہ اس کا بھی مناسب سمجھکر ادا کرکے مکہ معظمہ بھیجدیا جاوے۔

اُن کی کل آمدنی بروے کاغذات ۱۳۰۹ھ سات لاکھ چودہ ہزار دو سو اکیاسی روپیہ سوا آٹھ آنہ تھی۔ جس مین سے پچپن ہزار ایک سو تراسی مد خیرات مین اور صرف رمضان شریف [illegible] تنخواہ سالانہ داران مین [illegible] اصراف جیب خاص جو محض امداد غربا کے لئے وہ لیا کرتی تھین [illegible] درج ہے۔ اس کے علاوہ صرفہ کوٹھہ و باورچی خانہ [illegible] (یہ صرفہ بھی محض متوسلین اور غربا کے لئے تھا) ملازمان مسجد کی تنخواہون کا خرچ [illegible] اور روانگی حرمین [illegible] اور ۱۱۶ تھان اشرفی ([illegible]) تحریر ہے ان مصارف کی کل میزان یک لک [illegible] ہوتی ہے۔ علاوہ برین اور بھی مدین ایسی تھین جو محض فیاضی پر مبنی تھین۔ باوجود اس کے وہ اس بات سے مکدر ہوتی تھین کہ اگر کوئی شخص اُن کی نسبت فیاضی کا لفظ استعمال کرتا یا اون کی داد و دہش کو فیاضی سے تعبیر کرتا۔ راستہ مین لوگ اپنی درخواستون سے

اون کو ستاتے تھے ایک مرتبہ اُنھون نے مجبور ہو کر ایسے لوگون کے انتظام کے لئے نواب شاہجہان بیگم کو لکھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ

"حضور کی فیاضی اور داد و دہش سب پر ظاہر ہے اس لئے ہر شخص عرض معروض کرتا ہے"

اس جواب پر وہ چڑ گیئن۔ اُنھون نے لکھا کہ :-

عزیزہ من !

اس جانبہ نے اپنی صدر نشینی مین فیاضی نہین کی اب اس جائداد قلیل جاگیر مین کیا فیاضی اور داد و دہش کر سکتی ہون۔ صرف زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ فیاضی نہین ہے۔ پس آن عزیزہ نے ایسی کونسی فیاضی اور داد و دہش ہماری دیکھی جو ایسا لکھتی ہین اوس سے ہم کو اطلاع دو۔ اور علاوہ اس کے مین مسرف نہین ہون اور مسرف کو خدا دوست نہین رکھتا۔ پھر یہ لفظ فیاضی میری نسبت آن عزیزہ نے کس وجہ سے جائز رکھا اور علاوہ اس کے بجائے ممانعت عرض معروض کرنے والون کا تو کچھ نہین کیا اور جواب بھی لکھا تو یہ لکھا اور فیاضی آن عزیزہ نے کی اور کرتی ہین جو قرضدار ہو گیئن۔ مین کس کی قرضدار ہون جو ہمارا فیاض ہونا لکھتی ہو۔ خیر اب بہر کیف میری فیاضی کا حال لکھو اور تم ریاست دار ہو اس کا بندوبست کرو کہ مجھ سے کوئی عرض معروض نہ کرے۔ کس واسطے کہ اب مین تنہا پھرونگی چلونگی۔ راستہ مین کوئی مجھے پھر چھیڑے

عرض معروض کی نہ کرے اور اگر تم اس بات کا بندوبست نہ کروگی تو معلوم
ہوا کہ آن عزیزہ نے مجھے خانہ نشیں کیا ہے۔ اور بجز خانہ نشینی میرا چلنا پھرنا
تم کو منظور نہین ہے کیونکہ تمھاری اس تحریر فیاضی اور عدم ممانعت سے لوگون کو
اور زیادہ حوصلہ عرض معروض کا ہوگا۔ درین صورت لفظ فیاضی آیندہ نسبت
ہمارے نہ لکھا جاوے اور عرض معروض کرنے والون کو ممانعت کی جاوے۔

۲۲ رصفر ۱۲۸۶ھ "

ملازمون کے ساتھ وہ نہایت حسن سلوک سے پیش آتی تھین۔ جب اُنھون نے
خلع ریاست کیا اور جاگیر پر قناعت کی تو صدہا ملازمون نے ریاست سے
قطع تعلق کرکے کم تنخواہ پر ڈیوڑھی کی ملازمت اختیار کی۔ تنخواہین اگرچہ کم
ہوتی تھین لیکن وہ دوسرے طریقون سے اون کے ساتھ سلوک کیا کرتی تھین
اون کی شادی وغمی کے اخراجات مین مدد دیتی تھین۔ تعمیر و مرمت مکان
کے واسطے بلا محصول چوب عمارتی عطا ہوتی تھی اور نقد روپیہ بھی ملتا تھا۔
غرض ہر موقع پر خواہ کوئی تقریب ہو یا نہو زرنقد اور خلعت دیتی تھین +

آسائش مخلوق کا خیال

اون کو مخلوق کے آرام کا بدرجۂ غایت خیال رہتا تھا وہ جب
مختار ریاست تھین اوس وقت بھی اور جب جاگیردار ہوئین تو اُس وقت بھی
اکثر پہرہ پر سے سپاہی کو بلاتین اور اوس سے اوس کے محلہ کا حال دریافت
کیا کرتین اور پوچھتین کہ آیا اس محلہ کے لوگون کو مجھ سے راحت ہے یا تکلیف

وہ ابتدا ہی سے نہایت جفاکش تھین اور نواب سکندر بیگم کے ہمراہ یا کبھی کبھی تنہا دورہ مین بھی جایا کرتی تھین مگر اپنے سے زیادہ مخلوق خدا کے آرام کا خیال رہتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب سکندر بیگم کے ہمراہ تھین اور اُنھون نے جو پروگرام دورہ کا مقرر کیا تھا اس مین ایک مقام ایسا تھا جہان کسی قدر تکلیف ہوتی۔ اس کے متعلق نواب سکندر بیگم کو تحریر کرتی ہین :۔

"جو باڑی مین یہان سے کل کے دن کوچ ہووے تو آدمیون کو کہ خلقت خدا کی ہین کچھ آرام بھی ملے اور رنج سفر سے آسودگی سب کو ہو جاے ہماری صلاح تو یہ ہے کہ گرمی زیادہ پڑنے سے باڑی مین بیٹھ کر سب کام چوکی گڈھ وغیرہ کا کر لو۔ گرمی زیادہ پڑنے لگی۔ جانور اور آدمی سب تکلیف پائین گے اور تمھاری طبیعت کو بھی گرمی مین اذیت ہوگی۔ اس واسطے جو یہان سے کل پنجشنبہ کو باڑی چلو تو بہتر ہے (یا تمھاری جیسی مرضی ہو) اور جس مین آرام ملے ہم کو منظور ہے سیدھے راستہ یہان سے باڑی چلو وہان بیٹھ کر سب کام چوکی گڈھ وغیرہ سے فراغت کر لینا اپنا تو اختیار کہنے کا ہے کہ اس مین تم کو بھی آرام ملے اور سب کو تکلیف ہوتی ہے۔ سو چند روز باڑی کے رہنے مین سب آرام پاوین حق تعالے تمھارے ہاتھ سے سب کام بہتر بہتر اور خلقت کو آرام پہونچاے کہ بدائع ودائع آفریدگار رعایا کو کہنے مین حق تعالیٰ جو بہتر ہو سو تمھارے اور نور چشمی شاہجہان کے حق مین کرے کہ یہی تمنا ہے"

سنہ ۱۲۸۶ھ مین جب کہ توسیع اور خوشنمائی شہر کے لئے کچھ مکانات
تڑوائے گئے اور اس کی درستی وغیرہ کے متعلق احکام نافذ کئے تو اگرچہ
یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو ظلم پر محمول ہوتی مگر نواب قدسیہ بیگم کی
طبیعت اس بات کو بھی گوارا نہین کر سکتی تھی کہ توسیع اور زینت شہر
کے لئے ایک شخص کا بھی دل دکھایا جائے۔ جس وقت اون کے پاس ریاست سے
اطلاعی مراسلہ پہونچا کہ وہ اپنے علاقہ کے مکانات کو درست کرائین تو اُنھون نے
اپنے یہان تو تعمیل کا حکم دیدیا اور چونکہ اپنے علاقہ کے آدمیون کی وہ خود
مدد کرتی تھین اس لئے ان کی پروا تو نہین کی مگر اہل شہر کی تکلیف کا خیال کرکے
اُنھون نے مندرجۂ ذیل خط لکھوایا۔

"مکاتبۂ آن عزیزہ مورخہ نوزدہم ماہ ذی القعدہ سنہ ۱۲۸۶ھ با عرضی پونم چند
کوتوال بعت درمہ کرائے جانے چھپائی ولپائی وپوتائی مکانات علاقہ ہذا و مکانات
ملازمان علاقہ ہذا کو موصول ہوا بر طبق اسکے کہ ملازمان علاقہ ہذا کو ہدایت چھپائی
ولپائی وپوتائی مکانات خود یا دیگر مکانات سرکاری و مکانات واقع پورہ منگلواڑہ
وپورہ نظر گنج وبرکھیڑی کی کرائی گئی مطابق اوس کے تعمیل ہوتی ہے مگر آن عزیزہ
بہ نظر انصاف خیال تو کرین کہ جس قدر مکانات اندرون وبیرون شہر بھوپال
واقع ہین وہ شہر دارون کے ہین اور شہر دار قلیل معاش ہین اور بعض ان
مین سے محنت ومزدوری اور بیوایان چرخہ زنی کرکے اوقات بسر کرتی ہین

اول تو شہر داروں کے مکانات سڑکوں میں ٹوٹ چکے ہیں کہ بدشواری
و بہ ہزار تکلیف انہوں نے سالہا سال میں مرمت کی اور اب پھر وسعت
سڑک میں مکانات شکست ہوتے ہیں اور مزید برآن اب پھر بوجہ مجبوری
بہ تعمیل حکم آن عزیزہ ان کو مکانات کا چھپانا۔ لپانا پڑا۔ ہر چند نان شبینہ کو
محتاج اور بتجربہ افلاس میں گرفتار ہیں الاسپاہیان کو توالی کب چھوڑتے ہیں۔
درین صورت مقام غور ہے کہ مخلوق خدا کو کیا صدمہ اور رنج اور دلشکنی ہوتی
ہوگی اور کیسی آہ سرد اون کے دل پر درد سے نکلتی ہوگی اور اس دلشکنی اور
آہ سرد دل دردمند کا کیا نتیجہ ہوگا اور بروز جزا روبرو خدا کیا جواب دوگی۔
حاکم کو خدا نے واسطے رفاہ رعایا اور بچانے مخلوق کے پنجۂ ظالموں سے بنایا ہے
نہ واسطے تکلیف ایذا رعایاے نادار امانت خدا کے۔ حق بات اگرچہ کڑوی معلوم
ہوتی ہے لیکن جب بہ نظر انصاف اور حکومت کو بالاے طاق رکھ کر دیکھو گی
بہبودی دنیا و دین سے خالی نہیں ہوگی مقتضاے انصاف تو یہ ہے کہ پورا پورا
نقصان شکستگی مکانات کا دیا جاوے اور حسب وسعت سڑک دروازہاے شہر پناہ
وسیع کئے جاویں اور فصیل شہر پناہ وغیرہ پر قلعی کرائی جاوے۔

اعزہ کے ساتھ حسن سلوک | یوں تو تمام خاندان ریاست کا شمار اعزا و اقربا میں تھا
لیکن عموماً سب لوگ دور کے رشتہ دار تھے اور ان سب کے ساتھ وہ ہمیشہ مراعات
کرتی تھیں اور جو جس قابل تھا اوس کے مطابق امداد کرتیں۔ کسی کی تنخواہیں مقرر تھیں

اوکسی کو ضرورت کے وقت زرنقد دیتین - قریب کے رشتہ دارون مین دو بھائی نواب معز محمد خان اور میان فوجدار محمد خان تھے اوران کے بعدان کی اولاد تھی - اون کی خاص اولاد مین ایک بیٹی - ایک نواسی - ایک مین اور میرے بچے تھے - وہ اپنے بھائیون کے ساتھ جو سلوک کرتی تھین اوس کا حال معلوم نہین لیکن وہ بڑے بڑے جاگیردار تھے اس لئے قرینہ اس بات کا مقتضی ہو کہ وہ خاص خاص موقعون اور تقریبات مین ان کے ساتھ سلوک کرتی ہون گی ۔ البتہ میان لیسین محمد خان (خلف نواب معز محمد خان) اور میان یار محمد خان (خلف میان فوجدار محمد خان) کی تنخواہین ایک ایک ہزار روپیہ ماہانہ مقرر تھین اور ان تنخواہون کے علاوہ بہت کچھ زرنقد سے سلوک کرتی تھین - نواب شاہجہان بیگم کے صرف پاندان کا خرچ مقرر تھا بیٹی کی البتہ بڑی جاگیر تھی مگر ان سب کی تقریبات مین وہ نہایت فیاضی سے اپنے ارمان پورے کیا کرتی تھین -

نواسی (نواب شاہجہان بیگم) کی شادی کے موقع پر انہون نے جو دعوت کی اس مین تمام خاندان کی عورتین شریک تھین اور بذات خاص دعوت کا کھانا تیار کرنے مین مصروف تھین کئی دن تک سب مہمان رہے - ایکدن تمام سمدھنون کو پاس بلایا - مراثنون کو طلب کیا اور پھر عجیب زندہ دلی کے ساتھ گانا سنتی رہین اور خود بھی گاتی رہین -

رخصت کرتے وقت نواب امراؤ دولہ کی والدہ سے کہا کہ "میرا ارمان تو اوس وقت نکلے گا جب خداوند تعالیٰ شاہجہان کو بچہ عطا کرے گا"۔ پھر ان کو باغ مین بلایا۔ اور وہان بھی اسی قسم کا ایک جلسہ ہوا اور اپنی سمدھن (میری دادی صاحبہ) سے ہنسی چہل کی باتین کرتی رہین۔ غرض وہ ان تقریبات مین فیاضی اور زندہ دلی کا نمونہ ہو جاتی تھین۔

میرے ساتھ بھی ان کو بے حد محبت تھی اور میری شادی مین اُنہون نے بڑی بڑی تیاریان کی تھین مگر نانی اور نواسی مین کچھ ایسی کشیدگی پیدا ہوگئی تھی کہ ان کو اپنے ارمان پورے کرنے کا موقع نہ ملا۔

سنہ ۱۲۸۹ھ مین وہ سخت علیل تھین۔ بلغم سے خون آتا تھا زندگی سے مایوسی تھی۔ انہون نے نواب شاہجہان بیگم کو اپنی اس حالت کی اطلاع دیتے ہوے لکھا کہ:-

"عزیزہ سلطان بی بی کی شادی جلد کرو ہم بھی یہ خوشی دیکھ لین۔ اعتبار زندگی نہین ہے۔ بار بار کہتے ہین اور لکھتے ہین"

ایک مرتبہ آصف جہان مرحومہ کی ولادت کے بعد مین بہت سخت بیمار ہوئی اور جب شافی مطلق نے مجھے صحت عطا فرمائی اُنھون نے صدقہ مین بہت کچھ زر کثیر صرف کیا۔ ایک ایک لاکھ روپیہ مجھے اور نواب احتشام الملک نواب محمد نصر اللہ خان۔ جنرل محمد عبید اللہ خان۔ آصف جہان بیگم

نواب صدیق حسن خان اور نواب شاہجہان بیگم کو بھی دیا۔ مگر چونکہ باہمی رنجش تھی وہ واپس کیا گیا۔

جب نواب محمد نصراللہ خان پیدا ہوے ہین اوس وقت بھی انھون نے ایک معقول رقم بھیجی مگر وہ بھی واپس کردی گئی۔ پھر انھون نے لکھا کہ :-

"بفضلہ تعالیٰ شب گذشتہ مین بساعت سعید قرۃ العین دولت اقبال یعنی فرزند ارجمند عزیزہ نواب سلطان جہان بیگم کے پیدا ہوا اور باستماع اس نوید فرحت افزا کے شکر باری تعالیٰ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ اس نونہال چمن کو بعمر طبعی پہونچاوے اور موصوف کو باوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ کرے۔ اور آن عزیزہ اور ہم کو اور سب عزیزون کو مبارک ہو۔ اگرچہ آن عزیزہ نورچشم نواب سلطان جہان بیگم کو خدا نے سب کچھ دیا ہے لیکن حسب رسم زمانہ ہماری بھیجی ہوئی چیزمین انکار ہونا گویا ہم کو خفیف سمجھنا اور معیوب کرنا ہے۔ اس لئے آن عزیزہ بخوشی خاطر ہم کو اجازت لکھ بھیجین کہ ہم مبالغ موسومہ عزیزہ نواب سلطان جہان بیگم وغیرہ کو بھیجدیوین اور وہ لے لیوین انکار نہ کرین۔ موجب خوشنودی ہماری کا ہے۔ مرقوم ۱۷ ذی القعدہ ۱۲۹۳ھ"

مگر باوجود اس تحریر کے بھی ان کا عطیہ شفقت قبول نہ کیا گیا۔ تاہم انھون نے

اپنی ڈیوڑھی مین بڑی خوشی منائی۔ کیونکہ اس خاندان مین کئے نسل کے بعد تولد فرزند کی خوشی حاصل ہوئی تھی وہ باغ باغ تھین۔ اعزا اور متوسلین مبارکبادین دیتے تھے۔ خوشی کی بندوقین سر ہوتی تھین اور جوق جوق لوگ ان کی ڈیوڑھی پر آکر جمع ہوتے تھے۔ دو تین دن اس خوشی مین نہایت فیاضی کے ساتھ انعام و اکرام مین روپیہ صرف کیا۔

اہل شہر سے ہمدردی

اگرچہ اون کی فیاضی عام تھی لیکن اس مین یہ بھی خصوصیت تھی کہ زیادہ تر اہل وطن کے ساتھ وہ سلوک فرمایا کرتی تھین ان کی ڈیوڑھی مین بجز خاص اور شاذ مثالون کے جس قدر ملازم تھے وہ سب وطنی لوگ تھے۔ زکوٰۃ مین بھی قسمریاً سب حصہ اہل وطن ہی کا تھا۔ ان کو اپنے وطن کی ہر چیز سے محبت تھی۔ وہ جب محل سے باہر نکلا کرتی تھین۔ تو عرض معروض کرنے والون اور سائلین کا ایک جم غفیر ہو جاتا تھا۔ خصوصاً لوگ نوکری کے لئے زیادہ درخواستین کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اُنھون نے تنگ ہو کر نواب شاہجہان بیگم کو خط لکھا کہ:۔

"این جانبہ کا اکثر بھائی نواب معز محمد خان صاحب بہادر وغیرہ کے یہان جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ ہر وقت مردمان شہر وغیرہ راستون مین عرض معروض نوکری کی کرتے ہین۔ یہ بات بہت بیجا وہ باعث ناگواری طبع این جانبہ ہے آیندہ بندوبست مسدودی عرض معروض کا

ایسا کیا جائے کہ پھر کوئی عرض معروض نہ کرے "

اس شقہ کے پہونچنے پر نواب شاہجہان بیگم نے یہ جواب دیا کہ :-

"حضور کی فیاضی اور داد و دہش سب پر ظاہر ہے۔ اس واسطے ہر ایک عرض معروض کرتا ہے۔ اور فدویہ کس کس کو منع کریگی کہ کوئی شخص عرض معروض حضور سے راستہ مین نہ کرے۔ اور قطع نظر اسکے میرے منع کرنے سے لوگ باز نہین رہ سکتے "

اس کے جواب مین پھر نواب قدسیہ بیگم ایک شقہ تحریر فرماتی ہین :-

"عزیزہ من ! صورت یہ ہے کہ ریاست مین تمام پردیسی بھرتی ہوگئے ہین اور جو لوگ قدیم باشندے بھوپال کے ملازم سابقہ ریاست تھے وہ برطرف ہوکر تباہ حال ہین۔ اور وہی لوگ این جانب سے عرض معروض کرتے ہین۔ لہذا آن عزیزہ ایسا بند و بست کرین کہ جو شخص ملازم سابقہ ریاست حال برطرف اور قدیم باشندہ شہر بھوپال کا ہم سے عرض معروض کرے اور این جانب بعد دریافت حال اس کے مناسب سمجھ کر آن عزیزہ کے پاس بھیجا کرین۔ آن عزیزہ پرورش اس کی حسب لیاقت اسکے کردیا کرین کہ وہ اپنی مراد کو پہونچ کر داعی خیر اور عرض معروض سے ساکت رہا کریگا اور این جانب کے یہان اس قدر گنجائش نہین ہے کہ ملازمان برطرف و معزول شدہ

ریاست کو ملازم رکھ سکے کس واسطے کہ جو جائداد باڑی طلب تنخواہ ملازمان
اس سرکار مین لگی ہے وہ یہان کے ملازمان موجودہ کو اکتفا نہین کرتی
بنا برآن اس مین اور جائداد لگانا پڑتا ہے۔ پس ملازمان برطرف
ریاست کی کس طرح یہان گنجائش ہوسکتی ہے۔ بلکہ ملازمان اس سرکار سے
جس کسی کو آنعزیزہ کے پاس بھیجا جاے آنعزیزہ اس کی بھی پرورش
کیا کرین تو نہایت انسب واولی ہے یقین کہ آن عزیزہ اس کے
جواب سے این جانبہ کو جلد مطلع اور مطمئن کرین گی۔ ۱۱ ربیع الاول
سنہ ۱۲۸۶ ہجری ؁

بے تعصبی | بے انتہا متقی اور دیندار ہونے کیوجہ سے ان مین تعصب کا
نام تک نہ تھا۔ قریب قریب نصفا نصف ہندو مسلمان ملازم تھے۔
تقریبون اور تہوارون مین ان کو بھی خلعت و انعام تقسیم ہوتے تھے
ہندوون کے لئے جنس خام کا سدابرت جاری تھا۔ رمضان شریف مین
جس طرح تمام مسلمانون کو تحفہ۔ کھانا۔ اور افطاری ملتی تھی اسی طرح تمام
ہندو ملازمون کو معاوضۂ طعام و افطاری دیا جاتا تھا۔ آخری چہارشنبہ
ماہ صفر کو طلائی اور نقرئی چھلے تمام ہندو اور مسلمان ملازمون کو دیے جاتے تھے۔
اکثر مندرون کی تنخواہ اور سالانہ مقرر تھا۔

علما کا احترام | علماء کے احترام کا خیال اس قدر درجۂ افراط کو پہونچا ہوا تھا

کہ وہ اُن کے مقابلہ مین کسی شخص کی پروا نہین کرتی تھین یہی اثر نواب سکندر بیگم مین بھی تھا۔ لیکن وہ انصاف اور سیاست کو علما کے احترام سے بالاتر سمجھتی تھین۔ ایک مرتبہ مفتی یا قاضی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی جس پر نواب سکندر بیگم نے توجہ کی۔ ان لوگون نے نواب قدسیہ بیگم سے شکایت کر دی۔ اس شکایت پر وہ بہت برافروختہ ہوئین اور انھون نے بیٹی کی پروانگی (محل مین داخل ہونے کی اجازت) بند کر دی اور حسب ذیل خط لکھا :-

"قرۃ باصرہ سعادت و کامگاری ناصیۂ شوکت نما مداری عزیزہ لخت جگر نورچشمی سکندر بی بی زاداللہ عمرہا و قدرہا۔ بعد ادعیۂ وافیہ ترقی عمر و تزاید درجات میرہن خاطر عزیز باد۔

تم کو چاہیے کہ ایک اقرار لکھ دو اس مضمون سے کہ قاضی مفتی کی گھر سے چھیڑ کسی طرح کی نہ ہووگی بعد اس اقرار کے تمھارے آنے کی پروانگی دی جاوے گی۔ مجھ سے چاہو چھیڑ کر و مگر ان گھرون سے چھیڑ مت کرو شریعت کا مقام ہے۔ اور جائے شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو ہر بلیات سے محفوظ رکھا۔ اگر اس لکھنے پر عمل کروگی تو لڑکی ہو نہین تو میری لڑکی نہین ہو۔ صرف اپنے والد بزرگوار کی لڑکی ہو۔"

یہ خط نہایت اشتعال مین لکھا گیا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ان سے

کہا گیا حسن عقیدت کی بنا پر اس بات کو باور کرلیا۔ لیکن جب نواب سکندر بیگم نے نہایت آزادی اور صفائی کے ساتھ تردید کردی اور اصلی وجوہ سمجھا دیے تو غصہ جاتا رہا۔ تاہم اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے دل مین علماے مذہب کا کیسا وقار تھا +

بیٹی کی محبت | یون تو تمام ماؤن کو اپنی اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے مگر بعض اوقات کچھ ایسے واقعات بھی پیش آجاتے ہین جن کے باعث یہ فطری محبت مافوق الفطرہ ہوجاتی ہے اور اس کا اندازہ وہی کرسکتے ہین جن کو ایسے مواقع پیش آئے ہون۔

نواب قدسیہ بیگم اٹھارہ سال کی عمر مین بیوہ ہوئین اور صرف ایک ہی بیٹی تھین جو ان کی روح کی راحت اور دل کا سرور تھین۔ ان کی دنیا کی تمام مسرتین بیٹی ہی کی ذات سے وابستہ تھین انھون نے بڑے بڑے ارمانون اور امیدون کے ساتھ پرورش اور تربیت کی تھی مگر اس کے چند سال بعد جو واقعات پیش آئے اور جن مشکلات کا ان کو سامنا ہوا جس طرح بیٹی کی شادی کی اور پھر شادی کے بعد جو صدمات اُٹھائے وہ ناظرین حصۂ اول مین پڑھ چکے ہین۔ ظاہر ہے کہ ان حالات اور ان واقعات کے پیش آنے سے ایک مان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی اور ہر تکلیف کے بعد الفت مادرانہ مین کس قسم کا جوش پیدا ہوتا ہوگا۔ پھر ان

مصائب کا بھی خاتمہ ہوا۔ بیٹی نے دنیا کی شہرت۔ عظمت۔ اور عزت و ناموری حاصل کی تو ماں کا دل کس قدر مسرور ہوتا ہوگا۔ وہ بیٹی کی ذرا سی تکلیف و پریشانی سے مضطرب ہو جاتی تھیں اور تھوڑی خوشی سے اونکو مسرت بھی بے انتہا ہوتی تھی وہ ہر چیز جو بیٹی کے نام کی ہوتی یا بیٹی نے پیش کی ہوتی نہایت عسزیز رکھتی تھیں۔

ایک دفعہ بھری پیر صاحب سے جو بھوپال کے مشہور بزرگ تھے باتین کر رہی تھیں باتوں ہی باتون مین بیٹی کا ذکر آگیا کہنے لگین سکندر کو اب کیا فکر ہے بفضلہ تعالیٰ لڑکی کے نکاح سے بھی فارغ ہوگیئن۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ سال تک سکندر کا سر بالکل سفید ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سکندر بیگم اور شاہجہان بیگم کو سلامت رکھے اور شاہجہان بیگم کو ایک فرزند عطا کرے۔ اسکے بعد ایک خادم سے فرمایا کہ عطر والا صندوقچہ لاؤ اوس نے حاضر کیا۔ شیشیان اُٹھا کر دیکھنے لگین کہ ناگاہ ایک شیشی جس مین عطر بھرا ہوا تھا ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی بے ساختہ افسوس کے کلمے زبان سے نکل گئے اور کہنے لگین کہ افسوس یہ عطر سکندر نے مجھے بھیجا تھا اور مین اسے بڑی حفاظت سے رکھتی تھی۔

اگر اتفاقاً وہ بیٹی کے ساتھ کسی دورہ پر یا سفر مین نہین جاسکتی تھین تو جہان نواب سکندر بیگم کا قیام ہوتا وہان سے بھوپال تک برابر ڈاک لگی رہتی تھی۔

۱۲۸۵ھ مین جب نواب سکندر بیگم کا انتقال ہوا تو ان کو سخت صدمہ

پہونچا۔ ان کی مسرتون کا اُسی دن خاتمہ ہوگیا۔ اور ان کی معاشرت مثل درویشان گوشہ نشین کے ہوگئی۔ نشست گاہ کے سامنے لکڑی کا ایک بڑا اُودبند جلتا رہتا تھا۔ اور ایک چمٹا گڑا رہتا تھا۔ کپڑے سفید یا گیروا رنگ کے پہنے رہا کرتی تھین۔ بچھونا اور لحاف بھی اسی رنگ کا ہوتا تھا مرچ اور ہلدی کھانا چھوڑ دیا تھا۔ گٹکے مین لونگ اور جوتری تک ترک کردی بٹوہ تو کبھی رکھا نہین۔ پرانے دستور کے مطابق ایک تھیلی مین گٹکہ رہتا تھا اپنے محل کے ایک دالان مین دھونی کے سامنے پلنگ پر بیٹھی رہا کرتی تھین ململ اور مشروع کے سوا کبھی ولایتی کپڑا نہین پہنا۔ زیور مین صرف دو سادے بتانے اور حضر وسفر مین ہشت پہل دو دو چھلّے ہوتے تھے وہ بھی ایک چاندی کا اور ایک سونے کا۔ میانے پر سوار ہوا کرتی تھین جس پر چھپے ہوئے غلافون کا پردہ ہوتا تھا۔

جب میری شادی ہوئی تو کرنل بارسٹو (Barstow) پولیٹکل ایجنٹ بھی اس تقریب مین شرکت کے لئے آئے تھے وہ محفل تقریب مین آتے ہوئے ان سے ملنے گئے اور وہان شادی کا تذکرہ کیا کہنے لگین کہ:۔

ہان صاحب ہم کو بھی زیادہ خوشی اس شادی کی ہوئی جوان کی نانی (نواب سکندر بیگم) جیتی ہوتین تو بہت خوشی کرتین۔ میری کمر ٹوٹ گئی

نانی کی وفات نے توڑ ڈالی ہے "

بھولاپن | بھولاپن ان کی نمایاں صفت تھی فیاضی خوف خدا وغیرہ کے عنوانات مین جس قدر واقعات لکھے گئے ہین ان مین سے بھی بعض واقعات ان کے بھولے پن کے ثبوت مین پیش کئے جا سکتے ہین لیکن یہاں صرف ایک واقعہ لکھا جاتا ہے وہ بہت کافی ہے۔ سفر حج مین جب جدہ سے قافلہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوا اثنا راہ مین نصف شب گذرنے کے بعد ۲۰ - ۲۲ بدؤون نے ان کے اونٹ کو قطار سے علیحدہ کر کے اور راستہ کاٹ کر دوسری طرف لے جانا چاہا انھون نے شور و غل کیا کہ یہ آدمی میرے اونٹ کو کہان لئے جاتے ہین۔ لیکن وہ اس کارروائی کو کسی مکر و فریب یا دغا بازی یا قاتلانہ ارادہ پر محمول نہین سمجھتی تھین۔ بلکہ جیسا کہ انھون نے خود بیان کیا وہ یہ سمجھتی تھین کہ میرے اونٹ کو علیحدہ لئے جاتے ہین اور اسی واسطے وہ اس پر تاکید کرتی تھین اور کہتی تھین سکندر کے اونٹون کے ساتھ میرے اونٹ کو لے چلو"۔ یہ ایک حسن اتفاق تھا کہ انھون نے ایک غلام کو بیت اللہ شریف مین آزاد کر دیا تھا جب اس کو ان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ اشتیاق قدمبوسی مین مکہ معظمہ سے جدہ آیا تھا وہ اونٹ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ اونٹ کو قطار سے علیحدہ کر دیا ہے تو وہ اونٹ کے گلے سے لپٹ گیا

اتنے مین ایک اردلی کا سپاہی آگیا اور اوس نے اون بدؤون کو جو مہار شتر پکڑے ہوے تھے رائفل کے کندے سے مارنا شروع کیا۔ اس اثناء مین اور بھی دو مسلح جوان وہان پہونچ گئے اور اُنھون نے اونٹ کو چھڑاکر قطار مین شامل کردیا۔ اس طرح اون کی جان محفوظ رہی +

وصایا

اس عنوان کے تحت مین اُن کے چند وصیت نامے جو اُنھون نے مختلف سنین مین نواب شاہجہان بیگم کو تحریر کئے تھے درج کئے جاتے ہین جن سے ان کے اعتقادات خیالات اور دیگر صفات پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے۔

پہلا وصیت نامہ اُنھون نے اُس وقت لکھا تھا جب کہ ۱۲۸۶ھ مین بیٹی کے انتقال کے بعد اپنی زندگی سے سخت مایوس ہوگئین تھین۔

دوسرا ۱۲۹۸ھ مین لکھا ہے جس کے ایک سال بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

پہلا وصیت نامہ حسب ذیل ہے :-

بعد ادعیہ وافیہ ترقی عمر تزاید درجات مبرہن خاطر عزیز باد
کہ کل جو آن عزیزہ نے شباشب بدست شتر شوار مکاتبہ
بہ طلب خیریت این جانبہ بھیجا تھا وہ صبح کو ہمارے پاس
پہونچا۔ مگر بباعث عدم درستی طبیعت کے اوس وقت
جواب نہین لکھا گیا۔ آج سہ قطعہ مکاتبات آن عزیزہ
مورخہ تواریخ مختلف متضمن خیریت خود مع خیریت عزیزہ
نورچشم سلطان جہان بی بی وبطلب خیریت اینجانبہ
موصول مطالعہ ہوے۔ اللہ تعالیٰ آن عزیزہ کو مع عزیزہ
موصوفہ بہ ترقی عمر و دولت وازدیاد مراتب مع الخیر
والعافیت خوش وخرم رکھے۔ آن عزیزہ ہماری خیریت کا
کیا پوچھتی ہین۔ طبیعت اعتدال پر نہین رہتی۔ عالم پیری
ہے۔ ضعف کا ازدیاد ہے۔ اعضا مین قوت نہین ہے۔
زندگی بعید۔ موت قریب معلوم ہوتی ہے۔ لہذا آن عزیزہ کو
مع عزیزہ موصوفہ خدا کو سونپ کر کلمات چند بطور وصایا
حوالہ قلم کئے جاتے ہین۔ براہ سعادت مندی ان پر
عمل کیا جاے:۔

اول یہ کہ اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم

یہ محیط ہے کُل کلمات نصیحت آمیز مندرجہ ماتحت وغیرہ پر۔
دوم یہ کہ:۔ صیانت بندگان اگرچہ پرورد گار کریگا
لیکن آن عزیزہ پر بھی لازم ہے۔
سوم یہ کہ:۔ حاکم وقت یعنی سرکار انگریزی سے
اتفاق رکھنا اور ان کی رضاجوئی اپنی خوشی پر مقدم سمجھنا۔
چہارم یہ کہ:۔ مظلومون کی داد کو بذات خود پہونچنا
اور ایذارسانی مخلوق سے محترز رہکر حق تلفی کسی کی نہ کرنا۔
پنجم یہ کہ:۔ حکام ظالم ماتحت خود کی بیخ کنی کرنا کسواسطے
کہ جو ظلم و ستم ان سے نسبت بندگان خدا عاید ہوگا
بازپرس اوس کی آن عزیزہ سے ہوگی۔
ششم یہ کہ:۔ عزیزون اور شہرداروں کا خیال رکھنا کہ شہر
دارون کی پرورش سے شہر کی رونق اور رعایا پروری ہے
اور ان کی جان و مال کا ہر وقت تم کو اختیار ہے۔
ہفتم یہ کہ:۔ ہر کام مین درجہ مساوی نگاہ رکھنا۔
ہشتم یہ کہ:۔ حاجت روائی محتاجون اور نفع رسانی
مخلوق خدا کا لحاظ ر۔۔۔
نہم یہ کہ:۔ وقوع مکروہات سے خدا محفوظ رکھے مغفور

نہ ہو اور راضی برضاے الٰہی او صابر و شاکر رہنا۔

دہم یہ کہ :۔ کل مقدمات حتی الوسع بموجب شریعت غرا منفصل کرانا۔

یازدہم یہ کہ :۔ قدما پروری کو تجدید پر فوقیت دینا۔

دوازدہم یہ کہ :۔ عزیزہ سلطان جہان بی بی اوٗ اوس کے دولہا کی جس کو خدا کرے تم کو شرم ہے۔ اور برخوردار میاں یٰسین محمد خان اور میاں فیض محمد خان اور میان یار محمد خان کی بھی تم کو شرم ہے۔ یہ سب بچے ہین۔ انہون نے ابھی کچھ دیکھا نہین ہے اور ان سب کو جو کچھ ہمارے یہان سے مقرر ہے وہ ان کو ملتا ہے نباہ ان کا آپ عزیزہ پر ضرور ہے۔

سیزدہم یہ کہ :۔ ہر کام کے آغاز مین انجام سوچنا۔

چہاردہم یہ کہ :۔ کل امور مشورات سے طے کرنا خود پیچ کاربند نہ ہونا۔

پانزدہم :۔ یہ کہ کل ملازمان علاقہ ہذا چہ اہل قلم و چہ اہل علم وغیرہ شہر دار او قدیم پرورش یافتہ آبا و اجداد سے ہمارے یہان ملازم ہین اور ہم نے ان کو عزت و خاطر سے

رکھا ہے۔ اسی طرح آن عزیزہ ان کو بدستور بحال و برقرار
رکھ کر ان کی پرورش کا حسب لیاقت ان کے خیال رکھین
اور کسی طرح چھیڑ چھاڑ نہ کی جاوے۔ یہ لوگ قدیم نمکخوار و شہرا
ہین۔ تمھارے کام آوین گے۔ اور جان نثاری اور خیرخواہی
کرینگے۔ اور نباہ جاگیر قاضی صاحب مفتی صاحب و دلیپ سنگھ پسر
امان سنگھ پٹیل رہٹی وغیرہ جاگیرداران علاقہ ہذا کا
اور جے پال جیت رام مستاجر قدیم علاقہ باڑی و درجن سنگھ
وغیرہ تعلقہ داران کا چلا جاوے۔
شانزدہم یہ کہ:۔ بہ اندازہ آمدنی خرچ رکھنا۔ اور
کبھی قرض مت کرنا۔ اور پا باندازہ چادر دراز کرنا۔
ہفتدہم یہ کہ:۔ نہر کی عدم تیاری سے ہم کو نہایت حسرت
تاسف و ملال ہے اُسکے جاری رہنے اور تیاری مین خرچ
کی جو جائداد ہم نے لگائی ہے اوس کو باہتمام خود جاری
رکھیو اور یہ نہر خالصاً للہ بنوائی گئی ہے۔ قیمت آب شہر
کی کسی سے نہ لی جاوے اور ٹیکس نہ لگے۔ فقط آیندہ
آن عزیزہ خود عاقل ہین زیادہ تحریر کی حاجت نہیں ہے اور
حسب بیان نواب معز محمد خان صاحب بہادر مرحوم بنام

حیات ان کے دریافت ہوا تھا کہ زمانہ جنگ آشوب میں
مبلغ دس ہزار روپیہ ان کے یہاں سے ہمارے پاس
دستگردان آئے تھے منجملہ اون کے حسب بیان جناب
ممدوح و مرحوم مبلغ چار ہزار روپیہ بدست دیوان سکندر قلی
اون کے یہان واپس پہونچ گئے اور چھ ہزار روپیہ
باقی رہے تھے۔ منجملہ اس کے مبلغ سہ ہزار روپیہ ہمنے
بباعث عسرت خرچ برخوردار میان یسین محمد خان کو
دیدئے اور مابقا انشاء اللہ تعالیٰ دیے جائین گے اور
سوا اس کے جو روپیہ کمی تنخواہ آمنہ بی بی دختر
نواب صاحب بہادر مرحوم کا ہمارے یہان برآمد ہوا ہے
منجملہ اُس کے کچھ روپیہ ان کی حیات مین ان کو دیا گیا تھا
اور کچھ اب اُن کی دختر چاندنی بیگم نام کی شادی مین
صرف کیا جاتا ہے اور مابقا جو رہیگا وہ دیا جاوے گا۔ اطلاعاً
آنعزیزہ کو قلمی ہوا۔ اور علاوہ اس تمام کے جو جائداد خیرات
وخرچ طعام و پوشاک ذات خاص وخرچ مکہ معظمہ وغیرہ کی
یہان [illegible] ہے اور کچھ اور جائدادین لگائی جاوین گی اور
[illegible] اس کا تیار کراکر واسطے مہر و دستخط آنعزیزہ کے

اس مراد سے کہ بعد ہمارے آن عزیزہ اس کو جاری
رکھین بھیجا جاوے گا۔ مع ہذا آنعزیزہ اس بات کی
منظوری ہم کو لکھ بھیجین کہ مطابق اوسکے ہم وہ کاغذ بشرط
حیات بتدریج تیار کرا کر واسطے مہر و دستخط آن عزیزہ کے
پاس بھیجدیوین فقط المرقوم بست وہفتم ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۶ ہجری قدسیہ

دوسرا وصیت نامہ حسب ذیل ہے :۔

ضعف پیری و ناسازی طبیعت سے انتہا کی نقاہت ہے
بجز ذات باری کسی کو بقا نہین۔ جب تک مین بفضل خدا
زندہ ہون اپنی جز و کل جائداد کی قابض اور مختار ہون بعد
میرے آن عزیزہ کو مین اپنی کل جائداد کی بلا استثنا کسی
شے کے مالک و مختار کر کے اوس کے ساتھ ہی یہ چند
وصایا اجراے دوام کے واسطے منعقد کرتی ہون۔

اول یہ کہ :۔ اصراف خیرات و اللہ نام و سدابرت
باغ مقبرہ شریف و جامع مسجد وغیرہ مقررہ سابقہ قائم رہین
دوم۔ نقشہ ملازمان باغ مقبرہ شریف و بخشیگری
مع تعداد تنخواہ حال و تعداد قائمی پنشن بہ آیندہ ہمسلک ہذا
بھیجا جاتا ہے۔ ہمارے بعد سب ملازمان مندرجہ نقشہ منسلکہ با

پنشن بہ تعداد مندرجہ نقشہ منسلکہ مناسب سمجھکر کائمی کی ہو ہمیشہ ملتی رہے۔ اور ان سب ملازمان پر نظر رحم و کرم رہے۔ سوم۔ نہر کے دوام جاری رہنے اور صرفہ مدامی کے واسطے بہ اقرار نہ لئے جانے صرفہ کے کبھی کسی فرد بشر سے سرکار انگریزی مین ہم نے روپیہ جمع کر دیا ہے اوس کی آمدنی سے ہمیشہ نہر باہتمام شخص انگریز جاری رکھی جاے یہ ہر سہ صایا جو مینے بہ درستی حواس کئے ہین اور لکھے ہین دوام قائم رہین۔ اور ایک نقل اس شقہ کی مین منے ذریعہ یادداشت خدمت مین صاحب کلان بہادر کے بھی بھیجدی ہے "

ان دلچسپ وصیتون سے ہندوستان کی ایک عظیم المرتبت متحیر خاتون کی زندگی کا خاتمہ بالخیر معلوم ہوتا ہے *